یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو

تحفظِ عقائدِ اہلِ سنّت

مع

ایمانی آیات

بجواب

شیطانی خرافات

مُرتّب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی

ناشر فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

—﴿ بانیِ ادارہ ﴾—

جناب سیّد اعجاز احمد رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ / ۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

جملہ حقوق بحق فرید بک سٹال، لاہور، پاکستان محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تحفظِ عقائدِ اہلسنت
تالیف وترتیب	:	مولانا علامہ ظہیر الدین قادری
ترتیبِ نو	:	مولانا حافظ محمد شاہد اقبال
تحریک	:	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ'
کمپوزنگ	:	المدد کمپوزنگ سنٹر، لاہور
ناشر	:	فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور
مطبع	:	رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
صفحات	:	۹۹۲
طبع اول	:	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
ہدیہ	:	=/285 روپے

-: ملنے کا پتہ :-

فرید بک سٹال

38-اُردو بازار، لاہور، پاکستان

فون نمبر 7312173 - 042

فیکس نمبر 7224899 - 042 - 092

ای۔ میل نمبر faridbooks@hotmail.com

فہرست

تحفظ عقائد اہلِ سنت

حمد باری تعالیٰ .... تجھے حمد ہے خدایا ـــــ امام احمد رضا بریلوی ـــــ 21
نعت رسول مقبول ﷺ ـــــ امام احمد رضا بریلوی ـــــ 23
تبرکات اسلاف کرام ـــــ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ـــــ 24
بہ سلسلہ تحفظ عقائد اہل سنت ـــــ نسیم القادری فرخ آبادی ـــــ 25
آنکھیں تیری ہوں گی نہ ہرگز خراب ـــــ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ـــــ 26
شرف انتساب ـــــ 27
مینارۂ نور ـــــ 28

منافقین اسلام (قرآن کی روشنی میں) ـــــ مولانا ظہیر الدین قادری ـــــ 29

دعائے رحمت سے محروم ـــــ 30
شیطان کی سینگ ـــــ 30
نفاق کفر ہے ـــــ 31
منافق کی پہچان کہ قرآن حلق سے نہیں اترے گا ـــــ 32
منافقین پر سخت ترین جہاد کا حکم ـــــ 33
بدترین مخلوق ـــــ 34
مرتد کی سزا قتل ہے ـــــ 35
منافق (حدیث کی روشنی میں) ـــــ 36
کافر ہوگئے ایمان لانے کے بعد ـــــ 37
نام نہاد نمازی کا قتل (حدیث پاک کی روشنی میں) ـــــ 38
باغی اسلام کو قتل کا حکم ـــــ 40
آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا ـــــ 41
قاتل کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے ـــــ 42
توہین رسول کا مرتکب کافر ہے ـــــ 43

اداریہ ـــــ مولانا ظہیر الدین قادری ـــــ 44

ہم جو کہتے ہیں وہی کر کے دکھا دیتے ہیں ـــــ 44
ایمانی آیات در جواب "شیطانی آیات" ـــــ 46
"سیلنگ ورسیز" در جواب "دی فائنل ورسیز" ـــــ 47
استقامت ڈائجسٹ کی مختصر تاریخ ـــــ 48
سجدۂ نیاز مندی شکران نعمت ـــــ 50

حقائق کے آئینہ میں ـــــــ علامہ سید قمر شاھجھانپوری ـــــ 52

نظم، حق بات میں کسی کا کیا لحاظ ـــــ مولانا محمد میاں قادری برکاتی ـــــ 55

نظم، جہنمی فرقہ ـــــ نسیم شاھجھانپوری ـــــ 56

نظم، رشدی پر تین حرف ـــــ سید ال رسول نظمی مارہروی ـــــ 57

مکتوب ـــــ سید ال رسول حسنین برکاتی ـــــ 58

دعانامہ ـــــ سید محمد اشرف قادری برکاتی ـــــ 59

پیغام ـــــ حضور احمد منظر قادری ـــــ 60

ادائیگی عمرہ و سجدۂ شکر ـــــ ظہیر الدین قادری برکاتی ـــــ 61

مرتد سلمان رشدی کی شیطنت کا پس منظر ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 62

نواب چھتاری کے حوالے سے ایک خوفناک منصوبے کاانکشاف ـــــ 63

سلمان رشدی کے ارتداد کے اسباب ـــــ 65

شاتم رسول کی سزا (اقوال فقہاء کی روشنی میں) ـــــ 67

بلاارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم ـــــ 71

ملعون رشدی کے شیطانی نظریات ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 74

عقیدۂ وحی اور قرآن مجید ـــــ 74

اسلام میں وحی کا تصور ـــــ 74

وحی اور الہام میں کیا فرق ہے ؟ ـــــ 75

حجۃ الاسلام امام غزالی اور وحی ـــــ 75

عظیم فلسفی بو علی سینا اور وحی ـــــ 76

وحی کے لغوی معنی ـــــ 76

دل میں کسی بات کا ڈالنا ـــــ 76

فطری حکم جس کو وحی نوعی بھی کہتے ہیں ـــــ 77

غیر ذی روح اشیاء کو حکم ـــــ 77

خاموشی سے یا اشارہ سے بات کرنا ـــــ 77

وحی متلو اور وحی غیر متلو ـــــ 78

نزول وحی کے مختلف طریقوں کا بیان ـــــ 80

رویائے صادقہ ـــــ 82

نفث فی الروع یاالقاء فی القلب ـــــ 83

صلصلة الجرس ـــــ 83

اس نوع وحی کا تحمل کیوں دشوار تھا ـــــ 84

یہ آواز کس کی ہوتی تھی ؟ ـــــ 85

تمثل ـــــ 86

فرشتہ کا اپنی اصل شکل میں آنا ـــــ 87

مردود رشدی نے انبیاء کی عظمت و عصمت کو نشانہ بنایا ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 89

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ــــــ 89
آیت کا شان نزول ــــــ 91
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی اور شیر خوار بچہ کو اللہ کے حکم سے مکہ میں چھوڑنا ــــــ 91
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب ــــــ 92

مرتد سلمان رشدی کا قرآن عظیم پر حملہ ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 97

قرآن مجید ایک عظیم معجزہ ہے ــــــ 97
قرآن معجزہ کیوں ہے؟ ــــــ 100
قرآنی دلائل ــــــ 100
قرآن بعض غیر مسلم دانشوروں اور مفکروں کی نظر میں ــــــ 104

مرتد سلمان رشدی کی امہات المومنین کی شان میں گستاخیاں ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 106

بددین سلمان رشدی کی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرابازی ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 111

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ــــــ 111
صحابی کی تعریف ــــــ 111
صحابہ کرام کا ذکر قرآن مجید میں ــــــ 112
عظمت صحابہ احادیث طیبہ کی روشنی میں ــــــ 113
صحابہ کرام کی فضیلت میں عبداللہ بن مسعود کا قول ــــــ 114
صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرابازی کا شرعی حکم ــــــ 114

ملعون سلمان رشدی تختہ دار پر ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 116

منصب نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام ــــــ 116
منصب نبوت کی حقیقت ــــــ 116
اسلامی نظریہ نبوت اور یہودی نظریہ نبوت میں فرق ــــــ 118
انبیاء علیہم السلام کے خصائص ــــــ 120
عصمت ــــــ 120
حکمت ــــــ 121
علم اور قوت فیصلہ ــــــ 122
نبوت وہبی ہے ــــــ 123
بشریت ــــــ 123
شیطان رشدی مستحق قتل ہے ــــــ 124

ملائکہ مقربین کی ذوات مقدسہ پر ملعون رشدی کا حملہ ــــــ ظہیر الدین قادری ــــــ 126

ملائکہ علیہم السلام ــــــ 126
فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے ــــــ 126
فرشتوں کا انکار کفر ہے ــــــ 127
فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ ــــــ 127
حامل وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام ــــــ 129

سلمان رشدی کون ہے؟ ـــــ مولانا شہاب الدین ـــــ 131

شیطان رشدی اور ولید بن مغیرہ ـــــ 131
رشدی اور اس کی ماں زہرہ بٹ کون ہے؟ ـــــ 132
رشدی بمبئی میں پیدا ہوا ـــــ 132
عیسائی اسکولوں میں پڑھا ـــــ 132
عیسائی مبلغ کی طرف سے امداد ـــــ 133
ہندوستان سے راہ فرار ـــــ 133
لندن میں مزید تعلیم حاصل کی ـــــ 133
تلاش معاش اور پاکستان ٹیلی ویژن میں ملازمت ـــــ 133
پاکستانی محکمہ ٹیلی ویژن سے اسلام مخالف مہم کا آغاز ـــــ 134
تصنیف و تالیف کا آغاز ـــــ 134
پہلی کتاب ـــــ 134
انگریز لڑکی سے شادی اور دوسری کتاب کی اشاعت ـــــ 134
تیسری کتاب "العار" ـــــ 135
تیسری شادی ـــــ 135
ہر کتاب میں گمراہی ـــــ 135
چوتھی کتاب "شیطانی آیات" ـــــ 136
ادارہ پنگوئن کی قسمت ـــــ 136
بورڈ کا غیظ و غضب، شہرت کا سبب ـــــ 136
برطانیہ کے غیور مسلمانوں کا شاندار احتجاج ـــــ 136
ہالینڈ کے دارالحکومت میں مظاہرہ ـــــ 137
ہندوستانی مسلمانوں نے جانیں قربان کیں ـــــ 137
پاکستان کے غیور مسلمانوں کا مظاہرہ ـــــ 137
"شیطانی آیات" کی اشاعت کا پس منظر ـــــ 138

مرتد اعظم سلمان رشدی ـــــ علامہ قمرالزمان اعظمی ـــــ 139

مسلم حکومتوں کا افسوسناک کردار ـــــ 141
ووٹ کا موثر ہتھیار ـــــ 142
بشپس اور ربائی سے امداد کی اپیل ـــــ 143
سلمان رشدی کون ہے؟ ـــــ 143
وائٹ بریڈ لٹریری ایوارڈ ـــــ 145
مسلمانان برطانیہ کے لیے لمحہ فکریہ! ـــــ 145
حکومت برطانیہ کیا کرسکتی ہے؟ ـــــ 146
امین جمائل کا قبول اسلام ـــــ 146

شیطانی آیات کا شیطان مصنف ـــــ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ـــــ 147

مرتد کی سزا قتل ـــــ امام احمد رضا بریلوی ـــــ 150

انگریزی دور کے ایک شرمناک واقعہ پر فاضل بریلوی کا تحقیقی فتویٰ ـــــ 150

توہین رسول کی سزا قتل ـــــ علامہ سید احمد سعید کاظمی ـــــ 157

شرعی عدالت کا فیصلہ ـــــ 157
قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام کا طرز عمل ـــــ 158
گستاخ رسول کا قتل ـــــ 159
اجماع امت ـــــ 159

ملعون رشدی کے لیے لمحہ فکریہ ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 165

پیغمبر اعظم کی عظمت قرآن میں ـــــ 165
اتصاف رسالت ـــــ 165
فضیلت رسول ـــــ 166
ادب رسول ـــــ 166
رسول نور ہیں ـــــ 167
اختیارات رسول ـــــ 167
شفاعت رسول ـــــ 168
رسول سے نسبت ـــــ 168
رسول کا علم غیب ـــــ 169
آخری نبی ـــــ 169
حاضر و ناظر رسول ـــــ 169
رسول کو بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے ـــــ 170
گستاخی رسول کفر ہے ـــــ 170
میلاد سنت الٰہی ہے ـــــ 170

محمد عربی کا نورانی تذکرہ آسمانی صحائف میں ـــــ سید محمد قائم شاہ صاحب ـــــ 172

آسمانی بشارتیں ـــــ 172
انجیل شریف ـــــ 173
توریت مقدس ـــــ 173
سیدنا مسیح علیہ السلام کی بشارت ـــــ 175
مکہ معظمہ کی نشاندہی ـــــ 176
غزل الغزلات ـــــ 176
جائے ولادت کا تعین ـــــ 176
یسعیاہ ـــــ 177
دانیال ـــــ 178
حضور علیہ السلام کی سیادت کا اعتراف ـــــ 178
انجیل شریف ـــــ 178
علم غیب کا ذکر ـــــ 180
حیات النبی کا ذکر ـــــ 181
ہجرت کا ذکر ـــــ 181
زبور مقدس ـــــ 181
اعلان طہارت مریم ـــــ 183
قرآن کریم ـــــ 183
فتح شرائع سابقہ ـــــ 185

ملعون رشدی کے تابوت میں آخری کیل ـــــ 186

بشارتوں کی وضاحت ـــــ 188
بھوشن اتر پران ـــــ 189
کلکی پران ـــــ 189
مہادیو جی ـــــ 190
بدھ جی ـــــ 191

پیغمبر اعظم کی عظمت پر غیر مسلمین کے تاثرات ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 193

ثبوت علم غیب ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 205

رشدی کا علم نبوت سے انکار ـــــ 205

عصمت انبیاء کا ثبوت ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 211

آخری نبی (قرآن کی روشنی میں) — مفتی سید شجاعت علی قادری — 217

آیت کی تفسیر بالقرآن — 218
قادیانیوں کا ایک سفسطہ اور اس کا جواب — 218
ایک شبہ اور اس کا ازالہ — 219
امت مرزائیہ کو چیلنج — 211
ایک شبہ اور اس کا ازالہ — 211
ایک مغالطہ اور اس کا جواب — 226

رسول محترم کا عدالتی نظام — مولانا ظہیر الدین قادری — 228

مرکزی نظام — 229
صوبائی انتظام — 230
دارالقضاء — 230
ہنگامی حالت — 230
فوجی عدالت — 230
فل بنچ — 231
آئین عدالت — 231
مآخذ اول' قرآن — 232
مآخذ ثانی' حدیث — 232
مآخذ ثالث' اجتہاد — 233

پیغمبر اعظم کا دین کامل — ظہیر الدین قادری — 234

دین کیا ہے؟ — 234
دین برحق — 235
دین کامل — 237
احکامات و تعلیمات کی ہمہ گیری — 238
ختم نبوت — 240
عموم نبوت و رسالت — 241

ملعون رشدی کے باطل نظریات کا جواب — مولانا اسلم بستوی — 242

ملعون رشدی کی معراج مصطفیٰ پر تنقید — مولانا احمد القادری' بھیروی — 247

معراج جسمانی کے دلائل — 250
قیاس — 250
نص — 251
احادیث — 252
اقوال سلف — 252
رویت باری — 253
منکرین رویت کی دوسری دلیل — 254
احادیث — 255
اقوال اسلاف وائمہ — 256
فیصلہ — 257

محمد عربی اور ہمہ گیر انقلاب — علامہ ارشد القادری — 258

بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین ـــــ ظہیرالدین قادری ـــــ 264

اسلام کے خلاف مرتدہ تسلیمہ نسرین کے معاندانہ نظریہ کا اصل سبب ـــــ 264
قرآن پر تفصیلی نظر ثانی کی ضرورت (نعوذ باللہ) ـــــ 265
بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا ـــــ 265
اسلام اور تعدد ازدواج ـــــ 267
کیا اسلام نے طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں کر نا انصافی کی ہے؟ (نعوذ باللہ) ـــــ 269
شوہر کو صدارت کیوں تفویض کی گئی ـــــ 271
اسلام، پردہ اور ترقی ـــــ 272

کیا پردہ خواتین کی ترقی میں رکاوٹ ہے؟ ـــــ محترمہ پروین رضوی ـــــ 273

محمد عربی ﷺ کے احسانات طبقہ نسواں پر ـــــ ظہیرالدین قادری ـــــ 278

محمد عربی ﷺ کی ازواج مطہرات اور
اہل بیت اطہار ـــــ ظہیر الدین قادری ـــــ 286

تقدیر و تدبیر ـــــ اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی ـــــ 290

دعا کی حدیثیں ـــــ 294
باب تدبیر میں آیات واحادیث ـــــ 302

وجود باری تعالیٰ اور وحدانیت کے عقلی دلائل ـــــ مولانا غلام رسول سعیدی ـــــ 313

انقطاع اسباب سے استدلال ـــــ 313
طبعی خواص کی نفی سے استدلال ـــــ 314
شہتوت سے استدلال ـــــ 314
لیموں سے استدلال ـــــ 314
زرعی پیداوار سے استدلال ـــــ 315
ڈارون کے نظریہ کا ابطال ـــــ 316
خلقت انسان سے استدلال ـــــ 316
انسانی تخلیق کے مراحل سے استدلال ـــــ 317
ماں کے دودھ سے استدلال ـــــ 319
جانوروں کے دودھ سے استدلال ـــــ 319
نظام ہضم سے استدلال ـــــ 320
انسانی نشوونما سے استدلال ـــــ 320
بیماری اور موت سے استدلال ـــــ 321
نظام کائنات کے ربط اور تسلسل سے ـــــ 321
پانی کی فراہمی سے ـــــ 321
نظام کائنات کے تناسب سے ـــــ 322
کرن امید سے ـــــ 323
مایوسی کے وقت مشرکوں کے رجوع الی اللہ سے ـــــ 323
نفس انسان کی شہادت سے ـــــ 324
زمین اور اس کی کیفیات سے ـــــ 325
لیل و نہار سے ـــــ 326
کشتیوں سے ـــــ 327
ہواؤں سے ـــــ 328
بادلوں سے ـــــ 330
حرف آخر ـــــ 331

حمد باری تعالیٰ

جَلّ جَلالہ و عمّ نوَالہ

تجھے حمد ہے خدایا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا — تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا — کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَختُ فِیہِ کا دم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا — وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا — تجھے یک نے یک بنایا

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تجھ کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا — کرو قسمت عطایا

وَاِلَی الْاِلٰہِ فَارْغَبْ کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا — بنو شافع خطایا

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا — نہ کوئی، گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بمشکل
در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا — یہ نہ پوچھ کیسا پایا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا — نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سر چرخ زیر پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکایا — تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجوم نالش کوئی جانے ابر چھایا — بڑی جوششوں سے آیا

کبھی وہ چہک کہ بلبل کبھی وہ مہک کہ خود گل
کبھی وہ لہک کہ بالکل چمن جناں کھلایا — گل قدس لہلہایا

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا — کہے روح ہاں جلایا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سرد گہ تپاں ہے
کبھی زیر لب فغاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھایا — رخ کام جاں دکھایا

یہ تصورات باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدایا — میں انہیں شفیع لایا

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ (۱) مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی (۲) من بے کس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ (۳) چو بطیبہ رسی عرضے بکنی!
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ (۴) خط ہالہ مو زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی برن برسا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمْ (۵) اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ (۶) رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ (۷) آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینے کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَّالْھَمُّ شُجُوْن (۸) دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا (۹) یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

---

(۱) حضور کا نظیر کسی کو نظر نہ آیا۔
(۲) سمندر اونچا ہوا اور موجیں طغیانی پر ہیں۔
(۳) اے آفتاب تو نے میری رات دیکھی۔ (اس میں اشارہ ہے کہ میری رات آفتاب کے سامنے بھی رات ہی رات رہی۔)
(۴) حضور کے لیے سب سے زیادہ خوبصورت چہرہ میں ایک چودھویں رات کا چاند ہے۔ ۱۲ منہ
(۵) میں پیاس میں ہوں اور تیری سخاوت سب سے زیادہ کامل و تام ہے۔ ۱۲ منہ
(۶) اے میرے قافلے اپنے قیام کی مدت زیادہ کر۔ ۱۲
(۷) آہ افسوس چند قلیل گھڑیاں کہ گزر گئیں۔ ۱۲
(۸) دل زخمی ہے اور پریشانیاں رنگ رنگ کی ہیں۔ ۱۲
(۹) جان تیرے قربان اپنی سوزش زیادہ کر۔ ۱۲

رضی اللّٰہ عَنہُمْ

تبرکات اسلاف کرام

حضرت حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم

حَمِدتُ اللّٰہَ حِیْنَ ھُدٰی فُؤَادِیْ — اِلَی الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْمَنِیْفِ
میں نے خدا کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو — اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی

لِدِیْنٍ جَاءَ مِنْ رَّبٍّ عَزِیْزٍ — خَبِیْرٍ بِالْعِبَادِ بِھِمْ لَطِیْفٗ
اس دین کی جو عظمت و عزت والے پروردگار کی طرف سے آیا ہے — جو تمام بندوں سے باخبر اور ان پر بڑا مہربان ہے

اِذَا تُلِیَتْ رَسَائِلُہٗ عَلَیْنَا — تَحُدُّ دَمْعُ ذِی اللُّبِّ الْحَصِیْفِ
جب اس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے — تو ہر محکم عقل والے کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں

رَسَائِلُ جَآءَ اَحْمَدُ مِنْ ھُدَاھَا — بِاٰیَاتٍ مُّبَیِّنَۃِ الْحُرُوْفِ
وہ پیغامات جن کی ہدایتوں کو احمد لے کر آئے — واضح الفاظ و حروف والی آیتوں میں

وَاَحْمَدُ مُصْطَفٰی فِیْنَا مُطَاعًا — فَلَا تَغْشُوْہُ بِالْقَوْلِ الْعَنِیْفِ
اور احمد ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے — لہٰذا تم ان کے سامنے ناملائم لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا

فَلَا وَاللّٰہِ نُسْلِمُہٗ لِقَوْمٍ
تو خدا کی قسم! ہم ان کو قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے

وَلَمَّا نَقْضِ فِیْھِمْ بِالسُّیُوْفِ
اور ہم نے ابھی ان کے بارے میں تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے

سلسلہ تحفظ عقائد اہل سنت

شاعر اسلام نسیم القادری فرخ آبادی

رسول گرامی کا فیضان دیکھو
غلاموں پہ ہے کتنا احسان دیکھو
میری کشتی پر ہے لکھا نام احمد
گزرتا ہے کترا کے طوفان دیکھو
یقیں ہے جہنم میں جائے گا رشدی
یہ ہے شکل انساں میں شیطان دیکھو
جو ہے استقامت کا روشن ادارہ
ذرا اس کے جلوؤں کا فیضان دیکھو
خدا کی، نبی کی، علی کی، ولی کی
بتاتا ہے سب کی یہ پہچان دیکھو
عقائد کی اصلاح بھی یہ کرے گا
ہے خوش کتنا سنی مسلمان دیکھو
بڑے سے بڑے فلسفی اور عالم
ہوئے دیکھ کر اس کو حیران دیکھو
یہ بار نظر منکروں کے لیے ہے
مگر اہل حق کی ہے یہ جان دیکھو
بڑی محنتوں سے بڑی کاوشوں سے
سجایا ہے لفظوں کا گلدان دیکھو
جو ہے درس عبرت زمانے کی خاطر
وہ انجام فرعون و ہامان دیکھو
نکالے ہیں پہلے بھی نمبر بہت سے
ظہیر مکرم کا احسان دیکھو
کئی حادثے راہ میں پیش آئے
نہ چھوڑا مگر اپنا میدان دیکھو
ہے تاریخ شاہد کہ جب وقت آیا
بڑھا سب سے پہلے مسلمان دیکھو
جہادِ قلم کا اٹھایا ہے بیڑا
ہے کیا خوب بخشش کا سامان دیکھو
خدائے جہاں اور شہِ دیں کے صدقے
طباعت کی مشکل کو آسان دیکھو
بزرگانِ مارہرہ کی نسبتوں سے
ہوئی عالمی اس کی جو شان دیکھو
ظہیرِ مکرم جو ہیں اس کے بانی
بزرگوں کا ان پر ہے فیضان دیکھو

نسیم حزیں کی یہی آرزو ہے
بڑھے حشر تک اس کی اب شان دیکھو

آنکھیں تیری ہونگی نہ ہرگز خراب

اے اخی اے عاشق محبوب حق — اے نثار طالب و مطلوب حق
جب سنے تو نام پاک مصطفےٰ — چوم انگوٹھے اور آنکھوں سے لگا
پڑھ درود ان پر بہ صیغہ خطاب — آنکھیں تیری ہوں نہ ہرگز خراب
ہوں گے محشر میں شفیع وہ بالیقیں — پھر خدا دے گا تجھے خلد بریں
جس نے کی تعظیم سن کے ان کا نام — آتش دوزخ ہوئی اس پر حرام
ان کی تعظیم مومنوں پر فرض ہے — جو نہ مانے اس کے دل میں مرض ہے
اے خدا اے بے نیاز و کارساز — اے کریم من شہ بندہ نواز
رحم کن بہر حبیب مصطفےٰ — از کرم تو عفو کن جرم و خطا
یارسول اللہ حبیب حق توئی — حق توئی بیشک توئی برحق توئی
رحمتہ للعالمیں شان شما — رحم کن بر حال من بہر خدا
یک نظر بر ایں کمینہ اے کریم — کن طلب سوئے مدینہ اے کریم

اے شفیع من کرم بر ایں غلام
صد ہزاراں الصلوۃ والسلام

(مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب)

شرف انتساب

تحفظ عقائد اہلسنت بشمول "شیطانی آیات بجواب ایمانی آیات" کی مثالی کوشش و کاوش کو اپنے مرشد گرامی، گل گلزار برکاتیت مخدومی اور استاذی تاج العلماء سراج الوفاء حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد عقیدت و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کی نگاہ ولایت نے مجھے خاک سے پاک بنایا اور جن کی روحانیت و کرامت نے قدم قدم پر میری بھرپور دست گیری فرمائی۔

اس مرد حق آگاہ کی نگاہ التفات کی بدولت آج بھی بے شمار قلوب حب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نور سے جگمگا رہے ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے
(اعلیٰ حضرت)

خاکپائے برکاتی : محمد ظہیر الدین برکاتی

مینارۂ نور

عارف باللہ، ولی کامل، احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ مقدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی بارگاہ نوری میں

خراج عقیدت و نذرانہ محبت

جن کے فیض روحانی سے اطراف عالم میں لاکھوں سینے قادری و نوری قندیلوں میں تبدیل ہو گئے جو اپنی ذات میں ایک انجمن اور اپنی دعوتی و فکری جدوجہد کے اعتبار سے ایک عہد آفریں تاریخ کے مالک تھے۔ اسلام و سنیت کے مینارۂ نور تھے، خانوادۂ برکاتیہ کے ایک یادگار اور منفرد روشن چراغ تھے۔

۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۶ء یوم دوشنبہ مبارکہ رات ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر وصال پر ملال کی خبر سن کر دنیا بھر کے مسلمان بلک پڑے اور بیک زبان پکار اٹھے

اے نقیب اعلیٰ حضرت مظہر حیدر حسن
اے بہار باغ زہرا میرے برکاتی چمن

غمزدہ اسیر برکاتی

محمد ظہیر الدین قادری

منافقین اسلام
قرآن کی روشنی میں

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۘ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ (پارہ ا، رکوع ا)

اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور انہیں شعور نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے بدلا ان کے جھوٹ کا۔ (کنزالایمان)

وضاحت: لوگ تین قسم کے ہیں۔ مومن، کافر، منافق۔ مومن وہ جس کے دل و زبان میں ایمان ہو۔ کافر وہ جس کے دل و زبان پر کفر ہو۔ منافق وہ جس کے دل میں کفر ہو مگر تقیہ کر کے زبان پر اسلام ظاہر کرے۔ سب میں بدتر منافق ہے۔ پہلا تقیہ ابلیس نے کیا کہ دل میں حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن تھا اور زبان سے دوست بنا۔ قرآن فرماتا ہے وہ ایمان والے نہیں۔ یا تو اس لیے یہ مومن نہیں کہ دل سے نہیں کہہ رہے ہیں، یا اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور قیامت کا نام تو لیا مگر رسول کا نام نہ لیا۔ جو رسول کو چھوڑ کر باقی ساری چیزوں کو مان لے وہ کافر ہی ہے۔ جیسے ابلیس کہ سارے ایمانیات کا معتقد تھا مگر کافر ہے۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ رسالت کا منکر ہے۔ معلوم ہوا کہ تقیہ بدترین عیب ہے جس دین کی بنا تقیہ پر ہو وہ باطل ہے اور تقیہ باز سخت دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ (خلاصہ تفسیر نور العرفان)

دعائے رحمت سے محروم

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے لیے دعا فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمْنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمْنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ۔ (بخاری)

خداوندا! ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت نازل فرما (دعا کرتے وقت نجد کے کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے) انہوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خداوندا! ہمارے لیے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ! راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ (بخاری)

شیطان کی سینگ

عام طور پر "قرن الشیطان" کا ترجمہ "شیطان کی سینگ" کیا جاتا ہے۔ مصباح اللغات میں اس کا ایک ترجمہ "شیطان کی رائے کا پابند" بھی کیا گیا ہے۔ (ص ٦٦٣) بہرحال! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں، بلکہ فتنہ و شر کی جگہ ہے کیونکہ رحمۃ للعالمین کی دعائے خیر سے محروم ہو جانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہمیشہ کے لیے اس خطے پر شقاوت و بدبختی کی مہر لگ گئی۔ اب وہاں سے کسی خیر کی توقع رکھنا تقدیر الٰہی سے جنگ کرنا ہے--- دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہاں کی خاک سے کوئی ایسا شخص ضرور اٹھے گا جو شیطان کی رائے کا پابند ہوگا یا جس طرح سورج کی پھیل جانے والی پہلی کرن کو "قرن الشمس" کہتے ہیں اسی طرح شیطان کا فتنہ بھی وہاں سے سارے جہاں میں پھیل جائے گا۔

اشارۂ محسوس

نجد و حجاز کا اٹلس (جغرافیائی نقشہ) سامنے رکھئے تو آپ کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ نجد کا علاقہ مدینہ منورہ کے بالکل مشرقی سمت پر واقع ہے۔ مدینے سے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن الفاظ میں اس سمت کی طرف اشارے کیے ہیں وہ ایک وفادار مومن کو چونکا دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نگاہ رسالت پناہ میں نجد کا فتنہ امت کے لیے کس درجہ ہولناک اور ایمان شکن تھا۔ (بخاری)

نفاق کفر ہے (القرآن)

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ○ اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ○ (پارہ ۲۸، رکوع ۱۲)

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں' اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا' تو اللہ کی راہ سے روکا۔ بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں' یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے۔ پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (کنز الایمان)

وضاحت: معلوم ہوا کہ نفاق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آنا گناہ ہے کہ رب تعالیٰ نے منافقوں کی یہ حاضری ان کے عیوب میں شمار فرمائی۔ جیسے کفار کا حضور کے چہرۂ انور کو دیکھنا گناہ ہے۔ ایمان کے ساتھ اس بارگاہ میں حاضری' انہیں دیکھنا بہترین عبادت ہے جو مومن کو صحابی بنا دیتی ہے۔ عمل ایک ہے مگر نیت کے اختلاف سے احکام مختلف ہیں۔ اسی لیے قرآن نے فرمایا: منافق جھوٹے ہیں یعنی وہ خود اپنے کو اس قول میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ گواہی وہ ہے جو دل سے دی جائے' یہ لوگ صرف زبان سے کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوی ایسی نازک ہے کہ کبھی انسان بات سچی کہتا ہے مگر جھوٹا ہوتا ہے۔ وہاں صرف زبان نہیں دیکھی جاتی' دل کی گہرائیوں پر نظر ہے۔ زیادہ قسمیں کھا کر اپنے مومن ہونے کا ثبوت دینا منافقوں کا کام ہے۔ تبھی قرآن نے فرمایا کہ وہ دل سے ایمان لائے' پھر دل سے کافر ہوئے۔ یہ ہی منافقوں کا عمل ہے۔ (تفسیر نور العرفان)

مشکوۃ شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:

منافق کی پہچان

قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاهُ ذُوالْخُوَيْصَرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَيْلَكَ فَمَنْ يَّعْدِلُ اِذْ لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِّيْ اَضْرِبُ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يَّحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ (مشکوۃ ص۵۳۵)

قرآن حلق سے نہیں اترے گا

وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور علیہ السلام مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نام کا ایک شخص جو قبیلہ بنی تمیم کا رہنے والا تھا' آیا اور کہا اے اللہ کے رسول انصاف سے کام لو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: افسوس تیری جسارت پر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرنے والا ہے' اگر میں انصاف نہ کرتا تو خائب و خاسر ہو چکا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب نہیں رہا گیا تو انہوں نے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ اکیلا نہیں ہے' اس کے بہت سے ساتھی ہیں جن کی نمازوں اور جن کے روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ ان ساری ظاہری خوبیوں کے باوجود وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

منافقین پر سخت ترین جہاد کا حکم (القرآن)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ○ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ○ (پارہ ۱۰، رکوع ۱۵)

اے غیب کی خبریں دینے والے! (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقین پر۔ اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا۔ اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی۔ اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا۔ اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا' تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا --- دنیا اور آخرت میں۔ اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہو گا اور نہ مددگار۔ (کنزالایمان)

وضاحت : شان نزول : غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین کے برے انجام کا ذکر فرمایا۔ تو ایک شخص جلاس نے کہا کہ اگر حضور سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بدتر ہوئے۔ عامر ابن قیس نے یہ خبر حضور کے گوش گزار کر دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلاس سے پوچھا: وہ قسم کھا گیا کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ عامر نے مجھ پر تہمت باندھی ہے۔ پھر عامر نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے سچ کہا ہے۔ اور عامر نے دعا کی کہ مولا! سچے کی تصدیق فرمادے' اس وقت یہ آیت کریمہ اتری۔ روایت میں ہے کہ جلاس نے توبہ کر لی اور مخلص مومن بن گیا۔ (خزائن العرفان)

مذکورہ آیات کریمہ میں کفار کا ذکر ہے' یہاں کفار سے مراد حربی کفار ہیں اور کفار سے جہاد تلوار سے ہے۔ منافقین سے جہاد زبانی' سختی اور قوی دلائل سے --- معلوم ہوا کہ کھلے کافر اور منافق دوزخی ہونے میں برابر ہیں۔ اگرچہ دنیا میں ان کے احکام مختلف ہیں۔ مذکورہ آیات میں ہے یعنی ظاہری طور پر مسلمان ہونے کے بعد ظاہری کافر بھی ہو گئے کیونکہ منافقین تو در حقیقت پہلے ہی سے کافر تھے۔ جلاس نے عامر کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر نہ کر سکا۔ (خلاصہ تفسیر نور العرفان)

حدیث شریف: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشکوۃ شریف میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

پہچان سر منڈانا ہے

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَ فِرْقَةٌ قَوْمٌ يُّحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِيْ شَيْءٍ مَّنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ۔

(مشکوۃ ص ۳۰۸)

بدترین مخلوق

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اختلاف و تفریق کا واقع ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ پس اس سلسلے میں ایک گروہ نکلے گا جس کی باتیں بظاہر دل فریب اور خوش نما ہوں گی لیکن کردار گمراہ کن اور خراب ہو گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر دین کی طرف واپس لوٹنا انہیں نصیب نہ ہو گا' یہاں تک تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت و سرشت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہ ہو گا۔ جو ان سے قتال کرے گا وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہو گا۔ صحابہ نے فرمایا: ان کی خاص پہچان کیا ہو گی؟ یا رسول اللہ! فرمایا: سر منڈانا۔

مرتد کی سزا قتل ہے (ارشادِ قرآنی)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ
اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ
اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
سَبِيْلًا ○ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ
حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا
تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (پارہ ۵، رکوع ۸)

تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا۔ ان کے کوتکوں کے سبب۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز اس کے لیے راہ نہ پائے گا۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے۔ تو تم سب ایک ہو جاؤ۔ تو ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھربار نہ چھوڑیں، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔ (کنزالایمان)

وضاحت: جو منافق مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوئے بلکہ ان کے خلاف کفار سے سازباز کی اور ان کی یہ حرکت مسلمانوں پر کھل گئی تو وہ شریعت کے مرتد، ملت کے باغی، ملک کے غدار، بہرحال قتل کے سزاوار ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مقابل کفار سے سازباز کرنے والا قتل کا مستحق ہے، اگرچہ کلمہ ہی پڑھتا ہو۔ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں اتری جو جنگ بدر میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے، راستہ میں مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر مکہ چلے گئے اور مشرکین سے مل گئے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ لوگ منافق ہیں یا مجاہر کافر ہیں۔ انہیں قتل کیا جائے یا نہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (روح) رب نے حکم دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں تو انہیں جہاں پاؤ قتل کرو، یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ (خلاصہ تفسیر نور العرفان)

منافق (حدیث کی روشنی میں)

اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی

اَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِی الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوقُ الرَّاْسِ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ اِتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ فَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُهُ فَيَاْمَنُنِی اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَاتَامَنُوْنِیْ فَيَسْئَلُ قَتْلَهٗ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۳۵)

ایک ایسا شخص آیا جس کی گہری آنکھیں، کھڑا ماتھا، کھچڑی داڑھی، ڈھلکی ہوئی گالیں اور مونڈھا ہوا سر۔ کہنے لگا اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ حضور نے فرمایا: میں ہی نافرمان ہو جاؤں گا تو اللہ کی فرماں برداری کون کرے گا۔ اللہ نے تو مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے، لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ اسی درمیان میں ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا: کہ اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انہیں پاتا تو قوم عاد کی طرح ان کے ساتھ قتال کرتا۔

کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد (القرآن)

یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ○ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ○ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ○ (پارہ ۱۰، رکوع ۱۴)

منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورت ایسی اترے جو ان کے دلوں کی چھپی جتادے۔ تم فرماؤ ہنسے جاؤ۔ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔ اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (کنزالایمان)

وضاحت: خیال رہے کہ علیہم - تنبئہم کی ضمیریں مسلمانوں کی طرف اور قلوبہم کی ضمیر منافقوں کی طرف لوٹتی ہے۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قرآن کا حضور پر اترنا گویا امت پر اترنا ہے۔ کیونکہ قرآن سے امت کی ہدایت مقصود ہے۔ دوسرے یہ کہ حضور تو منافقوں کو پہلے سے ہی جانتے ہیں۔ منافقوں کی آیات اترنے سے مسلمان انہیں پہچان جائیں گے۔ اس لیے تنبئہم میں ضمیر جمع لائی گئی۔ تیسرے یہ کہ حضور پردہ پوش ہیں، منافقوں کو حتی الامکان رسوا نہیں فرماتے۔ قرآن ان بدنصیبوں کے راز فاش فرماتا ہے۔

شان نزول یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے تین منافقوں میں سے دو آپس میں بولے کہ حضور کا خیال ہے کہ ہم روم پر غالب آ جائیں گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ تیسرا خاموش تھا مگر ان کی باتوں پر ہنستا تھا۔ حضور نے ان تینوں کو بلا کر پوچھا تو وہ بولے کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لیے دل لگی کرتے جا رہے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ معلوم ہوا کہ کفری باتیں سن کر ہنسنا یا خاموش رہنا بھی کفر ہے، کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔ اس لیے رب نے فرمایا کہ تم کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد۔

(خلاصہ تفسیر نور العرفان)

نام نہاد نمازی کا قتل

حدیث پاک کی روشنی میں

محدث کبیر امام ابو یعلی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی اور صاحب ابریز نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ فِيْنَا شَابٌّ ذُوْ عِبَادَةٍ وَزُهْدٍ وَاجْتِهَادٍ فَسَمَّيْنَاهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَصَفْنَاهُ بِصِفَةٍ فَلَمْ يَعْرِفْهُ فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَالِكَ اِذْ اَقْبَلَ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاَرٰى عَلٰى وَجْهِهٖ سَفْعَةً مِّنَ الشَّيْطٰنِ فَجَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَعَلْتَ فِيْ نَفْسِكَ اِنَّ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ خَيْرٌ مِّنْكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ ثُمَّ وَلّٰى فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا فَدَخَلَ فَاِذَا هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ كَيْفَ اَقْتُلُ رَجُلًا وَهُوَ يُصَلِّيْ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ سَاجِدٌ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاَرَادَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک بڑا ہی عابد و زاہد نوجوان تھا۔ ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اسے نہیں جان سکے پھر اس کے حالات و اوصاف بیان کیے، جب بھی حضور اسے نہیں پہچان سکے یہاں تک کہ ایک دن وہ اچانک سامنے آگیا۔ جیسے ہی اس پر نظر پڑی، ہم نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کہ یہ وہی نوجوان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں وہ حضور کے قریب آیا اور سلام کیا۔ نبی علیہ الصلوۃ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تو ابھی اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ تجھ سے بہتر یہاں کوئی نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا، ہاں! اس کے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا، میں۔ اس ارادے سے وہ مسجد کے اندر گئے تو اسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں؟ جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازی

لَارْجِعَنَّ فَقَدْ رَجَعَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ يَا عُمَرُ فَذُكِرَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَنَا فَقَالَ اَنْتَ تَقْتُلُهٗ اِنْ وَجَدْتَهٗ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَوَجَدَهٗ قَدْ خَرَجَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ قَتَلَهٗ لَكَانَ اَوَّلُهُمْ وَاٰخِرُهُمْ وَلَمَّا اخْتَلَفَا فِیْ اُمَّتِیْ اِثْنَانِ۔ (ابریز شریف ص۲۷۷)

کے قتل سے منع کیا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آواز دی کون اسے قتل کرتا ہے؟ حضرت عمر فاروق نے جواب دیا' میں۔ جب وہ مسجد کے اندر گئے تو اس وقت نوجوان سجدہ کی حالت میں تھا۔ وہ بھی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابو بکر کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا' میں۔ حضور نے فرمایا: تم اسے ضرور قتل کردو گے بشرطیکہ وہ تمہیں مل جائے لیکن جب حضرت علی مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ جا چکا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا' میری امت کے دو افراد بھی کبھی آپس میں نہیں لڑتے۔

باغی اسلام کو قتل کرنے کا حکم (القرآن)

يُرِيدُونَ اَنْ يُّبَدِّلُوا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًاO قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاO لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًاO (پارہ ۲۶، رکوع ۱۰)

وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ، ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے یونہی فرمادیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو، بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔ ان پیچھے رہ گئے گنواروں سے فرماؤ، عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو، یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسا کہ پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ (کنزالایمان)

وضاحت: یہاں کلام اللہ سے مراد رب تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ خیبر میں صرف حدیبیہ والے جائیں گے، وہاں کی غنیمت صرف انہیں کا حصہ ہے۔ صحابہ کرام کے کام رب کی طرف سے تھے۔ ان پر اعتراض رب پر اعتراض ہے۔ صحابہ کرام بالخصوص بیعت الرضوان والوں کو حاسد یا خائن کہنا منافقوں کا کام ہے۔ یمامہ والے قبیلہ بنی حنفیہ کے لوگ ہیں جو مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر مرتد ہوئے۔ خلافت صدیقی میں ان سے سخت تر جنگ ہوئی جس میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ مسیلمہ جہنم رسید ہوا۔ اتنے حفاظ، صحابہ شہید ہوئے کہ قرآن کریم کی حفاظت خطرے میں پڑ گئی۔ تب قرآن کریم جمع کیا گیا، تاکہ کتابی شکل میں بھی آ جائے۔ قرآن نے فرمایا ان (مرتدین) سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ وہ لوگ مرتدین ہوں گے۔ مرتد سے جزیہ نہیں لیا جاتا، ان کے لیے قتل ہے یا اسلام۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی کو نبی ماننا کفروارتداد ہے کہ یمامہ والے مسیلمہ کو نبی ماننے کی بنا پر مرتد مانے گئے۔ نیز معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔
(تفسیر نورالعرفان)

آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا

حدیث شریف: حضرت شریک ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے اس میں انہوں نے گستاخ شخص کے متعلق سرکار رسالت مآب کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ثُمَّ قَالَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَانَ ھٰذَا مِنْھُمْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ اٰخِرُھُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ ھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ الْخَلِیْقَۃِ (مشکوۃ ص ۳۹)

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک گروہ نکلے گا گویا یہ شخص اسی گروہ کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ ان کی خاص پہچان "سر منڈانا" ہے۔ وہ ہمیشہ گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تم ان سے ملو گے تو انہیں اپنی طبیعت و سرشت کے لحاظ سے بدترین پاؤ گے۔

قاتل کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے

حدیث شریف: اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل حدیث بیان کرنے سے پہلے حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قسم خدا کی! آسمان سے زمین پر گر پڑنا میرے لیے آسان ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد اصل حدیث کا سلسلہ یوں شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاۗءُ الْاَحْلَامِ یَقُوْلُوْنَ مِنْ خَیْرِ قَوْلِ الْبَرِیَّۃِ لَا یُجَاوِزُ اِیْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ فَاَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِیْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِّمَنْ قَتَلَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(بخاری ج ۲ ص ۲۲۴)

میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اخیر زمانے میں نوعمر اور کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت نکلے گی۔ باتیں وہ بظاہر اچھی کہیں گے، لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پس تم انہیں جہاں پانا قتل کر دینا کہ قیامت کے دن ان کے قاتل کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے۔

توہین رسول کا مرتکب کافر ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والوا راعنا نہ کہو۔ اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔ اور پہلے ہی سے بغور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

وضاحت: بعض دفعہ صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعظ میں عرض کرتے رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ ہماری رعایت فرماتے ہوئے یہ کلام واضح فرمادیں۔ یہود کی زبان میں یہ لفظ گالی تھا۔ انہوں نے بری نیت سے یہی لفظ کہنا شروع کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود سے کہا کہ اگر تم آئندہ یہ لفظ بولے تو تمہاری گردن ماردوں گا' کیونکہ آپ یہود کی زبان سے واقف تھے۔ یہود بولے کہ مسلمان بھی تو یہ لفظ بولتے ہیں' تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تمام مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کردیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں ہلکا لفظ بولنا کفر ہے اگرچہ توہین کی نیت نہ بھی ہو۔ اسی لیے فرمایا گیا وَلِلْكٰفِرِیْنَ۔ (تفسیر نور العرفان)

اداریہ

ظہیر الدین قادری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہم جو کہتے ہیں وہی کر کے دکھادیتے ہیں

لیجیے! "تحفظ عقائد اہلسنّت" پیش خدمت ہے۔

قارئین کرام! وہ عظیم، تاریخ ساز، عہد آفریں اور معلومات و معارف کا انمول و بے مثال خزینہ جس کے لیے آپ کو طویل، سخت، صبر آزما اور بے پناہ انتظار کی کلفتوں، زحمتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اب وہ خزینہ بصورت "تحفظ عقائد اہلسنّت" اپنی تمام تر تابانیوں، رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کی نظروں کے سامنے جلوہ گر و ضیاء بار ہے۔ خوبصورت تحفہ، یہ انمول سوغات، یہ گرانقدر دولت، یہ بیش بہا خزینہ پاکر کیا اب بھی آپ کا غصہ فرو نہیں ہوا۔ کیا اب بھی آپ مدیر "استقامت" پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ کیا اب بھی آپ کے ہونٹوں پر تبسم کی قوس قزح بکھر نہیں سکی۔ کیا اب بھی آپ کو "دیر آید درست آید" کی کہاوت کی صداقت کو تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش ہے---؟

تحفظ عقائد اہلسنّت کی ترتیب و تکمیل کے جاں گداز مراحل پر ایک نظر

ساتھی ہے کوئی اور نہ کچھ زاد سفر ہے
اللہ پہ بھروسہ ہے محمد ﷺ پہ نظر ہے

صحافت کا میدان خاص کر دینی و مذہبی صحافت کا میدان کتنا سنگلاخ، کیسا سخت اور کس قدر ناہموار ہے۔ اس سے کم و بیش ہر صحافی، ہر قلمکار اور اس میدان سے تعلق رکھنے والا ہر دیدہ ور شخص بحسن و خوبی واقف ہے۔ میں نے اپنی چالیس سالہ صحافتی زندگی میں کیا کیا نشیب و فراز دیکھے، کیسے کیسے نامور قلمکاروں اور بلند حوصلہ صحافیوں کو سینہ ٹھونک کر اس پرخار و ناہموار و سنگلاخ سرزمین پہ قدم رکھتے، لڑھکتے اور سر کے بل گرتے دیکھا۔ کن کن رسائل و جرائد، اخبارات و مجلات کو اپنی بے پناہ آب و تاب اور چمک دمک کے ساتھ آسمان صحافت کے افق پر طلوع ہوتے، جگمگاتے اور پھر کچھ ہی عرصہ میں غروب ہو کر فنا کے غار میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہوتے دیکھا۔ اگر ان سب کی تاریخ مرتب کرنے پر آجاؤں، تو شاید ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔ اس میدان میں آپ کو حوصلہ شکنی تو ملے گی مگر ہمت افزائی نہیں۔ نکتہ چیں اور عیب جو تو ملیں گے مگر ہم قدم و ہم سخن نہیں---اس

مقام پر ایک واقعہ نقل کر دینا بے جا نہ ہوگا۔ چند سال پیشتر کی بات ہے میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی قدم بوسی اور حصول دعا کے لیے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوا تو وہیں پر ایک ممتاز و نامور مفتی صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ مفتی صاحب سے جب میں نے "تحفظ عقائد اہلسنّت" نکالنے کی بات کی اور ان سے قلمی تعاون اور مشورۂ نیک کا طلبگار ہوا تو انہوں نے بڑے ہی روکھے اور حوصلہ شکن انداز میں فرمایا کہ "ظہیرالدین قادری! مانا کہ آپ میدان صحافت کے ایک ماہر کھلاڑی ہیں اور اب تک آپ اولیاء نمبر، حج نمبر، شام کربلا نمبر، مفتی اعظم ہند نمبر، سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عربی نمبر جیسے ممتاز اور جاندار و شاندار نمبر نکال چکے ہیں، لیکن "تحفظ عقائد اہلسنّت" کا نکالنا آپ کے بس کی بات نہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ آپ یہ نمبر شایان شان طور پر نکالنے میں کامیاب ہو سکیں گے"۔

مجھے مفتی صاحب کے اس طرز عمل اور انداز تکلم سے کافی صدمہ پہنچا۔ لیکن ان کی اس حوصلہ شکن اور مایوس کن گفتگو کے باوجود میں نے ہمت نہ ہاری۔ میرے ذہن میں استقامت ڈائجسٹ کے سیدنا محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر ہی کے انداز پر "تحفظ عقائد اہلسنّت" مرتب کر کے منظرعام پر لانے کا جو ایک خاکہ وجود میں آ چکا تھا، میں اس خاکہ کے اندر شب و روز رنگ بھرنے کے کام میں تن من دھن سے جٹ گیا۔ مجھے اس راہ کی اڑچنوں، رکاوٹوں، ناہمواریوں اور دشواریوں کا پورا پورا احساس تھا، لیکن اس جاں گداز و جاں گسل و ہمت شکن احساس کے باوجود میرا اس حقیقت پر یقین کامل تھا کہ۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اب اس مقام پر "تحفظ عقائد اہلسنّت" کی ترتیب و تالیف و تکمیل کے جاں گداز مراحل کی المناک داستان سنا کر آپ کے وقت کو ضائع کرنا ہرگز مناسب نہیں سمجھتا۔ بس یوں سمجھ لیں کہ۔

اس طرح طے کی ہیں ہم نے منزلیں
گر پڑے، گر کر اٹھے، اٹھ کر چلے

اٹیچی کی چوری کا المناک واقعہ

"تحفظ عقائد اہلسنّت" کس طرح اور کیوں کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچا اور اس راستے میں مجھے کن کن دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کو بیان کرنا حقیقتاً آپ کا وقت ہی ضائع کرنا ہے، لیکن ایک المناک سانحہ کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جس وجہ سے میرے اس عظیم کاز کو سخت دھچکا لگا۔ منزل تک پہنچنا اور بھی دشوار ہو گیا۔ ہر طرف اندھیرا سا چھاتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ درحقیقت یہی وہ واقعہ تھا جو تحفظ عقائد اہلسنّت کی جلد از جلد تکمیل کے راستے کا سب سے بڑا روڑا ثابت ہوا جس کے باعث کتاب ہذا کے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی اور ہمارے مخلصین و معاونین اور احباب کو انتظار کے جاں گسل لمحات سے دوچار ہونا پڑا۔ بعض حضرات تو میری نیت ہی پر شبہ کر بیٹھے، گالیوں بھرے خطوط آنے لگے۔ جبکہ خدا گواہ ہے کہ میں روز اول ہی سے پورے اخلاص وللہیت اور تندہی کے ساتھ کتاب کی تیاری اور اس کی طباعت کے لیے اسباب و وسائل کی فراہمی میں اپنے آرام کو تج کر ہمہ تن مصروف رہا۔ نگر نگر، شہر شہر کی خاک چھانی۔ معیاری، پرمغز اور معلومات افزا مضامین کے لیے بہترین اور صف اول کے علماء اور اہل قلم حضرات سے رابطہ قائم کیا۔ کتابت و تزئین کے لیے ملک کے ممتاز و منفرد کاتبوں اور آرٹسٹوں کی خدمات حاصل کیں۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کی تفصیل میں

جانا بے سود ہے۔ یہاں تو وہ المناک واقعہ بیان کرنا مقصود ہے جس کی کسک میں آج بھی محسوس کرتا ہوں اور شاید ہمیشہ محسوس کروں گا۔

یہ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کا واقعہ ہے۔ میں ملک کے اہل دل و درد مند حضرات سے کتاب کی اشاعت کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی مہم پر نکلا ہوا تھا۔ نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا ہوا میں اس دن باندرہ کے ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کی آمد کا منتظر تھا کہ پلک جھپکتے ہی کسی روسیاہ نے میری اٹیچی چرالی--- وہ اٹیچی جس میں "تحفظ عقائد اہلسنت" کے کتابت شدہ تقریباً تین سو صفحات، پینتیس ہزار روپے نقد، دس ہزار روپے کا ایک چیک، استقامت کا سرکاری لائسنس و دیگر ضروری کاغذات موجود تھے۔ اٹیچی کی چوری کا علم ہوتے ہی مجھے ایسا لگا جیسے پیر کے نیچے سے زمین کھسک گئی ہو۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا ہو۔ یہ ایک ایسا سانحہ تھا کہ اگر کوئی نووارد کم ہمت صحافی ہوتا تو شاید وہ قدم آگے بڑھانے کی جسارت نہ کرتا۔ اس کے حوصلے اس کا ساتھ چھوڑ جاتے، مگر میں تو "تحفظ عقائد اہلسنت" کو تکمیل سے ہمکنار کرنے کے لیے دیوانگی کی حد تک خود کو تیار کر چکا تھا۔ میں نے اپنی بچی کھچی قوتوں کو مجتمع کیا، اپنے پیشوایان طریقت سے روحانی مدد و حمایت کا خواستگار ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا ضائع شدہ اوراق کی دوبارہ کتابت اور ان کی تزئین و آرائش کرانے میں جٹ گیا کہ۔

کم ہمتی سے زیست کا ساماں نہیں ہوتا
آہوں سے علاج غم دوراں نہیں ہوتا

کیا یہ فضل ایزدی اور تائید غیبی نہیں کہ ملک کے اعلیٰ اور ممتاز ترین آرٹسٹوں اور کاتبوں کے ذریعہ جب وہی چوری شدہ صفحات دوبارہ تیار کرائے گئے تو پہلے سے بھی زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت تیار ہوئے۔ چوری کا یہ سانحہ یقیناً میرے لیے بڑا ہی صبر آزما اور حوصلہ شکن تھا، مگر اللہ عزوجل نے وہ طاقت اور قوت عطا فرمائی کہ میں ہمت نہ ہارا۔ قدم بہ قدم آگے ہی بڑھتا رہا نتیجتاً منزل قریب سے قریب تر ہوتی گئی۔

نہ آنے پائے بل پیشانی سعی و عزیمت پر
جہاد زندگی میں استقامت کی ضرورت ہے

ایمانی آیات در جواب شیطانی آیات

یہ غالباً پانچ چھ سال قبل کی بات ہے میں احباب اہلسنت کی مخلصانہ دعوت پر لندن پہنچا ہوا تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب ہندی نژاد برطانوی مصنف سلمان رشدی کی دل آزار و مردود کتاب "شیطانی آیات" منظرعام پر آ کر دنیا بھر کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے قلوب کو گھائل کر چکی تھی۔ ہر طرف غم و غصہ کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔ عالمی سطح پر سلمان رشدی کے خلاف احتجاجات اور مظاہرے ہو رہے تھے۔ خود انگلینڈ کے طول و ارض میں بھی مسلمان جلسے و جلوس اور قراردادوں کے ذریعے حکومت برطانیہ سے اس مردود کتاب پر پابندی عائد کرنے اور اہانت رسول کے جرم میں ملعون رشدی کو قرار واقعی سزا دینے کا زبردست مطالبہ کر رہے تھے۔ بسیں پھونکی جا رہی تھیں، راستے جام کیے جا رہے تھے۔ ہر چہار جانب ایک ہنگامہ محشر برپا تھا۔ شاید ہی چشم عالم نے کبھی عالم اسلام کے اس قسم کے اضطراب کو دیکھا ہو۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی یہ بے چینی، یہ کرب، یہ اضطراب اس بات کا واضح غماز تھا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ فلک وقار میں کسی طرح کی توہین و اہانت کو برداشت نہیں کر سکتا--- میں نے جب مسلمانان عالم کے اس کرب و اضطراب کو دیکھا تو میں

نے عام روش سے ہٹ کر اس پہلو پر غور کیا کہ کیوں نہ لوہے کو لوہے سے کاٹا جائے۔ تحریر کا جواب تحریر سے دیا جائے' اور ایسا دندان شکن' مسکت اور مدلل و مکمل جواب دیا جائے کہ یورپ کا سنجیدہ اور انصاف پسند طبقہ بھی سلمان رشدی کی شیطنت و خباثت کو پہچان لے اور محض اسلام دشمنی کے جذبے کے تحت اس شیطان اور خبیث صفت مصنف کی بے جاحمایت و طرف داری سے باز آجائے' اور جان لے کہ اسلام جیسے پاکیزہ مذہب اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے محسن انسانیت اور رحمت عالم پر جارحانہ' رکیک اور انسانیت سوز حملہ کرنے والا شخص صحیح الدماغ' سلیم الطبع اور سنجیدہ فکر و شعور کا مالک ہرگز نہیں ہو سکتا' یہ کام تو وہی کر سکتا ہے جو نطفہ نا تحقیق ہو' دیوانہ و پاگل ہو' شیطان رجیم کا شاگرد ہو۔

چنانچہ جب میں انگلینڈ و دیگر ممالک کے دورے سے واپس ہوا تو اس عزم مصمم کے ساتھ واپس ہوا کہ مجھے اس کتاب کا جواب ضرور بالضرور دینا ہے۔ چنانچہ کئی ماہ کی لگاتار محنت' پیہم جدوجہد اور مسلسل کدوکاوش کے بعد "شیطانی آیات" کا جواب "ایمانی آیات" کے نام سے لکھنے میں اللہ عزوجل نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔ کئی سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب کیسی ہے؟ کس قدر باصرہ افروز اور باطل سوز ہے؟ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ خود پڑھئے اور فیصلہ کیجئے--- میں تو بس اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ خون جگر سے لکھی گئی یہ کتاب اگر محسن انسانیت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور باریاب و قبول ہو گئی تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنی مغفرت و نجات کا پروانہ مل گیا۔

ایمانی آیات انگلش میں--- سٹینک ورسیز "در جواب" دی فائنل ورسیز

انگریزی زبان چونکہ ایک بین الاقوامی زبان ہے' دنیا کے ہر خطے میں یہ زبان رائج ہے اور ملعون رشدی کی ناپاک کتاب "سٹینک ورسیز" بھی انگریزی ہی میں ہے لہٰذا ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ "ایمانی آیات" کو بھی انگریزی میں شائع کیا جائے۔ پھر جب میں نے ملت کے بعض باشعور و دانشور حضرات کے درمیان اپنے اس خیال کو پیش کیا تو انہوں نے بھی میرے اس نظریہ کی بھرپور تائید فرمائی۔ بلکہ بعض مخلصین نے تو یہاں تک کہا کہ "شیطانی آیات" چونکہ انگریزی میں ہے' لہٰذا اس کا جواب بھی انگریزی میں آنا چاہیے۔ تبھی دراصل احقاق حق اور ابطال باطل کا اصل مقصد حاصل ہو سکے گا۔ لیکن مسئلہ تھا ترجمے کا--- میں نے اس سلسلے میں جب غور کیا تو میری نگاہ تاجدار مارہرہ مطہرہ احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قبلہ نور اللہ مرقدہ کے چہیتے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم (مارہروی) جامعہ ملیہ دہلی پر جا کر ٹھہر گئی--- چنانچہ میں اپنی اولین فرصت میں آپ سے ملاقات کے لیے جون ۱۹۹۵ء میں دہلی پہنچا۔ موصوف بڑے ہی پرتپاک انداز میں ملے اور آنے کا مقصد معلوم کیا۔ میں نے جب آپ کے سامنے اپنے آنے کا مقصد رکھا تو آپ نے بڑی ہی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور بے حد حوصلہ افزائی فرمائی اور خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے میری والہانہ وابستگی اور گہری ارادت کو مد نظر رکھتے ہوئے میری عرضداشت کو قبول فرمالیا---

اس دورۂ دہلی میں مجھ پر اچانک بے ہوشی کا دورہ پڑا اور بغرض علاج بیس روز تک دہلی میں قیام پذیر رہا۔ اس عرصہ میں شہزادۂ ذی وقار مخدوم گرامی ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم صاحب قبلہ نے جس خلوص و محبت کا ثبوت دیا اور عیادت و تیمارداری فرمائی' میں اس کے لیے تاحیات ان کا ممنون کرم رہوں گا اور اس عظیم احسان کا بدلہ کبھی چکا نہ پاؤں گا۔ یہ تو ایک ضمنی بات تھی' میں عرض یہ کر رہا تھا کہ میری مخلصانہ درخواست کو قبول کرنے کے بعد پروفیسر اسلم صاحب قبلہ اپنی بے پناہ مصروفیات اور گوناگوں تدریسی مشاغل کے ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود اپنے رفیق کار عالی جناب ڈاکٹر سہیل احمد صاحب فاروقی کے تعاون سے ایمانی آیات کو انگریزی قالب عطا کرنے میں پوری تندہی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ نادم تحریر انگریزی ترجمے کے ایک سو ساٹھ صفحات

کمپیوٹر سے پرنٹ ہو کر دستیاب ہو چکے ہیں۔ ایمانی آیات کے اس انگریزی ترجمہ کا نام محترم ڈاکٹر سید جمال الدین نے (دی فائنل ورسیز) "THE FINAL VERSES" تجویز کیا ہے۔ اس نام کو اہل علم و دانش حضرات نے بے حد پسند کیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی یہ کتاب بھی زیور طبع سے مزین ہو کر منظر عام پر آجائے گی اور امید ہے کہ پوری دنیا میں انگریزی داں طبقہ اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لے گا اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔

استقامت ڈائجسٹ کی ایک مختصر تاریخ

بیسویں صدی عیسوی کے وسط کا وہ دور کتنا نازک اور مایوس کن تھا جبکہ تقسیم ہند کے بعد رونما ہونے والا سناٹا ہر چہار جانب اپنے پنجے مضبوطی کے ساتھ گاڑے ہوئے تھا۔ مسلمانان ہند میں ایک عجیب سی بے کلی' بے اطمینانی اور بے چینی پائی جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ یتیم و بے سہارا ہو گئے ہوں اور انہیں کسی سہارے' کسی رہنمائی اور کسی مرہم کی شدید حاجت ہو۔ ایک پژمردہ قوم کے اندر ایک نیا حوصلہ' ایک نئی امنگ اور ایک نئی حرارت پیدا کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ کوئی اخبار شائع کیا جائے۔ چنانچہ میں نے تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند و سید العلماء حضور سید آل مصطفیٰ صاحب مارہروی خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں رائے کا طلبگار ہوا تو قوم و ملت کے ان مخلص اور عظیم معماروں نے میرے عزم و ارادے کو مہمیز لگائی' دعاؤں سے نوازا اور ہر قسم کی رہنمائی و تعاون کا وعدہ فرمایا۔

چنانچہ انہیں صاحب الرائے اور دیدہ ور اشخاص کی رہنمائی میں' میں نے ۱۹۶۱ء میں استقامت کو ہفت روزہ کی شکل میں نکالنا شروع کیا۔ اس ہفت روزہ نے کچھ ہی عرصہ میں بے پناہ مقبولیت حاصل کرلی۔ تقریباً چار سال تک استقامت ہفت روزہ کی شکل میں نکلتا رہا۔ پھر ۱۹۶۵ء ہی میں لوگوں کے بے حد اصرار پر اس کو بڑے سائز پر روزنامہ کی شکل میں نکالنا شروع کیا۔ روزنامہ کی شکل میں استقامت مسلسل تین سال تک نکلتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد بعض ناگفتہ بہ وجوہ کی بنا پر استقامت کو بند رکھنا پڑا۔ بالآخر ۱۹۷۶ء میں نئی تیاری اور نئے ارادے کے ساتھ استقامت کا ڈائجسٹ کی شکل میں احیاء کیا۔ اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ تب سے استقامت شائع ہو رہا ہے اور مسلمانان برصغیر کی مثبت انداز میں مذہبی و ملی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ اس بیس سال کی مدت میں استقامت ڈائجسٹ کے کئی خصوصی شمارے بھی نکلے اور ہر شمارے کو بے حد پسند کیا گیا۔ استقامت ڈائجسٹ کے سیدنا محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر کی تو عالمی سطح پر پذیرائی ہوئی' پاکستان کی بزم قاسمی برکاتی نے اپنے خرچ پر پاکستان میں خوب صورت انداز میں اس کا ایڈیشن شائع کیا۔ پاکستان کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے میری اس خدمت کو بے پناہ سراہا اور خوش ہو کر مجھ کو سونے کے پانی سے لکھا ہوا تقریباً پانچ کلو وزن کا انتہائی دیدہ زیب اور جاذب نظر کلام پاک کا تحفہ پیش کیا۔ اس اعزاز کے لیے ہمدرد قوم الحاج حنیف طیب صاحب قابل شکر و لائق مبارکباد ہیں۔ سیدنا محمد عربی نمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد استقامت "شہادت بابری مسجد نمبر" شائع ہوا' جو حقیقتاً جہاد نمبر ہے--- اور اب استقامت ڈائجسٹ قوم کو "تحفظ عقائد اہلسنت" پیش کر کے اردو صحافت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرنے جا رہا ہے--- یہ کتاب سینکڑوں قلمکار علماء و مشائخ' محققین و مفکرین اور دانشوران قوم کے فکر انگیز' گراں قدر اور روح پرور مضامین و مقالات کا ایک حسین و پر بہار گلدستہ ہے۔ عقائد' مراسم اور مستحبات سے متعلق اس نمبر کا ہر مضمون لائق دید و لائق مطالعہ ہے اور ہر قلمکار مستحق مبارکباد ہے۔ مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ "تحفظ عقائد اہلسنت" پورے عالم اسلام میں فکر و نظر کی دنیا میں ایک خوش گوار اور صالح انقلاب کا نقیب بنے گا اور ارباب علم و دانش اور اصحاب علم و خرد سے زبردست خراج تحسین وصول

کرے گا۔

اب میں اپنے اس تاثر اور پیغام کے ساتھ اداریہ کو ختم کرتا ہوں کہ جو لوگ کارزار حیات میں سعی پیہم' جہد مسلسل اور یقین محکم کی تصویر بن جایا کرتے ہیں' رب بے نیاز ان کی کاوشوں اور کوششوں کو ہرگز ضائع و رائیگاں نہیں فرماتا' وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ منزل مقصود ان کے قدم چومتی ہے۔ درحقیقت اسی سعی پیہم' جہد مسلسل اور یقین محکم میں زندگی کی کامیابی اور نجات کا راز مضمر و مخفی ہے۔ بقول علامہ نسیم شاہجہان پوری۔

قول و کردار کو یک رنگ بنا دیتے ہیں
ہم جو کہتے ہیں وہی کر کے دکھا دیتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدۂ نیاز مندی شکرانِ نعمت

جب ایک انسان کسی اعلیٰ' بلند ترین اور پاک و پاکیزہ مقصد کو اپنی منزل قرار دیتا ہے' اور جب انتھک جدوجہد' مسلسل سعی و کوشش اور لگاتار آبلہ پائی کے بعد وہ شخص اپنی منزل مقصود کو پالیتا ہے تو پھر اس کی مسرت و خوشی کا عالم مت پوچھیے۔ اس کی روح جھوم اٹھتی ہے۔ اس کے جسم کا ایک ایک رونگٹا نشہ شادمانی سے سرشار ہو اٹھتا ہے' اسے یوں لگتا ہے جیسے پورا ماحول نغمہ ریز ہو گیا ہو۔ اس کی زندگی اسے راس آگئی ہو۔ وہ اس عظیم نعمت کے حصول کو سراسر تائید ایزدی اور رحمت خداوندی تصور کرتا ہے اور سراپا سپاس بن کر رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سجدہ گزار ہو جاتا ہے' کیونکہ کسی نعمت کے حصول پر سجدۂ شکر بجالانا ایک وفاشعار اور اطاعت گزار بندے کا اولین فریضہ ہوتا ہے۔۔۔ میرا حال بھی شخص مذکور سے کچھ مختلف نہیں۔۔۔ میں نے بھی عرصہ ہوا ایک خواب دیکھا تھا ایک حسین خوبصورت اور ولولہ انگیز خواب۔ ایک اعلیٰ اور پاکیزہ مقصد کو اپنی منزل قرار دیا تھا' ایسی منزل جو زندگی کا ماحصل تھی۔۔۔ آج وہی خواب "تحفظ عقائد اہلسنت" کی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہو چکا ہے۔ میں اسی منزل مقصود سے ہمکنار ہو چکا ہوں۔۔۔ میرا رواں رواں مسرت اور سرخوشی سے سرشار ہے۔۔۔ "تحفظ عقائد اہلسنت" ایک ایسا گوہر گراں مایہ ہے جس سے ہزاروں' لاکھوں بلکہ کروڑوں فرزندان توحید صبح قیامت تک مستفیض و مستفید ہوتے رہیں گے' جو علوم و معارف' اسرار و رموز اور اسلامی عقائد و احکام کا ایسا بحر زخار ہے جس سے عوام و خواص' علماء و صلحاء اور محققین و دانشور سبھی اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اور اپنے اپنے ایمان و ایقان کو نکھارتے و سنوارتے رہیں گے۔۔۔ جو ان گنت اچھوتے موضوعات پر لکھے گئے مضامین کا ایک ایسا خوشنما و دلربا گلدستہ ہے جس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے اہل ایمان کے مشام جاں تا دیر مہکتے و دمکتے رہیں گے۔ قوم کو ایسا مفید اور گراں قدر تحفہ پیش کرنے پر میں ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔۔۔ میں اپنے خواب کو کبھی شرمندۂ تعبیر ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا' میری منزل مقصود مجھ سے بہت دور ہوتی اگر پروردگار عالم' خالق دوجہاں' معبود برحق' احکم الحاکمین کی تائید و حمایت اور نصرت و رحمت ہر ہر قدم پر معین و مددگار نہ ہوتی۔ اس کی رحمتوں نے بڑھ بڑھ کر ڈگمگاتے قدموں کو سنبھالا نہ ہوتا۔ اس عظیم نعمت کے حصول' اس حسین و جمیل خواب کی تکمیل اور منزل مقصود سے ہمکنار ہونے پر میرے بدن کا بال بال اور ایک ایک سانس رب ذوالجلال کی بارگاہ میں شکر گزار ہے۔۔۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! تیرا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ تو نے مجھ ناتواں و ضعیف کو یہ بار عظیم اٹھانے اور اس تاریخ ساز کتاب کو منظر عام پر لانے کی توفیق رفیق بخشی۔ مولا! میں تیرے اس احسان کا شکر قیامت تک ادا نہیں کر سکتا۔۔۔ رب قدیر! میرے اس عجز و قصور کو معاف فرما اور میری اس خدمت دینی کو اپنے اور اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار دربار میں قبول و مقبول فرما۔ آمین۔ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

یہ بڑی ہی احسان فراموشی ہوگی اگر میں اس مقام پر اپنے ان رفقاء کار کا بہ صمیم قلب شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے ہر ہر

قدم پر میرا ساتھ دیا' میری رہنمائی فرمائی' میرے شانہ بشانہ چلتے رہے۔ میرے دست و بازو بنے رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر یہ مخلص رفقاء اور معاونین میری معاونت نہ فرماتے' میرا ہاتھ نہ بٹاتے' مجھ کو اپنے صائب مشوروں سے نہ نوازتے' بلکہ یوں کہہ لیں کہ اس صبر آزما شاہراہ پر میرے ہم سفر نہ بنتے تو "تحفظ عقائد اہلسنت" میں یہ دیدہ زیبی کہاں سے آتی--- اس کے انداز فکر و فن کی مسحور کن خوشبو کہاں سے سماتی--- اس کا ہر صفحہ قاری کو دعوت نظارہ کیونکر دیتا--- گلہائے رنگا رنگ سے مزین اس گلدستے کی تزئین و آرائش اور نوک پلک کی درستگی میں' نیز اس کو دل کش و دل آویز اور پر کشش و پر بہار بنانے میں میرے انہیں رفقاء کا ہاتھ رہا ہے--- میرے یہ سارے ہم سفر لائق صد ستائش' لائق صد مبارک باد' لائق صد شکر ہیں۔ میں خود میں یہ استطاعت نہیں پاتا کہ ان کی بے پناہ کاوشوں' کوششوں اور محنتوں کا معقول و مناسب اور حسب حیثیت اجر و صلہ دے سکوں--- انہوں نے میرے قدم سے قدم ملا کر علم و قوم اور مذہب و ملت کی جو عظیم اور پر خلوص خدمت انجام دی ہے میں سیم و زر کی صورت میں اس کا جو بھی صلہ دوں گا وہ کم ہوگا--- اب آپ حیرت و استعجاب میں مبتلا ہوں گے کہ آخر میرے یہ رفقاء ہیں کون؟ تو سنئے! یہ ہیں:

۱- رئیس التحریر شیخ الادب حضرت علامہ مولانا محمد احمد صاحب بھیروی مبارک پور۔
۲- مفکر ملت حضرت علامہ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب' چریاکوٹ۔
۳- شہنشاہ نطق و قلم حضرت علامہ مولانا حضور احمد صاحب منظری ایم-اے شاہجہاں پور۔
۴- ماہر رضویات حضرت علامہ و مولانا عبدالنعیم صاحب عزیزی بریلی شریف۔

یہ علماء در حقیقت سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ یہ بڑے ہی متحرک اور فعال ہیں۔ عادۃً بڑے ہی شریف النفس' منکسر المزاج' سلیم الطبع اور سنجیدہ و متین ہیں۔ ہمہ وقت درس و تدریس' وعظ و تقریر اور تصنیف و تحقیق کے ذریعہ قوم مسلم کی صلاح و فلاح کا فریضہ انجام دیتے رہنا ہی ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ انہوں نے جس ہمدردی و محبت' ایثار و اخلاص اور ذوق و شوق کے ساتھ "تحفظ عقائد اہلسنت" میں شامل مضامین کی فراہمی' دیکھ بھال' چھان پھٹک اور تصحیح میں حصہ لیا ہے۔ میں اس کے لیے ان سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ان سب کے درجات و مراتب میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے--- جہاں تک کتابت و تزئین کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں جناب نصرت علی خاں زرق الماسی صاحب قادری رام پوری کا نام قابل ذکر ہے' آپ نے جس محنت اور دلچسپی کے ساتھ کتاب کی تزئین و کتابت کا کام انجام دیا ہے' اس کے لیے موصوف بجا طور پر شکریے کے مستحق ہیں--- طباعت کے لیے فراہمی سرمایہ اور ممبر سازی میں جن علماء' رفقاء نے ہماری تعمیری تحریک میں دامے درمے قدمے سخنے معاونت فرمائی ہم ان تمام محسنین' مخلصین و معاونین کے بہ صمیم قلب شکر گزار و دعاگو ہیں۔ مولیٰ عزوجل سبھی حضرات کو جزائے خیر سے نوازے--- طباعت کے معاملے میں جناب بھائی انیس خیری صاحب (مالک امپیریل پریس دہلی) نے جس دلچسپی اور تعلق خاطر کا مظاہرہ کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے اور اپنے پیارے حبیب سارے جہاں کے طبیب' جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت سے سرفراز فرمائے۔ آمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

ادیب عصر علامہ سید قمر شاہجہانپوری
نائب قاضی شہر کانپور

حضرت علامہ حافظ ظہیر الدین قادری مدیر اعلیٰ استقامت ڈائجسٹ

حقائق کے آئینہ خانے میں

غالباً ۱۹۶۰ء کی بات ہے کہ ایک شام حضرت سید العلماء رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جب میں بانس منڈی کانپور پہنچا (جہاں اکثر حضرت کا کانپور آنے پر قیام رہتا تھا) تو حضرت کے پاس ایک خوش پوش و خوش جمال فہم و فراست کی آئینہ دار شخصیت کو حضرت سے گفتگو میں مصروف پایا۔ میں بھی سلام و مصافحہ کے بعد ایک سمت مودب بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مولانا حافظ ظہیر الدین قادری برکاتی ہیں۔

یہ میری پہلی ملاقات اور تعارف تھا۔ جب میں علامہ ظہیر الدین قادری کے ساتھ موصوف کی شخصیت کے منظر نامہ میں موصوف کا وہ تابناک مستقبل' وہ عزت و شہرت' وہ علم و عمل کی ضیاباریوں کے نقوش زریں بھی پڑھنے لگا جو آج حقیقتوں کی جامہ زیبائی اور صداقتوں کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہیں۔

مجھے عالم انبساط میں یہ فخر و سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ میں قارئین کے سامنے عالم اسلام کی ایک عظیم باکمال شخصیت کا تعارف پیش کر رہا ہوں۔

علامہ ظہیر الدین قادری کی ولادت اتر پردیش کے ایک مردم خیز شہر فتح پور میں ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت قبلہ تاج الدین مرحوم صاحب علم و فضل اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی کے سچے عقیدت مند اور مسلک حقہ کے پیرو تھے۔ ذہن و فکر عشق رسالت پناہی و اتباع مصطفوی کے چراغ سے روشن تھے۔ بدو شعور سے متصل علامہ ظہیر الدین قادری نے پریڈ جونیئر ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ مولانائے محترم ۱۹۵۱ء میں اپنے برادر معظم جناب وہاج الدین صاحب کی سرپرستی میں فتح پور سے کانپور آئے اور تعلیمی مراحل طے کرتے رہے۔ کانپور سے مرزا محمد عثمان بیگ برکاتی کی رہنمائی میں موصوف مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔۔۔ اور دار العلوم قاسم البرکات میں دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہو گئے۔

حضرت تاج العلماء مولانا مفتی حافظ قاری سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ رحمتہ اللہ علیہ نے بطور خاص علامہ ظہیر الدین قادری کو اپنی سرپرستی میں لے کر بذات خود تعلیم سے سرفراز فرمایا۔ قرآن پاک حفظ کیا

اور علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی۔ علامہ ظہیر الدین قادری کے استاذ اور مرشد کامل نے اپنے پیارے اور چہیتے مرید و شاگرد کو ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ فرمایا۔ دوران تعلیم حضرت نے وصال فرمایا۔ کئی سال مارہرہ شریف جیسی عظیم دینی و روحانی خانقاہ کی حاضری کی سعادت اور تاج العلماء جیسی عبقری شخصیت کی زیارت و خدمت و اکتساب فیض سے مالا مال ہو کر علامہ قادری کانپور آگئے اور وقتی طور سے مسجد قلیان ریل بازار کی امامت و خطابت کو سنبھال لیا۔ چونکہ قدرت کو اس نوجوان سعید سے تو عالمی طور پر اسلام و سنیت کی گراں بہا خدمات مقصود و مطلوب تھیں' اس لیے علامہ نے کانپور کی سرزمین سے ہفت روزہ "استقامت" اخبار کا اجراء فرمایا۔ علامہ موصوف مارہرہ شریف میں حضرت تاج العلماء علیہ الرحمتہ والرضوان کے خطوط و مضامین اور لکھنے پڑھنے سے متعلق سارے امور انجام دیا کرتے تھے۔ حضرت تاج العلماء علیہ الرحمتہ والرضوان نے علم و قلم کے میدان میں بھی علامہ کو ایسا مشاق بنا دیا تھا کہ موصوف کو اخبار جاری کرنے اور گراں قدر معیاری مضامین پیش کرنے میں ذرا بھی تکلیف و تامل نہ ہوا۔ مولانا ظہیر الدین قادری کی بھرپور صلاحیتوں نے ہفت روزہ "استقامت" کو جلد ہی روزنامہ کی شکل دے دی۔ چنانچہ ۶۵ء میں استقامت روزنامہ ہو گیا--- اور مسلسل کئی سال تک بشکل روزنامہ "استقامت" شائع ہوتا رہا۔ اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد یہ اخبار ماہنامہ ڈائجسٹ کی صورت میں شائع ہونے لگا۔

بحمدہ تعالیٰ اس علمی دینی ادبی ڈائجسٹ کے ذریعہ اسلام و سنیت کی وہ مہتم بالشان خدمات انجام دیں جو مولانا ظہیر الدین قادری کو ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھیں گی------

"استقامت" نے وہ عظیم الشان عالم اسلام کے مشہور و مقبول نمبر' کربلا نمبر' حج نمبر' بابری مسجد نمبر' خواجہ غریب نواز نمبر' اولیاء نمبر' مفتی اعظم ہند نمبر اور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے شاہکار نمبر شائع کیے جن کی پذیرائی ہندوپاک ہی کے نہیں بلکہ عالم اسلام کے دانشوروں' عمائدین ملت اور سربراہان مملکت نے فرمائی۔ پاکستان کے صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے ملاقات کا شرف بخشا اور محمد عربی نمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے پناہ پذیرائی کی۔ زرنگار قرآن پاک حکومت پاکستان کی طرف سے مولانا قادری صاحب کو تحفتہً پیش کیا گیا-- دنیا بھر کے انگریزی' اردو اخبارات نے حالات زندگی اور خصوصی نمبر شائع کر کے مولانا قادری صاحب کی مذہبی علمی ادبی خدمات کا اعتراف کیا۔

"استقامت" ڈائجسٹ کی عالمی مقبولیت و شہرت کی بنیاد پر مولانائے محترم نے ساؤتھ افریقہ کا دورہ کیا۔ واپسی پر وہاں کے عاشقان اسلام کی فہمائش و فرمائش پر مولانا موصوف نے استقامت انگلش ڈائجسٹ نکالا جس نے انگریزی داں طبقے میں اپنی مقبولیت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ انگلش میں ۴ سال تک متعدد شمارے نکال کر مولانا قادری نے انگریزی زبان کے ذریعہ بھی سنیت کی بھرپور خدمت کی اور فروغ سنیت کا حق ادا کیا۔ عروس البلاد بمبئی میں مفتی اعظم کانفرنس اور عالمی کانفرنس اور انڈوپاک نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد بھی مولانائے محترم کا ایک زریں کارنامہ ہے۔ ۸۷ء میں مولانا قادری نے عمرہ کا شرف حاصل کیا۔ دین و سنیت کے جذبہ صادقہ اور فروغ سنیت کی خاطر سنگاپور' ملیشیا' انگلینڈ' نیروبی' افریقہ' ہالینڈ' دوبئ' ابوظہبی کا تبلیغی دورہ بھی مولانا کی خدمات جلیلہ کا آئینہ دار ہے--- مولانائے محترم نے پورے بھارت کا دورہ کر کے اپنی شاندار خطابت اور فروغ استقامت کے ذریعہ ایک قائد کے فرض کو انجام دیا۔ مولانا کی قوت ارادی' حوصلہ مندی اور نامساعد دل شکن حالات میں بھی سراپا استقامت ہونے کی ایک مضبوط دلیل یہ بھی ہے کہ استقامت کے ساتھ ساتھ پروردگار عالم نے ان کو بھی مستقیم بنا دیا۔ مکتبہ استقامت کے ذریعہ بھی تفسیر نور العرفان' قرآن عظیم مترجم' مشکوۃ شریف کی چار جلدوں کی آفسیٹ طباعت کے ساتھ ساتھ بہت سی دینی علمی کتب کی اشاعت و طباعت کا بھی قابل فخر کارنامہ انجام دیا۔

اور آج آپ کے سامنے مولانا قادری کا زریں کارنامہ "تحفظ عقائد اہلسنّت" کی شکل میں ایک ہزار حسین و خوبصورت صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ ساتھ ہی فرقہ ہائے باطلہ بالخصوص مرتد سلمان رشدی کی ناپاک کتاب کا مدلل اور دندان شکن جواب بھی موجود ہے جس کی اشاعت کی توفیق بطور خاص رب قدیر نے اپنے پیارے رسول و آل رسول و اصحاب رسول کے صدقہ مولانائے محترم کو عطا فرمائی ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم کارنامہ و قومی خدمت ہے جو مولانائے محترم کو ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھے گی۔ آج مولانا کی عمر شریف ۵۸ سال ہے مگر چہرے پر تھکن کے مطلق آثار نہیں ہیں۔ اس لیے کہنا پڑتا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

رب قدیر مولانائے محترم کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور آپ کے ذریعہ اسلام و سنیت کی بیش از بیش خدمات لیتا رہے۔ نیز دارین کی سربلندیاں اور نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

تبرکات مقدسہ: تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ
اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ (مارہرہ شریف)

نظم

حق بات میں کسی کا کیا لحاظ

اعدائے دیں کی جھوٹی عبادت کا کیا لحاظ
بد مذہبوں کی گندی طہارت کا کیا لحاظ

گستاخ جو ہیں حضرت حق کی جناب میں
پھر ہم کو ان کی جھوٹی وجاہت کا کیا لحاظ

جن کو ادب نہیں ہے حبیب کریم کا
پھر ہم کو ان کی کھوٹی شرافت کا کیا لحاظ

شیطان ہیں وہ جن کو نبی کا ادب نہیں
پھر ہم کو ان کی علمی لیاقت کا کیا لحاظ

توڑا جنہوں نے رشتہ خدا و رسول سے
پھر ہم کو ان کے رشتہ و نسبت کا کیا لحاظ

رکھیں جو اولیاء سے عداوت وہ ہیں رجیم
پھر ہم کو ان کی جھوٹی ولایت کا کیا لحاظ

سردار دو جہان کی توہین جو کریں
ایسوں کے ادعائے سیادت کا کیا لحاظ

جن کے دلوں میں بغض، خدا و نبی سے ہے
پھر ان کے ہم سے بغض و عداوت کا کیا لحاظ

جو کہتے ہیں حرام نہ کرنے سے ہو گناہ
ایسوں کے ادعائے فقاہت کا کیا لحاظ

اپنا تو دین یہ ہے بکیں کچھ بھی صلح کل
ملحد کے پھوؤں کی شکایت کا کیا لحاظ

ایمان کی یہی ہے، یہی کہنا تو فقیر
حق بات میں کسی کی رعایت کا کیا لحاظ

نسیم شاہجہانپوری

جہنمی فرقہ

جنہیں بھی عشق شہ دیں سے والہانہ ہے
انہیں کے زیر اثر گردش زمانہ ہے
خدا کو مان لو تم ہے دلیل اے لوگو!
یہ حکم سرور دیں کتنا مخلصانہ ہے
رسول پاک کے شیدائیان حاضر میں
کچھ ایسے بھی ہیں، روش جن کی باغیانہ ہے
زباں پہ ان کی ہے "بعد از خدا بزرگ توئی"
عقیدتاً جنہیں نسبت برادرانہ ہے
یہ بیچ دیں نہ حضور آپ کی امانت دیں
کہ آج ذہنیت اپنوں کی تاجرانہ ہے
عمل میں ان کے بظاہر ہے پختگی جتنی
عقیدہ اتنا ہی ناپختہ غائبانہ ہے
نہ دل میں خوف خدا ہے نہ احترام رسول
یہ لوگ وہ ہیں عمل جن کا ناقدانہ ہے
نہ ان کو الفت پیران پیر سے مطلب
نہ عشق خواجہ اجمیر والہانہ ہے
حرام کہتے ہیں میلاد و فاتحہ کو یہ لوگ
نظر میں ان کی یہ اک فعل مشرکانہ ہے

یہی وہ فرقہ ہے، شامل ہے جو بہتر(۷۲) میں
نسیم اس کا جہنم ہی میں ٹھکانہ ہے

قطعہ

تصویر سنت نبوی سر سے پاؤں تک
دل میں مگر ہے بغض رسالت مآب سے
اقرار روشنی کا تو کرتے ہیں برملا
منکر ہیں کور چشم مگر آفتاب سے

سید ال رسول نظمی مارہروی

رشدی پر تین حرف

جو محمد ہیں مذمم ان کو کیا کر پائے گا
آپ اپنی موت رشدی ایک دن مر جائے گا
جن کو بخشا رحمۃ للعالمیں رب نے لقب
انشاء اللہ ان کا ہر گستاخ منہ کی کھائے گا

رشدی تجھ پر ہوگیا ہے مغربی جن کا اثر
یا کہ تیرے دل کے اندر کر لیا شیطاں نے گھر
باعث تخلیق عالم جن کی ذات پاک ہے
ان کی عظمت کو ترے ناول سے کیا پہنچے ضرر
ہاں مگر تیرے گلے میں طوق لعنت پڑ گیا
بولہب ثانی تو کہلائے گا رشدی عمر بھر
تیری ہاں میں ہاں ملانے والے سارے بدنصیب
روپ میں انسان کے شیطان ہیں سب سر بسر
اے مسلمانو نہ یوں ہو مشتعل اور مضمحل
نطفہ ابلیس ہے رشدی تو پھیلائے گا شر
[illegible] نافع ہو نہیں سکتا کبھی
جس کے حامل کو نہ ہو کچھ امتیاز خیر و شر
وہ محمد [illegible] جن کے سبھی مداح ہیں
جن کے دست پاک میں ہے انتظام بحر و بر
جلوۂ نور ازل ہیں رب کے وہ محبوب ہیں
ان کی کیا توہین کر پائے گا رشدی بے خبر
ہے نجس رشدی تو اس کے [illegible] قیمت کیوں لگے
کیوں نہ ہم ذکر محمد پر لٹائیں سیم و زر

[illegible]ب پہ ہو صل علیٰ کا ورد نظمی دم بہ دم
اور پڑھو لاحول تم سلمان رشدی نام پر

مکتوب

برادر محترم حافظ ظہیرالدین صاحب قادری برکاتی

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

"تحفظ عقائد اہلسنّت" کا اعلان پڑھتے ہی اپنے رب سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! تیرا ایک بندہ اور تیرے حبیب کا ایک عاشق جس مقدس مشن کو لے کر اٹھا ہے' اپنے فضل و کرم سے تو اسے قدم قدم کامیابی سے ہمکنار فرما' دست غیب سے اس کی مدد فرما اور اس کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرما۔ حج کے دوران اور حاضری مدینہ منورہ میں بھی یہی دعا میرا وظیفہ تھی۔ مجھے اس وقت بھی یقین تھا اور آج بھی ہے کہ اللہ تعالٰی یہ عظیم خدمت دین آپ ہی سے لے گا۔

اللہ تعالٰی کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ دشوار ترین راہوں سے گزر کر آپ اپنی منزل تک پہنچ گئے۔ اب یہ ہم سینوں کی اور دنیا بھر کے عاشقان رسول کی ذمہ داری ہے کہ انتہائے منزل پر آپ کا خیرمقدم کریں اور جس مشن کی تکمیل میں آپ نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے' اس میں ہم بھی حصہ دار بنیں اور "تحفظ عقائد اہلسنّت" کے خواب کو پورا کر دکھائیں۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اتنی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کتاب کو سینکڑوں کی تعداد میں خریدیں۔ اپنی بچیوں کو کلام پاک کے ساتھ ساتھ "تحفظ عقائد اہلسنّت" کی ایک کاپی بھی دیں۔

میری دعائیں اور نیک خواہشات۔

والسلام

آپ کا اپنا

سید آل رسول حسنین برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ

مارہرہ شریف

سید محمد اشرف قادری برکاتی
خلف حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ شریف

دعانامہ

شہزادگان مارہرہ مطہرہ

ہندوستانی مسلمان' دنیا کی مسلم آبادی میں اپنی کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ایک امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ ان کی ملی شناخت ان کے عقیدے کی مضبوطی کے سبب قائم ہے۔ عقیدے کی یہی مضبوطی افراد و جماعت کو وہ قوت عطا کرتی ہے کہ زمانے کے سرد و گرام ہیچ پڑ جاتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اپنے مذہب قدیم یعنی مسلک اہلسنت پر قائم ہے۔ زیر نظر "تحفظ عقائد اہلسنّت" ضخیم و وقیع کتاب اسی عقیدے اور اس کی جزئیات پر دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے اصل مسودات کا میں نے چیدہ چیدہ مطالعہ کیا اور پایا کہ محترم حافظ ظہیرالدین صاحب قادری برکاتی مدظلہ العالی نے اس کتاب کو دستاویز کی منزل تک پہنچانے میں اور حروف کو نقش کے مرحلے تک لے جانے میں کوئی کمی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ حافظ صاحب موصوف کے لیے یہ پہلا بڑا صحافتی کام نہیں تھا' اس سے پہلے بھی متعدد بار وہ داد صحافت دے چکے ہیں' لیکن ان کے تمام کارناموں میں زیر نظر کتاب "تحفظ عقائد اہلسنّت" سب سے زیادہ کار آمد' سب سے زیادہ جامع اور سب سے زیادہ وقیع و عدیم النظیر ہے۔

برادر محترم امین ملت حضور ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ' قادریہ' برکاتیہ' مارہرہ مطہرہ نے ہدایت فرمائی ہے کہ اس پیغام میں ان کی دعائیں اور نیک خواہشات بھی شامل کر دوں۔ خاندان برکات کا بچہ بچہ دعاگو ہے کہ اس کتاب سے ملت کے عقائد صحیحہ کی مضبوطی میں مزید اضافہ ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب پاک جان رحمت حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں شان صحافت جناب ظہیرالدین صاحب قادری برکاتی کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بِجَاهِ حَبِيبِ الْاَمِيْنِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ۔

آبروئے صحافت حضرت علامہ ظہیر الدین صاحب قادری مدظلہ العالے

پیغام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ---------- مزاج اقدس!

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ "استقامت" ڈائجسٹ کی بے مثال وعدیم النظیر "تحفظ عقائد اہلسنت" جلد ہی زیور طباعت سے مزین ہو کر منظرعام پر آ رہی ہے اور جس کی رسم اجراء کانفرنسوں کی سرزمین کلکتہ پر منعقدہ "عالمی تحفظ عقائد کانفرنس" میں شایان شان طریقے پر ادا کی جائے گی۔

محترم! آپ نے اپنی پچاس سالہ طویل زندگی میں "استقامت" ڈائجسٹ کے ذریعہ دین و سنیت اور ملت بیضاء کی جو زبردست خدمت انجام دی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ آپ کی صحت مند ادارت میں اشاعت پذیر ہونے والے "استقامت" کے نصف درجن سے زائد نمبر ایک انسائیکلوپیڈیا اور مستند ماخذ کی حیثیت کے حامل ہیں جو رہتی دنیا تک متلاشیان حق اور ارباب تحقیق کے لیے مشعل راہ کا کام انجام دیں گے اور اب باطل فرقوں کے افکار فاسدہ اور نظریات کاسدہ کے رد وابطال اور فرقہ ناجیہ کے عقائد و مراسم کے اثبات و احقاق کے لیے "تحفظ عقائد اہلسنت" کی اشاعت آپ کا ایک اور انقلاب آفریں و مستحق صد مبارک باد اقدام ہے۔

یہ جان کر اور بھی مسرت ہوئی کہ آپ نے مردود زمانہ سلمان رشدی کی دل آزار اور حد درجہ مکروہ کتاب "شیطانی آیات" کے جواب میں نہایت ہی سنجیدہ، مثبت اور مدلل طور پر تالیف فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب فکر و نظر کی دنیا میں ایک خوش گوار انقلاب بپا کرے گی اور یورپ کے سر سے "شیطانی آیات" کے ذریعہ پھیلائی گئی خباثتوں، بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کا بادل چھٹ جائے گا--- میں آپ کو بہ صمیم قلب اس عظیم کاز کی تکمیل پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ خالق ارض و سما بہ طفیل نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اور آپ کے جملہ رفقاء کو اس عظیم دینی و ملی فریضہ کی بحسن و خوبی انجام دہی پر اجر جمیل و جزائے خیر سے سرفراز و شادکام فرمائے۔ آمین۔ نیک خواہشات کے ساتھ۔

حضور احمد منظری قادری غفرلہ

۲۲/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

ظہیر الدین قادری برکاتی

ادائیگی عمرہ و سجدۂ شکر

شہزادۂ احسن العلماء مخدوم گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ 'مارہرہ مطہرہ نے "تحفظ عقائد اہلسنّت" دیکھنے کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

ظہیر الدین! "تحفظ عقائد اہلسنّت" بشمول ایمانی آیات لکھ کر آپ نے ملت اسلامیہ کو عظیم سرمایہ دیا ہے۔ میرے پاس اس عظیم تعمیری و مثالی کتاب کی تحسین کے لیے الفاظ نہیں۔ میں نے منت مان لی ہے کہ "تحفظ عقائد اہلسنّت" کے منظر عام پر آجانے کے بعد اپنے رب و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والتسلیمات کا حقیقی طور پر سجدۂ شکر ادا کرنے کے لیے ہم اور آپ ادائیگی عمرہ کے لیے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ حاضری دیں گے۔

قبلہ سید امین میاں کی اس نوازش و حوصلہ افزائی پر بہ صمیم قلب شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب قدیر حضرت موصوف کے مراتب و درجات میں مزید بلندی عطا فرمائے 'نیز صحت و تندرستی کے ساتھ حضرت کا سایہ عاطفت ہم غلامان برکاتیت کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

ظہیر الدین قادری
ایڈیٹر استقامت کانپور

مرتد سلمان رشدی کی شیطنت کا پس منظر

سلمان رشدی کا نام اس وقت ایک گستاخ رسول، دشمن اسلام اور مرتد اعظم کی حیثیت سے نہایت ہی مشہور و معروف ہے اور اس کی بدنام زمانہ تصنیف The Satanic Verses (شیطانی آیات) دل آزاری مسلم میں اپنی مثال آپ ہے۔ آخر سلمان رشدی کو کیا سوجھی کہ اس نے ایسی زہر آلود، بے ہودہ اور مردود کتاب لکھ ڈالی کہ جس نے شیدائیان اسلام، فداکاران رسول اور فرزندان توحید کے قلوب کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ پورے عالم اسلام میں ایک آگ لگ گئی۔ ہر چہار طرف سے اس پر لعنت و ملامت کی جانے لگی۔ اس کی مردود کتاب پر بندش لگانے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ حتیٰ کہ سلمان رشدی پر اس کے کفر و ارتداد کے باعث موت کا فتویٰ صادر کر دیا گیا۔۔۔ لیکن برطانوی حکومت اور مغرب نے عالم اسلام کی تڑپ، روحانی کرب اور صدائے احتجاج کا کچھ بھی اثر قبول نہیں کیا۔ بلکہ سلمان رشدی کو اعزازات سے نوازا گیا۔ اس کی جان کے تحفظ کے لیے تجوری کے منہ کھول دیئے گئے۔ اس کی مردود بدنام زمانہ کتاب کے سستے ایڈیشن شائع کیے گئے۔ برطانوی وزیر اعظم جان میجر سے لے کر امریکہ کے صدر بل کلنٹن تک جملہ مغربی ممالک کے سربراہوں نے اسے ملاقات کا شرف بخشا اور اس کی اسلام دشمن حرکت کو سند جواز عطا کیا، نیز آئندہ کے لیے اس کی ذہنی و فکری قوت خبیثہ کو مزید محرک و فعال بنانے کی راہیں استوار کیں۔۔۔ گزشتہ چند سالوں میں مرتد و بددین سلمان رشدی کے تعلق سے پیش آنے والے واقعات اب فرزندان توحید اور شمع رسالت کے پروانوں کو یہ سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ ایک زمانہ دراز اور مدت مدید سے ایک تسلسل کے ساتھ یہ جو امت مسلمہ کے دل و دماغ کے تاروں کو جھنجھوڑنے اور ان کے دینی و مذہبی جذبات میں بھونچال پیدا کرنے والے واقعات باطل، گمراہ کن اور اسلام دشمن افکار و خیالات اور عقائد و نظریات کی صورت میں رونما ہو رہے ہیں ان کا حقیقی پس منظر کیا ہے۔ آخر وہ کون سی قوتیں ہیں جن کی ترغیب و تحریص پر ایسے اشخاص جو اسلامی شکل و صورت میں ہوتے ہیں۔ صف علماء سے نظر آتے ہیں۔ قوم مسلم میں افتراق و اشقاق کا کام انجام دے جاتے ہیں کہ عقل محو حیرت رہ جاتی ہے۔ جن کی کتابیں بظاہر بڑی مدلل اور عمدہ نظر آتی ہیں، لیکن کہیں کہیں ایسی باتیں لکھ دی گئیں کہ وہ مسلمانوں میں قتال و جدال اور نفاق و شقاق کا باعث بن گئیں۔ مسلمان آپس ہی میں کٹنے و مرنے لگے۔ ان کے ہاتھوں سے اللہ کی رسی چھوٹنے لگی۔ اس لیے اس سے قبل کہ "شیطانی آیات" کے ذریعہ اسلام و پیغمبر اسلام، نیز قرآن حکیم وغیرہ سے متعلق پیدا کیے گئے شکوک اور شیطانی وساوس کے ازالہ کی طرف توجہ کی جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ناقابل تردید شہادتوں کی بنیاد پر یہ معلوم کر لیا جائے کہ ایسے اشخاص کی ذہنی تربیت کہاں کی جاتی ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہوتے ہیں۔

نواب چھتاری کے حوالے سے ایک خوفناک منصوبے کا انکشاف

"عالم اسلام میں عیسائیت کی خفیہ سرنگ" کے عنوان سے ہدی ڈائجسٹ اپریل ۹۳ء میں محمد آصف دہلوی کا ایک مضمون اشاعت پذیر ہوا ہے جس میں نواب چھتاری کے حوالے سے ایک ایسے خوفناک منصوبے کا انکشاف کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر آنکھیں حیرت و استعجاب سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ یہ مضمون اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آج اہل مغرب کس قدر پر اسرار انداز میں "اسلامی وحدت" کو ختم کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ پورا واقعہ دہلوی صاحب ہی کی زبان قلم سے سماعت کیجئے۔ موصوف لکھتے ہیں:

دوران سفر ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا' کیا آپ نے سلمان رشدی کی لکھی ہوئی کتاب "شیطانی آیات" پڑھی ہے؟ اس میں کیا لکھا ہے جو اس قدر مخالفت ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا پڑھی تو میں نے بھی نہیں' مگر سنا ہے کہ اس کتاب میں حضور کی بہت توہین "خاکم بدہن" کی گئی ہے' اسی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے اس قدر احتجاج کیا جا رہا ہے۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ مجھے ایک پرانا قصہ یاد آ گیا' وہ قصہ یوں ہے۔۔۔

میرے ایک دوست جو علی گڑھ میں نواب چھتاری کے یہاں کسی اونچی ملازمت پر تعینات تھے اور نواب صاحب ان سے کافی بے تکلف تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ نواب صاحب ہندوستان کی تقسیم سے پہلے انگریزوں کے بڑے ہی خیر خواہ تھے۔ وہ مسلم لیگ اور کانگریس پارٹی سے بالکل لاتعلق تھے اور سیاست میں انگریزوں کے ہر طرح مددگار تھے۔ اسی لیے انگریزی حکومت نے ان کو یوپی کا گورنر بنا دیا تھا۔ ایک بار برطانوی حکومت نے سب ہندوستانی صوبوں کے گورنروں کو مشورے کے لیے انگلستان بلایا تو نواب صاحب بھی بحیثیت گورنر انگلستان گئے۔ یہاں علی گڑھ کا جو بھی کلکٹر نیا آتا تھا' ان سے برابر ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آگرہ کا کمشنر بھی۔ ان سب افسروں کے نواب صاحب سے عمدہ تعلقات تھے۔ جب نواب صاحب لندن پہنچے تو جو کلکٹر اور کمشنر ان کے پرانے ملاقاتی تھے اور ریٹائر ہو کر انگلستان چلے گئے تھے جب انہیں نواب صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ملنے آئے۔ ان میں سے ایک کلکٹر جو نواب صاحب سے بہت مانوس تھا اس نے کہا نواب صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو آیئے میں آپ کو یہاں کے عجائب خانے دکھا دوں جن میں ہزاروں برس پرانی ایسی ایسی چیزیں ہیں جو آپ نے کبھی دیکھی نہ سنی ہوں گی۔ نواب صاحب نے کہا عجائب خانے تو میں نے سب دیکھ لیے حکومت نے دکھا دیئے اور یہاں جو بھی آتا ہے یہ دیکھ کر ہی جاتا ہے۔ البتہ! اگر تم کچھ دکھانا چاہتے ہو تو ایسی چیز دکھاؤ جو یہاں سے اور کوئی دیکھ کر نہ گیا ہو۔ انگریز کلکٹر نے کہا نواب صاحب! ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جسے اور کوئی دیکھ کر نہ گیا ہو؟ اچھا میں سوچ کر پھر بتاؤں گا۔۔۔ دو روز بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ نواب صاحب میں نے سوچ لیا اور معلومات بھی حاصل کر لی ہیں۔ اب آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا جو اور کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔ اس پر نواب صاحب خوش ہو گئے کہ بس ٹھیک ہے۔ کلکٹر نے نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا اور کہا کہ وہ جگہ دیکھنے کے لیے حکومت سے تحریری اجازت لینی ہوتی ہے' اس لیے پاسپورٹ کی بھی ضرورت ہوگی۔ دو ایک روز کے بعد وہ نواب صاحب کا اور اپنا تحریری اجازت نامہ لے کر آیا اور کہا کہ کل صبح آپ میرے ساتھ میری موٹر میں چلیں گے' سرکاری موٹر نہیں لے جائیں گے۔ نواب صاحب اس پر راضی ہو گئے۔

اگلے روز نواب صاحب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر سے نکل کر ایک طرف جنگل شروع ہو گیا۔ اس میں ایک چھوٹی سی سڑک تھی جس پر جوں جوں چلتے گئے جنگل گھنا ہو تا گیا۔ راستے میں کوئی پیدل چلتا نظر آیا نہ کسی قسم کی سواری پر نظر پڑی۔ کسی طرح آمد و رفت کا سلسلہ نہیں تھا۔ چلتے چلتے کوئی آدھ گھنٹہ گزرا تو نواب صاحب نے دریافت کیا' کیا دکھانے کے لیے جا

رہے ہو؟ کوئی جنگلی جانور ہے یا تالاب جس میں خاص قسم کے جانور ہیں۔ اس طرف آبادی ہے نہ آمدورفت' ابھی کتنا اور چلنا ہے؟ اس نے کہا بس تھوڑی دیر اور چلنا ہے۔ جنگلی جانور یا تالاب وغیرہ نہیں دکھانا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑا دروازہ آیا جو ایک بڑی عمارت کے مین گیٹ کی صورت میں تھا۔ اس میں آگے اور پیچھے دروازے تھے۔ دونوں طرف فوجی پہرہ تھا۔ کلکٹر نے موٹر سے اتر کر پاسپورٹ اور تحریری اجازت نامہ دکھایا۔ اس نے دونوں رکھ لیے اور اندر آنے کی اجازت دے دی مگر یہ کہا کہ آپ اپنی موٹر یہیں چھوڑ دیجئے اور اندر جو موٹریں کھڑی ہیں ان میں سے کوئی لے لیجئے۔ نواب صاحب نے یہ دیکھا یہ دروازہ کسی عمارت کا نہیں تھا اور اس کے دنوں طرف دیواروں کے بجائے بہت گھنی جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت تھے جن میں سے کسی کا گزرنا ممکن نہ تھا۔ موٹر چلتی رہی مگر گھنے جنگل اور جنگلی درختوں کی دیوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ نواب صاحب نے گھبرا کر پوچھا! کب وہاں پہنچیں گے؟ اس نے کہا بس پہنچ گئے' دیکھئے وہ جو عمارت نظر آرہی ہے وہاں جانا ہے۔ پھر اس نے خاص طور سے یہ کہا اس عمارت میں جب داخل ہوں گے تو ہر چیز دیکھئے مگر آپ کسی قسم کا کوئی سوال کسی سے نہیں کریں گے۔ بالکل خاموش رہنا ہے' آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لیجئے گا' ویسے تو میں خود ہی بتاتا جاؤں گا--- نواب صاحب نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔

عمارت سے تھوڑے فاصلے پر انہوں نے موٹر چھوڑ دی اور پیدل عمارت کی طرف بڑھے۔ یہ ایک بڑی سی عمارت تھی۔ شروع میں دالان تھا' اس کے پیچھے متعدد کمرے تھے۔ جب دالان میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان داڑھی مونچھوں والا عربی کپڑے پہنے اور سر پر رومال ڈالے ایک کمرے سے نکلا۔ ایک دوسرے کمرے سے دو ایک نوجوان اور نکلے۔ ان لوگوں نے پہلے کمرے سے نکلنے والے لڑکے سے کہا السلام علیکم! دوسرے نے جواب دیا وعلیکم السلام! کیا حال ہے؟ نواب صاحب حیران رہ گئے۔ جب لڑکے ان کے قریب سے گزرے تو نواب صاحب نے کچھ دریافت کرنا چاہا مگر کلکٹر نے فوراً اشارے سے منع کر دیا۔ پھر کلکٹر نے انہیں ایک کمرے کے دروازے پر جا کر کھڑا کیا۔ دیکھا کہ اندر فرش بچھا ہے اور اس پر عربی لباس میں متعدد طلبہ بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ان کے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے اسلامی مدرسوں میں استاد پڑھاتے ہیں۔ طلبہ عربی میں اور کبھی انگریزی میں سوال کرتے تھے۔ کلکٹر نے نواب صاحب کو سب کمرے دکھائے اور ہر کمرے میں جو تعلیم ہو رہی تھی وہ بھی بتائی۔ نواب صاحب نے دیکھا کہیں کلام مجید پڑھایا جا رہا ہے' کہیں قراءت سکھائی جا رہی ہے' کہیں معنی اور تفسیر کا درس ہو رہا ہے' کہیں احادیث پڑھائی جا رہی ہیں' کسی جگہ بخاری شریف کا سبق ہو رہا ہے اور کہیں مسلم شریف کہیں مسئلے مسائل سکھائے جا رہے ہیں اور کہیں اصطلاحات کی وضاحت اور کہیں مناظرہ ہو رہا ہے۔ یہ سب دیکھ کر نواب صاحب بہت حیران ہوئے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ کسی طالب علم سے کمرے سے نکلتے وقت کوئی سوال کریں گے مگر کلکٹر ان کو اشارے سے روک دیتا تھا--- یہ سب دیکھ کر جب واپس ہوئے تو نواب صاحب نے کہا کہ اتنا بڑا دینی مدرسہ ہے جس میں اسلام کے ہر پہلو کی اس قدر عمدہ تعلیم اور باریک سے باریک باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ آخر یہ ان مسلمان طلبہ کو اس طرح علیحدہ کیوں بند کر رکھا ہے اور کیوں چھپا رکھا ہے؟ کلکٹر نے کہا کہ ان میں کوئی مسلمان نہیں سب عیسائی ہیں۔ نواب صاحب کو مزید حیرت ہوئی اور انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کلکٹر نے کہا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہیں مسلمان ممالک میں خصوصاً شرق اوسط بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں یہ لوگ کسی بڑے شہر کی کسی بڑی مسجد میں جا کر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ انگریز ہیں' انہوں نے مصر میں ازہر یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور مکمل عالم ہیں۔ انگلستان میں اسلامی ادارے نہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں اور نہ مسجدیں ہیں اس لیے جلاوطنی اختیار کی ہے۔ وہ سردست تنخواہ نہیں چاہتے بلکہ صرف کھانا اور سر چھپانے کا ٹھکانا اور پہننے کے

کپڑے درکار ہیں۔ وہ مسجد میں موذن یا پیش امام یا بچوں کو کلام مجید کے معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کو تیار ہیں۔ اگر کوئی بڑا تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو مسجد یا مدرسے میں رکھ لیا جاتا ہے تو مقامی لوگ بطور امتحان ان سے مسئلہ مسائل بھی معلوم کر لیتے ہیں اور وہ کافی و شافی جواب دیتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد جب کوئی اختلافی مسئلہ آتا ہے تو لوگ ان کے معتقدین ہو جاتے ہیں اور وہ اس اختلافی مسئلے پر ان کی دو پارٹیاں بنا کر خوب اختلاف پیدا کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اچھی طرح آپس میں لڑاتے ہیں۔ سو اس ادارے کا پہلا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑاؤ' چنانچہ شرق اوسط میں گرجاؤں کے پادریوں کے ایک سالانہ جلسے میں ZAVYAR نامی پادری نے بحیثیت صدر اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمانوں سے ہم مناظرے میں نہیں جیت سکتے' اس لیے ہم نے اسے چھوڑ کر یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ انہیں آپس میں لڑاؤ' اس میں ہم کامیاب ہیں' لہٰذا ہمیں اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس مدرسے کا مقصد یہ ہے کہ حضور کا درجہ جس طرح بھی ہو سکے گھٹاؤ تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں جو ان کی عزت اور محبت ہے وہ کم ہو جائے اور اس کے بغیر مسلمانوں پر قابو نہیں پا سکتے' کیونکہ محض مسلمانوں کے اختلاف سے اسلام ختم نہیں ہو سکتا۔۔۔ کلکٹر کی ان باتوں پر نواب صاحب حیرت کے سمندر میں غوطہ کھا رہے تھے۔

نواب چھتاری کے اس انکشاف سے "شیطانی آیات" کی تصنیف کے اصل عوامل و محرکات اور سلمان رشدی کی شیطنت و خباثت کا صحیح پس منظر کھل کر منظر عام پر آ جاتا ہے۔

سلمان رشدی کے ارتداد کے اسباب

ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک یعنی ابولہب' ولید بن مغیرہ' بشر منافق اور عبداللہ بن ابی سے لے کر سلمان رشدی تک بہت سے دشمنان اسلام اور گستاخان رسول پیدا ہوئے اور ان ظلمت پسندوں اور دریدہ دہنوں نے نت نئے انداز میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں اور صداقتوں پر حملے کیے۔ امت مسلمہ کے صبر و تحمل اور ان کی غیرت ایمانی و حمیت دینی کا امتحان لیا جس کے نتیجے میں کتنے ہی فرزندان توحید نے اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے اس طرح کے گستاخوں اور بد نصیبوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور خود بھی ہنسی خوشی نام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کٹ کر عروس شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ گستاخی رسول اور منصب رسالت و توحید پر حملے کی جہاں ایک طویل تاریخ ہے وہیں ایسے ظالموں' دریدہ دہنوں اور بدبختوں کو جہنم رسید کرنے والے وفا آشنا' ایثار پیشہ اور سراپا تسلیم و رضا عشاق رسول کی بھی کمی نہیں۔۔۔ برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں پر ایک قیامت اس وقت گزری تھی جب برطانوی دور حکومت میں ایک ظالم نے "رنگیلا رسول" نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے خرمن ہوش و خرد پر بجلی گرا دی تھی اور ایک دیوانہ رسول نے اس ظالم کو بھری عدالت میں گولی مار کر دنیا پر یہ واضح کر دیا تھا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے پیارے آقا نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طویل معاندانہ اور مخالفانہ تاریخ کا مطالعہ اس بات کا غماز ہے کہ اب تک جتنی بھی اسلام دشمنی میں کتابیں تحریر کی گئی ہیں ان سب میں عصر حاضر کی بدنام ترین اور مردود ترین کتاب "شیطانی آیات" نے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ ہندی نژاد برطانوی مصنف سلمان رشدی نے جس طرح اس کتاب میں اپنی خباثت اور دریدہ دہنی کا ثبوت دیا ہے اور قرآن مقدس اور رسول اعظم اور امت مسلمہ کے مایہ ناز سپوتوں' امہات المومنین' نیز ملائکہ مقربین کے حضور میں جس طرح کے نازیبا کلمات اور گندے خیالات کا استعمال و اظہار کیا

ہے--- شاید تاریخ میں کبھی بھی کسی بڑے دشمن اسلام نے بھی ایسی جرات و جسارت نہیں کی ہے۔ اگر یہ شخص بظاہر کلمہ گو نہ ہوتا تو شاید "شیطانی آیات" نے وہ قہر برپانہ کیا ہوتا لیکن طرفہ تماشایہ ہے کہ یہ رکیک و ذلیل حرکت اس شخص کی ہے جو اسلامی نام رکھتا ہے اور بظاہر کلمہ گو ہے لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں 'ایسے منافقین تو ہر دور میں ہوئے ہیں جنھوں نے کلمہ و نماز کی آڑ میں امت مسلمہ میں نفاق و شقاق کا بیج بونے کا کام کیا ہے۔ عظمت رسول پر حملہ آور ہو کر وفاداران رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جذبہ ایمانی کو آزمایا ہے 'اس لیے اگر انگریزوں اور اسلام دشمنوں کی آغوش میں پل بڑھ کر جوان ہونے والا یہ نام نہاد مسلمان "شیطانی آیات" جیسی مردود و ملعون کتاب لکھتا ہے تو کیا مقام تعجب ہے 'البتہ! حیرت و استعجاب کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اب تک ایسا بد ترین گستاخ رسول زندہ ہے؟ خیر! یہاں موضوع بحث یہ نہیں کہ یہ زندہ کیوں ہے۔ جب وقت اجل آئے گا یہ ظالم خود ہی تمام تر مغربی طاقتوں کے حفاظتی حصار کے باوجود کسی عاشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی گولیوں کا نشانہ بن کر جنہم رسید ہو جائے گا--- یہاں موضوع بحث یہ امر ہے کہ آخر سلمان رشدی کیوں واجب القتل ہے؟ اس کے قتل کا فتویٰ کس بنیاد پر دیا گیا ہے؟--- اگر وہ مرتد ہے اور اسی ارتداد کے باعث وہ قابل گردن زدنی قرار دیا گیا ہے تو اس ارتداد کے اسباب کیا ہیں؟ اور اس نے کتاب کے مختلف کرداروں کا سہارا لے کر قرآن پر' سیرت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر' ملائیکہ مقربین پر' وحی و اولیاء پر' امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہن پر' نیز دیگر عقائد و احکام اسلام پر جو جارحانہ حملے کیے ہیں وہ کیا ہیں؟ اور علمی و تحقیقی طور پر ان کے شافی و کافی جوابات کیا ہیں---؟--- تو ہم سب سے پہلے بحث کا آغاز اس امر سے کرتے ہیں کہ اگر سلمان رشدی مرتد ہے تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور ایک مرتد کی اسلام نے کیا سزا متعین کی ہے؟

ملعون رشدی نے اپنی کتاب "شیطانی آیات" میں جو غلیظ زبان استعمال کی ہے اور ملائیکہ مقربین' انبیائے کرام اور امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہن کی بارگاہ میں جس طرح کی بے ہودہ گوئیاں کی ہیں' ہم ان کو بعینہٖ نقل کرنے کی جسارت اپنے اندر نہیں پاتے ہیں اور چونکہ اس کتاب پر قانوناً پابندی عائد کی ہے' اس لیے بھی اس کتاب کا کوئی جملہ یا اقتباس نقل کرنا جرم ہے۔ اس لیے کتاب کے مرکزی خیالات کو سامنے رکھ کر سلمان رشدی کے ارتداد اور کفر پر بحث کرتے ہیں۔

پہلا سبب: یہ کتاب جس نے پوری دنیا میں شیطان کی طرح شہرت پالی ہے' دراصل ایک ناول کی صورت میں رقم کی گئی ہے جس کے دو مرکزی کردار ہیں۔ اس شیطان صفت مصنف نے ایک کردار کا نام جبرئیل فرشتہ اور دوسرے کردار کا نام "صلاح الدین چمچہ" رکھا ہے۔ اس طرح اس نے شروع ہی سے سید الملائیکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور معرکہ صلیب و ہلال کے ہیرو عظیم مرد مجاہد حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کا مذاق اڑایا ہے۔ یہیں پر بس نہیں' بلکہ اس مردود مصنف نے یہ بھی دکھایا ہے کہ "جبرئیل فرشتہ" کی والدہ محبت میں اس کو فرشتہ اور "شیطان" دونوں ناموں سے (نعوذ باللہ) پکارتی ہے۔ اس طرح ملعون سلمان رشدی نے دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ لائی گئی وحی یا آیات قرآنیہ اور شیطانی بکواس میں (نعوذ باللہ) کوئی فرق نہیں۔

دوسرا سبب: کتاب کے یہ دونوں کردار خواب پر خواب دیکھتے ہیں اور ان خوابوں ہی کی آڑ میں درحقیقت اس بدنام زمانہ ملعون و مردود مصنف' مرتد اعظم سلمان رشدی نے مذہب مہذب اسلام سید العرب والعجم رحمت عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم' سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' ملائیکہ خصوصاً حضرت جبرئیل علیہ السلام' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں دریدہ دہنی و یاوہ گوئی کی ہے اور انتہائی بھونڈے انداز میں گالیاں بکی ہیں۔

تیسرا سبب: قرون وسطیٰ کے عیسائی مصنفین و مستشرقین خصوصاً عیسائیوں کے مذہبی رہنما یعنی راہب اور پادری جب کبھی آقائے نامدار، سید اخیار و ابرار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیتے تو آپ کے نام پاک کی اہانت کی نیت سے آپ کا صحیح نام نہیں لیتے تھے بلکہ آپ کو "مہونڈ" کہہ کر اپنی ازلی بدبختی اور بدباطنی کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ مرتد و ملعون رشدی نے اپنی اس کتاب میں ایک خواب کا نام "مہونڈ" رکھا ہے جس میں رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک مکی زندگی کو نہایت ہی غلط اور مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح اس بدبخت اور خبیث مصنف نے کھل کر اپنی اسلام دشمنی، رسول دشمنی اور اہل مغرب کی چمچہ گیری کا ثبوت دے کر اپنے اوپر نار جحیم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واجب کر لیا ہے۔

چوتھا سبب: مردود رشدی نے ایک اور خواب کا نام ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام مبارک پر "عائشہ" رکھا ہے، جس میں اس بدنصیب اور کور بخت مصنف نے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کو غلط طریقے پر پیش کر کے دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی پاکیزہ اور مقدس حیات پر رکیک حملے کیے گئے ہیں اور ان محترم و مکرم ہستیوں کے لیے گالیوں بھرے جملے استعمال کیے گئے ہیں۔

پانچواں سبب: اس بدنام زمانہ مصنف نے ایک اور خواب کا نام "جہالت کی طرف واپسی" رکھا ہے۔ اس میں اس نے فتح مکہ اور رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فتح مکہ کے بعد کی حیات مقدسہ کو انتہائی گندے اور بے ہودہ ڈھنگ سے پیش کیا ہے جس کے کسی حصے کو نقل کرنا نہ ہی ایمان اجازت دیتا ہے اور نہ ہی قانون۔

الغرض! پوری کتاب ایسے ہی سب و شتم اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخیوں اور دریدہ دہنیوں سے پر ہے اور اس بات پر جملہ فقہائے کرام، اور علمائے ربانیین کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یا فرشتوں کی شان اقدس و اطہر میں سب و شتم کرنے والا مسلمان خارج از اسلام یعنی مرتد ہو جاتا ہے جس کی سزا موت ہے (اس سلسلے میں ایک علمی بحث آگے آ رہی ہے) اس طرح کتاب کے مذکورہ مشمولات و مندرجات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ سلمان رشدی یقیناً خارج از اسلام مرتد و بددین اور واجب القتل ہے۔

شاتم رسول کی سزا (اقوال فقہاء کی روشنی میں)

بارگاہ الوہیت میں نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب و مقام ایسا ارفع و اعلیٰ ہے کہ جہاں تک طائر عقل کی رسائی ناممکن ہے۔ جن کی تعظیم و توقیر ہر مومن پر فرض عین ہے۔ جن کی بارگاہ پر عظمت میں رفع صوت بھی تمام اعمال کے ضیاع کا موجب ہے۔ جن کی بارگاہ میں کسی ایسے لفظ کے استعمال پر جو سوء معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو، عذاب الیم کا مژدہ ہے، جن کی شان اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کرنے والے گستاخوں کو خود رب کائنات نے عبرت ناک سزائیں دی ہیں اور قرآن پاک میں ان کے لیے سخت وعیدوں کا ذکر فرمایا ہے۔

آفتاب رسالت کی جلوہ گری کے بعد مدینہ منورہ کی سرزمین پر ایسے بدنصیب اور کور بخت گستاخان رسول کے لاشے تڑپتے نظر آتے ہیں جنہوں نے یا تو آپ کے حق و صداقت پر مبنی فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا یا جنہوں نے اپنے ہجویہ اشعار کے ذریعہ مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین کے ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ایسے شریروں اور فتنہ

پروازوں میں بشر منافق کا واقعہ مشہور زمانہ ہے جس کو حضرت فاروق اعظم نے محض اس بنا پر کہ اس نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے اعراض کیا تھا اور آپ سے فیصلہ چاہا تھا' تہ تیغ کردیا تھا اور آیت قرآنی نے آپ کے اس اقدام کے صحیح اور برحق ہونے کی شہادت دی تھی۔ ایسے ہی ایک بوڑھا یہودی ابو عفک کا واقعہ کتب سیر میں ملتا ہے' یہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اشعار کہتا تھا جن میں سخت گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا تھا--- اور لوگوں کو آپ کے اور اسلام کے خلاف اکساتا تھا۔ ایک بار اس نے چند ایسے اشعار کہے جس میں اس نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باہر کا آدمی بتایا اور قرآن مجید کے بعض احکام کا تمسخر اڑایا جس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری طرف سے اس (شخص) کے لیے کون آدمی ہے؟ یہ سن کر حضرت سالم بن عمیر اٹھے اور اس کو قتل کردیا۔ یہ واقعہ شوال ۲ھ کا ہے"۔

(ابن ہشام' السیرۃ النبویہ' ج ۴ ص ۲۸۵)

اسی طرح ایک شاعرہ تھی جس کا نام عصماء بنت مروان تھا جس کا تعلق مدینہ منورہ کے قبیلہ اوس سے تھا۔ اس حرماں نصیب شاعرہ نے ایک مرتبہ اسلام' پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہ کی بارگاہ میں ہجویہ اشعار کہے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"بنو مالک' بنو نبیت' بنو عوف اور بنو خزرج کی اصل و بنیاد اور ان کے مورث اعلیٰ کی قسم! تم نے ایک باہر سے آئے ہوئے اجنبی شخص کی اطاعت کرلی جو تم میں سے نہیں۔ وہ نہ قبیلہ مراد سے ہے نہ قبیلہ مذحج سے۔ تم لوگ اپنے اپنے بڑے بڑے سرداروں کے قتل ہونے کے باوجود اس شخص کو اپنے آپ سے اسی طرح امید دلا رہے ہو جس طرح پکے ہوئے شوربے سے امید لگائی جاتی ہے۔ کیا کوئی ناک والا ہے جو اس غافل جماعت کے خلاف اٹھے اور امید کرنے والے کی امیدیں قطع کردے؟"

ان اشعار میں اجنبی شخص سے مراد رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو لیا گیا ہے اور غافل (نالائق) جماعت سے مراد مسلمان ہیں۔ جب رسول انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان اشعار کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیا کوئی میرے لیے مروان کی بیٹی کو گرفت میں لینے والا ہے؟" ایک جاں نثار صحابی حضرت عمیر بن عوف نے آپ کی پکار پر لبیک کہا اور آنے والی شب میں عصماء کے گھر جاکر اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا۔ ابن سعد کے مطابق عصماء بنت مروان کا قتل رمضان ۲ھ میں ہوا"۔ (ابن سعد الطبقات الکبریٰ ج ۲' ص ۲۷)

اسی طرح یہودیوں کا مشہور شاعر اور مدینہ کا مالدار ترین شخص مردود کعب بن اشرف بھی رسول دشمنی اور دل آزاری مسلم میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے مسلمان عورتوں کے متعلق بے ہودہ اور عاشقانہ اشعار کہے اور انہیں ناقابل تلافی ذہنی و روحانی ایذاء پہنچائی۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "مَنْ لِّیْ بِابْنِ الْاَشْرَفِ"۔ یعنی میری خاطر کعب بن اشرف کی خبر لینے کے لیے کون تیار ہے؟ اس پر بنی عبدالاشہل قبیلہ کے جانباز صحابی رسول حضرت محمد بن مسلم نے کہا "یارسول اللہ! میں آپ کی خاطر اس کے لیے تیار ہوں۔ میں اس کو قتل کرڈالوں گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "فَافْعَلْ اِنْ قَدَرْتَ عَلٰی ذَالِکَ"۔ یعنی اگر تمہیں اس پر قدرت حاصل ہوجائے تو کرڈالو۔ یہ ایک سخت کام تھا اس لیے انہوں نے اپنی مدد کے لیے اپنے قبیلے اوس سے چار آدمیوں کو لیا جن کے نام یہ ہیں: ابو نائلہ' سلکان بن سلامہ' حارث بن اوس' عباد بن بشر اور ابو عبس بن جبیر۔ یہ لوگ گئے اور بڑی حکمت عملی سے کعب بن اشرف کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کعب بن اشرف کا قتل ۱۴ ربیع الاول ۳ھ کو ہوا۔ (ابن ہشام' السیرۃ النبویہ ج ۳' ص ۵۸)

یہ شعراء جو صحابہ کرام کے ہاتھوں فنافی النار ہوئے' ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے اپنے اشعار میں بعض ایسے کلمات استعمال کیے تھے جو شان نبوت کے سراسر خلاف تھے' فحش گالیاں نہیں تھیں' پھر بھی ان کے لیے بارگاہ نبوت سے قتل کا فرمان جاری ہوا اور موت کی نیند سلا دیئے گئے اور سلمان رشدی تو وہ بددین اور شیطان اعظم ہے جس نے انبیاء کرام' ملائکہ مقربین' صحابہ کبار اور امہات المومنین کے لیے فحش اور گندی گالیاں لکھی ہیں۔ ایسے مردود شخص کے لیے اگر سزائے موت کا فرمان جاری ہوتا ہے تو اس پر پرستاران صلیب اور علمبرداران عقیدۂ تثلیث کی طرف سے اعتراضات ہوں تو کیا تعجب ہے' لیکن اگر اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار اس پر اعتراض کریں اور اس کو اظہار رائے کی آزادی پر حملہ قرار دیں تو یہ البتہ! سخت تعجب کی بات ہے جبکہ سلمان رشدی جیسے شیطانوں اور گستاخوں کی سزائے موت سے متعلق کتب فقہ میں فقہاء کرام کے واضح اقوال موجود ہیں جن کو پڑھ لینے کے بعد کسی بھی شخص کے ذہن و دماغ میں ایسے مردود شخص کے لیے سزائے موت کے تعلق سے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا--- لہٰذا آیئے دیکھیں کہ بارگاہ رسول میں گالیاں بکنے والوں' شان رسالت کی تنقیص کرنے والوں کے بارے میں اساطین اسلام و فقہاء کرام کیا فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری ایک باوقار اور جید اہل علم و صاحب قلم ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں ایک بہترین مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ قارئین کی معلومات کے لیے آپ ہی کا مضمون جو تنقیص شان رسالت سے متعلق ہے' حاضر خدمت ہے۔

شرح وقایہ پر علامہ چلپی کے حواشی میں ہے:

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبِاَیِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ کُفْرًا سَوَاءٌ فَعَلَهٗ فَاعِلُ ذَالِکَ اِسْتِحْلَالًا اَمْ فَعَلَهٗ مُعْتَقِدًا لِّحُرْمَتِهٖ وَلَیْسَ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِیْ ذَالِکَ الَّذِیْنَ نَقَلُوا الْاِجْمَاعَ فِیْهِ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّحْصٰی۔

بیشک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف شان کفر ہے' عام ازیں کہ تخفیف کرنے والا اسے حلال جانتا ہو یا حرام' اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے' اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے حد شمار سے باہر ہیں۔

قَالَ الْقَاضِیُ فِی الشِّفَاءِ اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْعَابَهٗ اَوْاَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِهَا اَوْشَبَّهَهٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ وَالْاِزْرَاءِ عَلَیْهِ اَوِالتَّصْغِیْرِ لِشَانِهٖ اَوِالْغَضِّ مِنْهُ اَوِالْعَیْبِ لَهٗ فَهُوَسَابٌّ لَّهٗ وَحُکْمُهٗ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَلَانَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ هٰذَا السَّابِّ عَلٰی هٰذَا الْقَصْدِ وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْهِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْتَلْوِیْحًا۔

حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ "شفاء شریف" میں فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے' آپ کی ذات شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے یا آپ کی طرف تعریض کرے (اشارۃً عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی شے سے گالی یا توہین یا شان کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر تشبیہ دے تو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے' اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے۔ اس مقصد (قتل

کرنے) سے ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے ہیں خواہ صراحتاً ہو یا اشارۃً۔

وَكَذَالِكَ مَنْ لَعَنَهُ اَوْدَعَا عَلَيْهِ اَوْتَمَنّٰى مُضَرَّةً لَّهُ اَوْنَسَبَ اِلَيْهِ مَا لَا يَلِيْقُ بِمَنْصَبِهٖ عَلٰى طَرِيْقِ الذَّمِّ اَوْعَبَثَ فِيْ جِهَتِهِ الْعَزِيْزِ نَجْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهَجْوٍ وَمُنْكَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَيَّرَهُ بِشَيْءٍ مِّمَّا جَرٰى لَهُ مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَيْهِ اَوْغَمَصَهُ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيْهِ الْمَحْمُوْدَةِ لَهُ---

اسی طرح وہ شخص کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لعنت کی نسبت کرے یا آپ کے لیے بددعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ بطور مذمت یا آپ کی جانب عزیز سے کھیلتے ہوئے ہلکے کلام یا ہجو یا جھوٹے کلام سے آپ کو عیب لگائے' اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگائے بعض ان عوارض بشریہ سے جو آپ کے لیے جائز اور محمود تھے۔

وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلٰى هَلُمَّ جَرًّا۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علماء اور ائمہ فتویٰ کا اجماعی فیصلہ ہے۔

یہ بھی "شفاء شریف" میں ہے:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنٍ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُنْتَقِصَ لَهٗ كَافِرٌ وَالْوَعِيْدُ جَارٍ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ وَحُكْمُهٗ عِنْدَ الْاُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔

حضرت محمد بن سحنون نے فرمایا: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

"شفاء شریف" اور حواشی چلپی میں ہے:

قَالَ ابْنُ عِتَابٍ اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوْجِبَانِ اِنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَذًى اَوْنَقْصٍ مُّعَرِّضًا اَوْمُصَرِّحًا وَاِنْ قَلَّ فَقَتْلُهٗ وَاجِبٌ۔

حضرت ابن عتاب فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن و حدیث اس امر کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے یا آپ کی تنقیص شان کا ارادہ کرے' تعریضاً کرے یا تصریحاً اگرچہ قلیل ہو' اس کا قتل واجب ہے۔

حواشی چلپی میں ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُتَقَرِّرَ مِنْ تَتَبُّعِ الْمُعْتَبَرَاتِ اَنَّ الْمُخْتَارَ اَنَّ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَخْفِيْفِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ مِّنْ

معتبر کتابوں کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصداً اور ارادۃً ایسا کلام صادر ہوا جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف

عَامَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ یَجِبُ قَتْلُہٗ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ بِمَعْنَی الْخَلَاصِ عَنِ الْقَتْلِ وَاِنْ اَتٰی بِکَلِمَۃِ الشَّہَادَۃِ وَالرُّجُوْعِ وَالتَّوْبَۃِ لٰکِنْ لَوْمَاتَ بَعْدَ التَّوْبَۃِ اَوْ قُتِلَ ھٰذَا مَاتَ مَیْتَۃَ الْاِسْلَامِ فِیْ غُسْلِہٖ وَصَلٰوتِہٖ وَدَفْنِہٖ۔

شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بایں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرم عظیم سے توبہ کرے' لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مرجائے یا اس جرم کی سزا میں قتل کردیا جائے تو اس کی موت اہل اسلام کی طرح ہو گی۔ غسل' نماز جنازہ اور دفن میں یعنی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہو گا' اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مرگیا تو کافر مرا اور اس کے ساتھ اہل اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم

جاننا چاہیے کہ اس قائل نے قصداً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقام ثالث میں بیان ہوا ہے' جو شخص اس بڑے جرم کا قصداً مرتکب نہ ہوا ہو' بلکہ کسی اور سبب سے یہ عظیم جرم اس سے سرزد ہو گیا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے' تاہم تکمیل بیان کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہٰذا سنئے:

"شفاء شریف" اور حواشی چلپی میں ہے:

وَالْوَجْہُ الثَّانِیْ لَاحِقٌ بِہٖ فِی الْبَیَانِ وَالْجَلَاءِ وَھُوَ اَنْ یَکُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَائِلَ فِیْ جِہَتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ غَیْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالْاِزْرَاءِ وَلَا مُعْتَقِدًا لَّہٗ۔

وَلَا مَا تَکَلَّمَ فِیْ جِہَتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ بِکَلِمَۃِ الْکُفْرِ مِنْ لَعْنِہٖ وَسَبِّہٖ اَوْ تَکْذِیْبِہٖ اَوْ اِضَافَۃِ مَا لَا یَجُوْزُ عَلَیْہِ اَوْ نَفْیِ مَا یَجِبُ لَہٗ مِمَّا ھُوَ فِیْ حَقِّہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نَقِیْصَۃٌ مِثْلَ اَنْ یَنْسُبَ اِلَیْہِ اِتْیَانَ کَبِیْرَۃٍ اَوْ مُدَاھَنَۃٍ فِیْ تَبْلِیْغِ الرِّسَالَۃِ اَوْ فِیْ حُکْمٍ بَیْنَ النَّاسِ اَوْ یَغُضُّ مِنْ مَرْتَبَتِہٖ اَوْ شَرَفِ نَسَبِہٖ اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِہٖ اَوْ زُھْدِہٖ اَوْ یُکَذِّبُ بِمَا اشْتَھَرَ بِہٖ مِنْ اُمُوْرٍ اَخْبَرَ بِھَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِھَا عَنْہُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبَرِہٖ اَوْ یَاتِیَ بِسَفَہٍ مِنَ الْقَوْلِ اَوْ بِقَبِیْحٍ مِنَ الْکَلَامِ وَلَوْ بِاِشَارَۃٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِیْ جِہَتِہٖ

دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے کا ارادہ گالی توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون کا عقیدہ رکھتا ہے۔

لیکن اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر کہا' یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت یا ایسی چیز کی نسبت یا ایسی چیز کی نفی کی کہ آپ کے لیے ضروری ہے وغیر ذالک' کہ آپ کے حق میں نقص ہیں مثلاً آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداہنت (لحاظ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام شرف نسب' فراوانی علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا برے کلام یا کسی قسم کی گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا' بلکہ یا تو جہالت نے

وَاِنْ ظَهَرَ بِدَلِیْلِ حَالِهٖ اَنَّهٗ لَمْ یَتَعَمَّدْ ذَمَّهٗ وَلَمْ یَقْصُدْ سَبَّهٗ اِمَّا الْجَهَالَةُ حَمَلَهٗ عَلٰی مَاقَالَهٗ اَوْ بِفَجْرٍ اَوْ بِسُکْرٍ اَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَةٍ وَضَبْطٍ لِلِسَانِهٖ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِیْ کَلَامِهٖ۔

اسے اس کلام پر برانگیختہ کیا ہے یا بے چینی یا نشے نے اسے ابھارا ہے یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں جلدی اور بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔

فَحُکْمُ هٰذَا الْوَجْهِ حُکْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ الْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ اِذْ لَا یُعْذَرُ اَحَدٌ فِی الْکُفْرِ بِالْجَهَالَةِ وَلَا بِدَعْوٰی زَلَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَیْءٍ مِّمَّا ذَکَرْنَاهُ اِذْ کَانَ عَقْلُهٗ فِیْ فِطْرَتِهٖ سَلِیْمًا اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔

پس وجہ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ جب پیدائشی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی شخص کے لیے کفر کے معاملے میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشیاء مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائے گا۔ سوائے اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

اگر کوئی سچا کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا' چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارض بشریہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف شان کرے کافر ہو جائے گا' حالانکہ وہ عوارض بشریہ آپ کے جائز اور معلوم ہیں۔ اسی لیے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کر کے آپ کی تخفیف شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اس مسئلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں' جو کچھ ہم نے بیان کیا' وہی کافی ہے۔

اعتراض: کتب عقائد میں مذکور ہے کہ اہل سنت کے محققین کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے' پس اہل قبلہ میں سے جو شخص تنقیص شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: کتب عقائد میں مذکور ہے کہ

وَلَا نُکَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ۔

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔

قاعدہ کلیہ نہیں ہے' بلکہ اہل قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین' وہ امور جو دین میں بدیہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں' کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب ظاہر ہو' اسے بلا تامل کافر قرار دیا جائے گا اور وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے' کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریات دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریات دین میں شک کرے' وہ بلاشک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِیْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰی مَا هُوَ مِنْ ضُرُوْرِیَاتِ الدِّیْنِ کَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰهِ بِالْکُلِّیَاتِ وَالْجُزْئِیَاتِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِکَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْمُهِمَّاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُوْلَ

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں' مثلاً عالم کا حادث (عدم کے بعد موجود) ہونا' قیامت کے دن اجسام کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا۔ اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات اور جزئیات کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل' پس جو شخص طویل عمر' طاعت و عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ

عُمُرِهٖ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدَمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفْيِ الْحَشْرِ اَوْ نَفْيِ عِلْمِهٖ سُبْحٰنَهٗ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيْرِ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّهٗ لَا يُكَفَّرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ مِّنْ اَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهٖ وَلَمْ يَصْدُرْ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ مُّوْجِبَاتِهٖ۔

عالم کے قدیم (بے ابتداء) ہونے کا قائل رہا یا حشر جسمانی یا اللہ تعالٰی کے جزئیات کو جاننے کا منکر تھا وہ اہل قبلہ سے نہیں ہو گا۔ اہلسنّت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی' اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو۔

شرح مواقف میں ہے:

وَلَا يُكَفَّرُ اَهْلُ الْقِبْلَةِ اِلَّا بِمَا فِيْهِ نَفْيٌ لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيْمِ اَوْ شِرْكٌ اَوْ اِنْكَارٌ لِلنُّبُوَّاتِ اَوْ اِنْكَارُ مَا عُلِمَ مَجِيْئُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٖ ضَرُوْرَةً اَوْ مَا اُجْمِعَ عَلَيْهِ لِاِسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِيْ اَجْمَعَ عَلٰى حُرْمَتِهَا فَاِنْ كَانَ ذَالِكَ الْمُجْمَعُ عَلَيْهِ مِمَّا عُلِمَ ضَرُوْرَةً مِّنَ الدِّيْنِ فَذٰلِكَ ظَاهِرٌ وَّ دَاخِلٌ فِيْمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَاِنْ كَانَ اِجْمَاعًا ظَنِّيًّا فَلَا كُفْرَ بِمُخَالَفَتِهٖ وَاِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيْهِ خِلَافٌ اِنْتَهٰى۔

اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کی جس میں قدرت والے علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں بداہتاً ثابت ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے' مثلاً محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریات دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور ماقبل میں داخل ہے' ورنہ اگر اجماع ظنی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی تخفیف شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے' پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے' وہ کافر ہے تو تخفیف شان کے مرتکب کا کیا حال ہو گا؟

ملعون رشدی کے شیطانی نظریات

قرآن --- جبرئیل --- وحی

عقیدۂ وحی اور قرآن مجید

بددین اور ملعون سلمان رشدی نے اپنی کتاب "شیطانی آیات" میں عقیدۂ وحی اور قرآن مجید پر شدید حملہ کیا ہے۔ اس نے نہ صرف وحی کا مذاق اڑایا ہے بلکہ نعوذ باللہ اس نے یہ بھی دکھانے کی ناپاک اور ناکام کوشش کی ہے کہ شیطانی وساوس اور وحی قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ اس طرح اس ظالم نے قرآن حکیم کی مقدس ترین آیات کو نعوذ باللہ "شیطانی آیات" کا نام دیا ہے۔ اس سلسلے میں شیطان رشدی نے حامل وحی سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بھی شان اقدس میں گستاخی و دشنام طرازی کی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام و دوسرے فرشتوں کے بارے میں اسلامی عقائد آئندہ ایک الگ باب میں مذکور ہوں گے' اس باب میں ہم عقیدۂ وحی اور عظمت قرآن حکیم پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کریں گے۔ ملعون اعظم شیطان رشدی کی اصل عبارت کتاب کے ممنوع ہونے اور ناقابل تحریر ہونے کے باعث نقل کرنے سے ہم مجبور ہیں۔

(الف) اسلام میں وحی کا تصور (ایک نبی غیرنبی سے ممتاز کیوں ہوتا ہے؟)

فلسفہ اسلام پر گہری نگاہ رکھنے والے ارباب علم و دانش اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ایک نبی اور غیرنبی میں بنیادی فرق وحی کا ہے جبکہ ظاہری صورت اور اعضاء و جوارح میں ایک نبی عام انسان جیسا ہوتا ہے۔ جیساکہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝ (کہف: ۱۱۰)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں' مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنزالایمان)

لیکن روحانی اعتبار سے نبی کا رتبہ و مقام بڑا ہی ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ خالق و مخلوق کے درمیان ایک وسیلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کے احکامات و پیغامات بذریعہ وحی حاصل کرتا ہے اور مخلوق تک پہنچاتا ہے--- اس کا ہر کام اور ہر قول وحی خداوندی کی روشنی میں صادر ہوتا ہے--- جیساکہ خود اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم: ۳'۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے' وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

ان دونوں آیات کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ایک نبی کو وحی کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وحی خداوندی سب سے اعلیٰ ذریعہ علم ہے اور روحانی اعتبار سے سب سے برتر اور اونچا تجربہ ہے۔

وحی اور الہام میں کیا فرق ہے؟

اس مقام پر قبل اس کے کہ وحی کی تشریح کی جائے' اس کی قسموں سے بحث کی جائے۔ ضرورت ہے کہ الہام سے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کرلی جائیں' تاکہ وحی اور الہام کا فرق واضح ہوسکے۔ لغت میں الہام کے معنی ہیں "دل میں ڈالی ہوئی بات"۔ (المنجد اردو ص ۹۳۶) قرآن حکیم میں اس لفظ کا استعمال اس معنی میں سورۃ الشمس کی درج ذیل آیت میں ہوا ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ (الشمس: ۸) پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

(کنزالایمان)

وحی اور الہام میں بنیادی فرق کیا ہے؟ اس سلسلے میں پروفیسر احمد سعید اکبر آبادی اپنی کتاب "وحی الٰہی" میں رقم طراز ہیں کہ وحی الٰہی اور الہام دونوں میں یہ بات تو مشترک ہے کہ ان دونوں کے ذریعہ کسی چیز کا علم بغیر حواس خمسہ کے غیبی طور پر ہوتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ الہام ایک ایسا وجدان ہے جو کہ نفس کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذریعے شے مطلوب کا علم حاصل ہو جاتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ علم کا مبدا کیا ہے "گویا یہ وجدان بھوک پیاس' غم اور خوشی کے وجدان کی طرح ہے۔۔۔ بخلاف وحی کے کہ اس میں علم کا مبداء پورے طور پر معلوم ہوتا ہے۔ نیز وحی اور الہام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وحی صرف انبیاء کے ساتھ ہی مخصوص ہے یعنی وحی صرف انبیاء پر ہی نازل ہوتی ہے' جبکہ الہام نبی و غیر نبی دونوں کو ہوتا ہے۔ دراصل نبی کا الہام وحی کی ہی ایک قسم ہے (جیسا کہ آیات قرآنیہ سورۂ نجم: ۳'۴ میں اوپر مذکور ہے) اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا' جبکہ غیر نبی کا الہام صحیح اور غلط' حق اور باطل دونوں ہوسکتا ہے کیونکہ غیر نبی کو علم کا حقیقی مبدا معلوم نہیں ہوتا کہ رحمٰن ہے یا شیطان۔ اسی وجہ سے الہام (یعنی غیر نبی کا الہام) ہمیشہ ہی وحی کے تابع ہوتا ہے۔ اگر کسی غیر نبی کے دل میں کوئی بات (یعنی الہام) اس دور کے نبی پر نازل شدہ وحی کے خلاف آئے تو وہ ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی۔

(وحی الٰہی' ندوۃ المصنفین' دہلی' طبع سوم ۱۹۷۰ء' ص ۲۶)

حجتہ الاسلام امام غزالی اور وحی

امام غزالی کے مطابق "علم الوحی' علم المکاشفہ یا علم الوجدان میں سب سے اونچے درجہ کا علم ہے جو صرف انبیاء کے لیے خاص ہے۔ اس میں پیغام رساں فرشتہ نبی کے سامنے ایک ظاہری شکل اختیار کرلیتا ہے۔ علم الوحی کے علاوہ اور جتنے بھی وجدانی علوم ہیں وہ الہام (یا مکاشفہ یا صوفیائی تجربہ) کے تحت آتے ہیں۔ ان سے بھی کم درجہ کا وجدانی علم وہ علم ہے جو انسان کو خواب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے"۔ (احیاء العلوم ج ۳' ص ۱۶)

وحی اور الہام کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے ایک اور جگہ امام غزالی تحریر فرماتے ہیں "باقی وحی اور الہام تو ان کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اس قدر قوی ہوتا ہے کہ بدن کے ساتھ مشغول ہونے کے باوجود مبادی قدسیہ سے متصل ہوسکتا ہے اور اس کے ساتھ قوت متخیلہ اس قدر قوی ہوتی ہے کہ حس مشترک کو حیات ظاہری نجات دے سکتی ہے تو نفس ناطقہ بیداری کی حالت میں بھی عقول مجردہ اور نفوس سماویہ سے متصل ہوجاتا ہے اور اس کو غیب کی باتوں کا ادراک کلی طور پر ہوتا ہے اور پھر قوت متخیلہ اس کے مشابہ ایک جزوی صورت پیدا کرلیتی ہے۔ یہ صورت حس مشترک میں اثر کرکے مشاہد اور محسوس ہوجاتی ہے اور بعضوں کو یہ پیش آتا ہے کہ وہ مسلسل کلام سنتے ہیں یا کوئی اچھی صورت دیکھتے ہیں جو ان سے مسلسل الفاظ کے ذریعہ سے باتیں کرتی ہیں۔ یہ باتیں خود انہی کے متعلق ہوتی ہیں یا ان کے تعلقات کے متعلق"۔ (مقاصد الراصد' بحوالہ وحی الٰہی ص ۲۷' ۲۸)

عظیم فلسفی بو علی سینا اور ------- وحی

وحی اور الہام پر بحث کرتے ہوئے مشہور فلسفی بو علی سینا نے وحی کی تعریف اس طرح کی ہے۔

فَنَحْنُ نَرَى الْاَشْيَاءَ بِوَاسِطَةِ الْحِسِّ وَالنَّبِيُّ يَرَى الْاَشْيَاءَ بِوَاسِطَةِ الْقُوَى الْبَاطِنَةِ وَنَحْنُ نَرَى ثُمَّ نَعْلَمُ وَالنَّبِيُّ يَعْلَمُ ثُمَّ يَرَى۔

ہم حس کے واسطے سے اشیاء کو دیکھتے ہیں اور نبی اشیاء کو قوائے باطنہ کے ذریعہ دیکھتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں پھر جانتے ہیں' جب کہ نبی جانتا ہے پھر دیکھتا ہے۔

(وحی الٰہی ص ۲۸ بحوالہ ابو البقاء)

شیخ بو علی سینا نے اپنی متعدد کتابوں میں وحی' الہام اور معجزات و خارق عادت پر بحث کی ہے۔ اپنی تصنیف رسالۃ الفعل والانفعال میں تحریر کرتے ہیں "وحی و کرامات تاثیر النفسانی فی النفسانی میں داخل ہیں' کیونکہ وحی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی امر عقلی کا القائے خفی ان نفوس بشریہ میں ہے جو اس القاء کو قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اگر یہ القاء جاگنے کی حالت میں ہو تو اسے وحی کہتے ہیں اور اگر نیند کی حالت میں ہو تو اس کا نام نفث فی الروح ہے"۔

(کتاب مذکور' مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' حیدر آباد' دکن' ص ۳)

وحی کے لغوی معنی

وحی کے معانی لغت میں حسب ذیل ہیں:

اَلْوَحْيُ اَلْاِشَارَةُ وَالْكِنَايَةُ وَالرِّسَالَةُ وَالْكَلَامُ الْخَفِيُّ وَكُلُّ مَا اَلْقَيْتَهُ اِلٰى غَيْرِكَ۔ (ابن منظور' لسان العرب)

وحی کے معنی ہیں اشارہ کرنا' سکھنا' پیغام دینا' دل میں ڈالنا' چھپا کر بولنا اور جو کچھ تم کسی دوسرے کے خیال میں ڈالو۔

القاموس المحیط میں ہے:

(اَلْوَحْيُ) اَلْاِشَارَةُ وَالْكِنَايَةُ وَالْمَكْتُوْبُ وَالرِّسَالَةُ وَالْاِلْهَامُ وَالْكَلَامُ الْخَفِيُّ وَكُلُّ مَا اَلْقَيْتَهُ اِلٰى غَيْرِكَ وَالصَّوْتُ يَكُوْنُ فِي النَّاسِ وَغَيْرِهِمْ۔

لفظ وحی کا مطلب ہے اشارہ کرنا' لکھنا' لکھی ہوئی چیز' پیغام دینا' الہام کرنا (یعنی کوئی بات دل میں ڈالنا) مخفی بات اور ہر وہ بات جو تم کسی دوسرے کے خیال میں ڈالو' اور وہ (مخفی) آواز جو انسان اور دوسری (ذی حیات) مخلوقات میں پائی جاتی ہے۔

(علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' القاموس المحیط ج ۴' ص ۴۰۱)

عربی زبان و ادب اور نحو و لغت کے ماہر علماء نے مندرجہ بالا معانی کی تائید میں عہد جاہلیت کے فصیح و بلیغ شعراء کے اشعار کثرت سے پیش کیے ہیں جو کہ لغت کی کتابوں میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں--- بہرحال ان تمام معانی میں ایک امر سب میں مشترک ہے یعنی "کسی سے مخفی طور پر یا خاموشی سے بات کرنا"۔

لفظ "وحی" (وحی یحی وحیا' اوحی ایحاء) قرآن مجید میں بھی متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً---

(۱) دل میں کسی بات کا ڈالنا

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ (القصص: ۷)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا۔ (کنز الایمان)

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (المائدہ: ۱۱۱)
اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ (کنزالایمان)

"حواریوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب اور مخصوصین ہیں"۔ (خزائن العرفان ص ۱۸۳)

وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ (یوسف: ۱۵)
اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور انہیں ان کا یہ کام جتا دے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔ (کنزالایمان)

(۲) فطری حکم جس کو وحی نوعی بھی کہتے ہیں

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ (النحل: ۶۸)
اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا (حکم دیا) کہ پہاڑوں میں گھر بنا۔ (کنزالایمان)

وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔ (حم: ۱۲)
اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے۔ (کنزالایمان)

(۳) غیر ذی روح اشیاء کو حکم

اوپر تحریر کردہ فطری حکم، جس کو وحی نوعی بھی کہتے ہیں صرف ذی روح مخلوقات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ بے جان و بے روح اشیاء کے لیے بھی وحی کا لفظ قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا ○ (الزلزال: ۶)
اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بتائے گی، اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔ (کنزالایمان)

(۴) خاموشی سے یا اشارہ سے بات کرنا

فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا ○ (مریم: ۱۱)
تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح و شام تسبیح کرتے رہو۔ (کنزالایمان)

قرآن مجید میں لفظ "وحی" کا استعمال مندرجہ بالا معانی میں خالصتاً لغوی مفہوم میں ہوا ہے اس کے علاوہ عام طور پر لفظ "وحی" اصطلاحاً قرآن مجید میں خاص "وحی الٰہی" کے معنی میں یا اس پیغام کے معنی میں کثرت سے آیا ہے جو اللہ تعالیٰ صرف انبیائے کرام کو ہی بھیجتا ہے۔ چند آیات کریمہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں جن میں لفظ "وحی" خاص یہی مفہوم رکھتا ہے۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ (النساء: ۱۶۳)
بیشک اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل، اور اسحٰق، اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ، اور ایوب، اور یونس، اور ہارون، اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ (کنزالایمان)

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ○ (فاطر)
اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی، وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرمائی ہوئی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔ (کنزالایمان)

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ۔ (الاعراف: ۱۱۷)
اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال۔ (کنزالایمان)

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا۔ (یونس: ۸۷)

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ۔ (کنزالایمان)

وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ۔ (طٰہٰ: ۷۷)

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل۔ (کنزالایمان)

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ۔ (الشعراء: ۶۳)

تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ (کنزالایمان)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ○ (یوسف: ۳)

ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی' اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں اس کی خبر نہ تھی۔ (کنزالایمان)

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ○ (النحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا۔ (کنزالایمان)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ○ (الانبیاء: ۲۵)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔ (کنزالایمان)

مذکورہ بالا جملہ آیات کریمہ میں لفظ "وحی" بمعنی "وحی الٰہی" (یعنی اللہ کا وہ خاص پیغام اور حکم جو صرف پیغمبران عظام کے پاس ملائکہ کے ذریعہ آتا ہے) استعمال ہوا ہے' نیز ان سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ ایک نبی اور غیر نبی میں بنیادی فرق و امتیاز وحی کا ہے۔

وحی متلو اور وحی غیر متلو

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کی شکل میں مختلف احکامات لے کر نازل ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت جبرئیل کو فرشتہ وحی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بعض اوقات ایسے پیغامات بھی لے کر آتے تھے' جو قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں' اسی بنا پر وحی کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: ایک وحی متلو اور وحی غیر متلو۔

وحی غیر متلو قرآن مجید ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے' جبکہ وحی غیر متلو احادیث طیبہ ہیں جو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اس کی تصریح قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی○ (النجم: ۳)

اور وہ (نبی) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں' مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں' کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں' جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی

ہے اور اس میں حضور کے خلق عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش ترک کردے۔(کبیر) اور اس میں یہ بھی ارشاد ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ تجلی ربانی کا یہ استیلائے تام ہوا کہ جو کچھ فرماتے ہیں' وہ وحی الہی ہوتی ہے۔(روح البیان)

(خزائن العرفان ص ۷۶۰)

استاذ عالمگیر شیخ احمد دہلوی عرف ملا جیون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما نے اصول فقہ کی اپنی مشہور زمانہ کتاب "نور الانوار" میں وحی کی دو بڑی قسمیں لکھی ہیں۔ ایک وحی ظاہر اور دوسری وحی باطن۔ وحی ظاہر کی انہوں نے تین قسمیں لکھی ہیں۔

۱- **وحی قرآن:** وحی کی یہ قسم خاص جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے انہی الفاظ میں اس طرح نازل ہوئی تھی کہ نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا پوری طرح علم تھا کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں اور قرآن کی فلاں آیات یا سورت لے کر نازل ہوئے ہیں۔

۲- **اشارۃ الملک:** وحی کی یہ قسم بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ہی نازل ہوئی تھی' لیکن الفاظ وہ نہیں رہتے تھے (بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں ان کو ادا کرتے تھے) جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے "روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی"۔

۳- **الہام یا وحی قلبی:** یعنی وحی کی وہ قسم جس کا القاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کیا جاتا تھا۔

جہاں تک وحی باطن کا تعلق ہے' حضرت ملا جیون علیہ الرحمتہ کے مطابق یہ وہ وحی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیاس کے نتیجہ میں حاصل ہوتی تھی۔

مذکورہ بالا سطور پر وحی ظاہر کے تحت لکھی گئی تیسری قسم "الہام یا وحی قلبی" اس الہام سے مختلف ہے جو غیر نبی کو یا صوفیاء وغیرہ کو ہوتا ہے۔ انبیاء کا الہام یقینی ہوتا ہے' اس لیے اس کو وحی کی ہی ایک قسم کہا جاتا ہے جبکہ غیر نبی کے قیاس کا یقینی ہونا ضروری نہیں' اس وجہ سے غیر نبی کا قیاس یا الہام اس دور کی نازل شدہ وحی کے تابع ہوتا ہے' یعنی اگر وہ اس دور کے نبی پر نازل شدہ وحی کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وحی کے خلاف ہے تو باطل ہے--- عیسائیوں نے اس جگہ بڑا دھوکہ کھایا ہے جس کے باعث وہ نبی اور غیر نبی کے الہام میں فرق نہیں کراتے' اسی وجہ سے اکثر عیسائی مبلغین اور مصنفین نے "وحی" کے لیے غلط طریقے سے لفظ الہام (Intivation) کا استعمال کیا ہے۔ (Rev. T. P. Hughes, "Notes on Mohammadism, Delhi Reprint 1975 P.P. 47148) اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام متعدد بار ایسے احکامات بھی لے کر نازل ہوئے جو کہ اللہ کے حکم سے قرآن کریم میں شامل نہیں کیے گئے ہیں۔ اس لیے علمائے اسلام نے (ملا جیون علیہ الرحمہ کی تقسیم سے قطع نظر) وحی کو مندرجہ ذیل دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔(وحی الہی ص ۱۵۴'۱۵۵)

۱-وحی متلو اور ۲-وحی غیر متلو۔ وحی متلو وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن کریم اور غیر متلو وہ وحی ہے جس کی عام طور پر تلاوت نہیں کی جاتی اور جو احادیث طیبہ کی شکل میں محفوظ ہیں۔ اس سلسلے میں دلیل کے طور پر سورہ النجم کی آیت ۳ و ۴ اوپر نقل کی جاچکی ہے--- اس طرح رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا ہے وہ بھی دراصل وحی ہی کی ایک قسم ہے یعنی وغیر غیر متلو۔

جہاں تک کہ وحی کی دونوں قسموں یعنی وحی متلو اور وحی غیر متلو میں فرق کا سوال ہے' وحی متلو یعنی قرآن مجید کا ہر ہر لفظ بغیر

کسی کمی و تقصیر کے ہم تک اسی طرح پہنچا ہے جس طرح کہ نازل ہوا تھا۔ اس سلسلے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وحی غیر متلو کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ الفاظ ہیں جو مختلف راویوں کے ذریعہ احادیث کی شکل میں ہم تک پہنچے ہیں۔

نزول وحی کے مختلف طریقوں کا بیان

اللہ عزوجل اپنے رسولوں اور پیغمبروں تک کن کن طریقوں سے اپنے احکام پہنچاتا ہے' مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اس کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۵۱)

اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر' یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے۔ بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں منجانب اللہ پیغمبروں تک پیغام رسانی کے جو مختلف طریقے بیان کیے گئے ہیں ان میں سے پہلا طریقہ وحی کا بتایا گیا ہے اور وحی کا نزول جن مختلف طریقوں سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوا ہے' ان کا تفصیلی بیان آگے مذکور ہوگا۔ اس جگہ وحی متلو اور وحی غیر متلو کا ایک اور اہم فرق بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ عزوجل کی طرف سے کسی نبی کے دل میں القاء کیا گیا حکم' چاہے اس کا تعلق اوامر سے ہو یا نواہی سے' یا وہ کسی گذشتہ حقیقت یا واقعہ کو سمجھاتا ہو' عام طور پر وحی غیر متلو ہوتا ہے جس کو وحی خفی بھی کہا جاتا ہے۔ وحی کی یہ قسم تمام انبیائے کرام میں مشترک ہے اور وہ وحی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں کی کسی زبان میں اپنے الفاظ کے ساتھ کوئی وحی بھیجتا ہے تو اس کو وحی متلو کہتے ہیں۔ وحی متلو کو وحی جلی بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کی وحی صرف عظیم المرتبت انبیائے کرام علیہم السلام کو ہی بھیجی جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید وحی کی اس دوسری قسم کے ذریعہ ہی نازل کیا گیا ہے۔ اس میں اس دوسری قسم یعنی وحی متلو یا وحی جلی کے علاوہ وحی کی کوئی اور قسم شامل نہیں ہے۔ اس قرآن کو حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی خود اللہ عزوجل نے نازل فرمایا اور خود ہی اس نے اس مقدس آسمانی کتاب کی ہر قسم کی تحریف و ترمیم سے حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔۔۔ جیسا اس کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنزالایمان)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ (القیمہ: ۱)

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ (کنزالایمان)

اول الذکر آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ تحریف و تبدیل و زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں' تمام جن و انس اور ساری خلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے یا تغییر و تبدیل کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔ یہ حفاظت کئی طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآن کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں

ل ہی نہ سکے' ایک یہ کہ اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو' ایک یہ کہ ساری خلق کو اس کے نیست و نابود اور معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار باوجود کمال عداوت کے اس کتاب مقدس کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ (خزائن العرفان ص ۳۷۹)

اس طرح ملعون و مردود سلمان رشدی کا قرآن حکیم پر عائد کردہ الزام بے بنیاد' لغو اور یکسر جھوٹ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں شیطانی وسوسہ کسی بھی درجہ میں شامل ہو گیا ہو' کیونکہ سارے کا سارا وحی متلو ہے جو اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے ساتھ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی اعلیٰ ترین قسم کے ذریعہ اس پوری وضاحت کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نازل کیا گیا ہے۔ اس طرح قرآن کریم ان احکامات سے الگ ایک جداگانہ شکل میں نازل کیا گیا ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر وحی غیر متلو کے ذریعہ القاء کیے گئے تھے اور جن کو عام طور سے احادیث کہا جاتا ہے جبکہ

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا۔ (یوسف: ۲)	قرآن مجید بمع الفاظ و معانی اللہ کا کلام ہے۔
نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ عَلٰى قَلۡبِكَ۔	حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کو لے کر نازل ہوئے ہیں۔
فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۹۷)	یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔
اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ۔ (التکویر: ۱۹-۲۱)	حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں ہی بے انتہا امین اور دیانت دار ہیں۔
وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ۔ (یونس: ۳۷)	اس قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا کسی اور شخص نے بنایا نہیں ہے۔
وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ۔ (الشعراء: ۲۱)	شیاطین نے اس کا القاء نہیں کیا ہے۔ اور وہ اس قابل نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔
وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ۔ (التکویر: ۲۵-۲۶)	اور قرآن' مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں' پھر کدھر جاتے ہو۔
اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ۔ (الحاقہ: ۴۰)	بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔
قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ۔ (یونس: ۱۵)	تم فرماؤ! مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں' میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔
سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى۔ (الاعلیٰ: ۶'۷)	عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں پھر آپ نہ بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے' بیشک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو' اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول امین و کریم تھے۔ قرآن کریم آپ پر جیسا نازل ہوتا تھا ویسا ہی آپ لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔ آپ کے لیے اس میں نسیان اور مغالطہ کا کوئی احتمال نہ تھا۔

دوسرا طریقہ جس سے اللہ تعالیٰ کسی برگزیدہ بندے و رسول سے رابطہ قائم فرماتا ہے یہ ہے کہ وہ حجاب کے پیچھے سے اس

سے کلام کرے۔ یہ حجاب کوئی مادی حجاب یا پردہ نہیں ہوتا بلکہ روحانی حجاب ہے یا نورانی پردے ہوتے ہیں' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالٰی کے ستر ہزار نورانی حجاب ہیں اور ستر ہزار ظلماتی حجاب ہیں۔ تعداد ستر ہزار مختلف روایتوں میں مختلف ہے اس طرح یہ کوئی مقررہ تعداد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد بہت بڑی مقدار یا تعداد ہے۔

تیسرا طریقہ جس سے اللہ تعالٰی کسی محبوب و مقرب بندے سے کلام فرماتا ہے' یہ ہے کہ وہ کسی فرشتہ کو (حضرت جبرئیل) بھیجے جن کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا---

احادیث کریمہ کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی کا نزول جن طریقوں پر ہوا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱- رویائے صادقہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خواب میں رات کو دیکھا وہ دن میں یا کچھ دنوں کے بعد بعینہ ویسے ہی ہو گیا۔ احادیث کریمہ کے مطابق رویائے صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ (الرویا الصالحہ جزء من ستة واربعین جزء من النبوة: صحیح بخاری عن ابی سعید الخدری) یہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس طرح نبی کی خبر سچی اور صحیح ہوتی ہے اور اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہوتا' اسی طرح رویائے صادقہ بھی سچے ہوتے ہیں--- اسی سیاق و سباق میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کرتی ہیں کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی رویائے صادقہ کی شکل میں آتی تھی۔ آپ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھتے تھے وہ نمود صبح کی طرح صحیح نکلتا تھا۔ (صحیح بخاری باب بدء الوحی)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رویائے صادقہ کو مبشرات فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "نبوت میں سے (اب) کچھ باقی نہیں رہ جائے گا (یعنی اب کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے کسی شخص میں نبوت کی کوئی صفت نہیں پائی جائے گی) سوائے مبشرات کے"۔ کسی نے دریافت کیا مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "سچے خواب"۔ (صحیح بخاری)

یہاں پر اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب درحقیقت ہمارے خوابوں سے مختلف ہوتے ہیں کیونکہ ان کی حالت نوم (نیند) ہماری حالت نوم سے مختلف ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ

تَنَامُ اَعْیُنُھُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُھُمْ۔ (صحیح بخاری) — ان کی (یعنی انبیاء کی) آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔

رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ

تُنَامُ عَیْنَیَّ وَلَا تَنَامُ قَلْبِیْ۔ — میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

علاوہ ازیں عربی زبان میں "رویاء" سچے خواب کو کہتے ہیں جبکہ ایک دوسرا لفظ "حلم" (جمع احلام) ہے جو خواب پریشاں' شیطانی وساوس یا جھوٹے خواب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ان دونوں الفاظ کا استعمال مندرجہ بالا معنی میں کیا گیا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُؤْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْیَا تَعْبُرُوْنَ ○ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ○

(یوسف: ۴۴-۴۳)

اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو' بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔ (کنز الایمان)

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں فرمایا ہے:

اَلرُّؤْيَامِنَ اللّٰهِ وَالْحِلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

یعنی رویاء اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور حلم شیطان کی طرف سے۔(صحیح بخاری کتاب الرویاء)

علامہ حافظ ابن حجر اور دیگر علمائے کرام رویائے صادقہ سے آغاز وحی کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم بیداری میں وحی نازل ہونے والی تھی' اس لیے بطور تمہید شروع میں وحی خواب نازل کی گئی' تاکہ آپ آہستہ آہستہ اس قسم کی چیزوں کے عادی بن جائیں۔

۲۔ نَفَثَ فِي الرَّوْعِ یا اِلْقَآءُ فِي الْقَلْبِ

نزول وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ بغیر نظر آئے آپ کے قلب پر کسی بات کا القاء کر دیتا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَآءُ الرِّزْقِ عَلٰى اَنْ تَطْلُبُوْا بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَاِنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ لَايَنَالُ اِلَّابِطَاعَتِهٖ۔ (زادالمعاد' جلد اول)

بے شک روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس کا رزق مکمل نہیں ہو جائے گا' لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب رزق میں خوش روش سے کام لو اور خبردار رہو کہ کہیں رزق کا متاخر ہو جانا تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کی راہ سے اس رزق کو طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت و بندگی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

۳۔ صلصلۃ الجرس

نزول وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ وحی بڑے گھنٹے (جرس) کی آواز کی طرح آتی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَحْيَانًا يَاتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ۔ (صحیح بخاری: کیف کان بدء الوحی)

کبھی کبھی میرے اوپر وحی بڑے گھنٹے کی آواز (صلصلہ الجرس) کی طرح آتی ہے اور یہ میرے لیے بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ جب یہ (حالت) منقطع ہو جاتی ہے تو فرشتہ جو کچھ کہتا ہے وہ سب مجھ کو یاد ہو جاتا ہے۔

اس طرح وحی کے نازل ہونے کے وقت آپ کی جو کیفیت ہوتی تھی اس کو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں۔

وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهٗ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا۔ (صحیح بخاری: کیف کان بدء الوحی)

میں نے شدید جاڑے کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر (اس طرح) وحی اترتے ہوئے دیکھا اور جب یہ حالت دور ہو گئی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ کے قطرے گرتے ہوئے دیکھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس طرح وحی آئی کہ میں اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ میرے اوپر وحی کا اتنا شدید بار ہوا کہ مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ اب میری ران ٹوٹ جائے گی۔(جامع ترمذی' صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر وحی کا اتنا بوجھ ہوتا کہ اگر آپ کسی سواری پر ہوتے تھے تو سواری بوجھ کے مارے بیٹھ بیٹھ جاتی تھی۔(مسند احمد)

حضرت یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا ہے اور سانس بھی تیز ہوگئی ہے جیسے کوئی تھکا ہوا ہو۔(صحیح بخاری کتاب الحج)

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس طرح نزول وحی کے وقت رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں کچھ تغیر ہوتا تھا جس کو دوسرے لوگ بھی دیکھ سکتے تھے' پھر جیسے ہی سلسلہ وحی بند ہوتا وہ تغیرات بھی ختم ہو جاتے۔

بعض متعصب عیسائی مورخین اور مستشرقین نے وحی کے اس غیر معمولی طریقہ کے بارے میں یہ بے ہودہ تبصرہ اور رکیک ریمارک کیا ہے کہ "نعوذ باللہ" یہ حالت آپ پر تب طاری ہوتی تھی جب مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔۔۔ ایسے بدعقل اور کج فہم لوگوں سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا ایک مرگی کے دورہ میں مبتلا و تپیدہ مریض صداقت و حقانیت پر مبنی اتنی اعلیٰ و پاکیزہ مذہبی تعلیمات پیش کر سکتا ہے' جو کہ قرآن مجید میں موجود ہیں' جو اس حالت میں آپ پر نازل ہوتا تھا۔ یا کوئی بھی ایسا مربوط اور فصیح کلام پیش کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید یا احادیث طیبہ ہیں۔ کیا وہ' آپ جیسی عزیمت و استقامت اور عزم و ارادہ کا مظاہرہ کر سکتا ہے جس کی وجہ سے بالآخر تمام باشندگان عرب آپ کی دعوت قبول کرنے پر نہ صرف یہ کہ آمادہ ہوگئے' بلکہ آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے بھی تسلیم کرنے پر رضامند ہوگئے۔۔۔ کیا مرگی کا مریض 'ایسی لاثانی' بے نظیر و یکتا طاقت و قوت کا حامل ہو سکتا ہے کہ جس کی جھلک اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں دکھائی دیتی ہو۔ کیا ایسا شخص اتنے عظیم اخلاق و کردار کا مالک ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بدترین دشمن بھی بہترین دوست بن گئے ہوں' کیا ایسے شخص کے اندر ایسی مقناطیسی کشش اور پر اثر روحانیت پیدا ہو سکتی ہے جس کی تاثیر سے فقط ۲۳ سال کی قلیل مدت تبلیغ و ہدایت میں پورا جزیرۃ العرب بت پرستی' توہم پرستی اور منکرات و جرائم سے پاک ہوگیا ہو۔ کیا ایسا شخص کردار کی ایسی اعلیٰ اقدار کا مالک ہو سکتا ہے' جس کے اثر سے ابوبکر' عمر' عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسری ہزاروں اعلیٰ شخصیتیں بن گئی ہوں جن کے سامنے اس وقت کی متمدن دنیا کی دو عظیم سلطنتیں سرنگوں ہوئی ہوں۔۔۔ خود بد دین و ملعون سلمان رشدی کے شیطانی کلام میں کیا یہ تاثیر ہو سکتی ہے کہ وہ انسانوں میں اتنی اعلیٰ اقدار و صفات پیدا کر سکے اور اس طرح کا سماجی و اخلاقی انقلاب برپا کر سکے؟ ہرگز نہیں! کبھی نہیں!

اس نوع وحی کا تحمل کیوں دشوار تھا

بقیہ طریق ہائے وحی کی بہ نسبت اس نوع وحی کا تحمل رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دشوار کیوں تھا؟ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث صاحب اپنی مشہور زمانہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وَاَمَّا الصَّلْصَلَةُ فَحَقِيْقَتُهَا اِنَّ الْحَوَاسَ اِذَا صَادَمَهَا تَاثِيْرٌ قَوِيٌّ تَشَوَّشَتْ فَتَشْوِيْشُ

رہا صلصلہ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ حواس سے جب کوئی قوی تاثیر متصادم ہوتی ہے تو وہ متشوش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ

قُوَّةِ الْبَصَرِ اَنْ تَرٰى اَلْوَانًا اَلْحُمْرَةُ وَالصُّفْرَةُ وَالْخُضْرَةُ وَنَحْوُ ذَالِكَ تَشْوِيْشُ قُوَّةِ السَّمْعِ اَنْ يُّسْمَعَ اَصْوَاتًا مُّبْهَمَةً كَالطَّنِيْنِ وَالصَّلْصَلَةِ وَالْهَمْهَمَةِ فَاِذَا تَمَّ الْاَثَرُ حَصَلَ الْعِلْمُ۔ (حجتہ اللہ البالغہ من ابواب شتی ج ۲ ص ۵۶۸)

قوت بصر کی تشویش یہ ہے کہ مختلف رنگ مثلاً سرخ، زرد اور سبز نظر آئیں وغیر ذالک۔ اور قوت سمع کی تشویش یہ ہے کہ مبہم آوازیں سنائی دیں مثلاً طنین، صلصلہ اور ہمہمہ پھر جب اثر ختم ہو جاتا ہے تو علم حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری جگہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

وَرُبَمَا يَحْصُلُ عِنْدَ تَوَجُّهِهِ اِلَى الْغَيْبِ وَانْقِهَارِ الْحَوَاسِ صَوْتُ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ كَمَا قَدْ يَكُوْنُ عِنْدَ عُرُوْضِ الْغَشْيِ مِنْ رُّؤْيَةِ اَلْوَانٍ حُمْرٍ وَّسُوْدٍ۔

اور بسا اوقات نبی کے غیب کی طرف متوجہ ہونے اور حواس کے مغلوب ہونے کی صورت میں گھنٹے کے بجنے کی آواز آتی ہے جیسا کہ غشی کے عالم میں سرخ اور سیاہ رنگ نظر آتے ہیں۔

(حجتہ اللہ البالغہ باب الایمان بہ صفات اللہ تعالیٰ ج ۱ ص ۱۳۶)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی رقم طراز ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کی مراد یہ ہے کہ یہ وہ خاص وقت ہوتا تھا جبکہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مادیت سے وراء الوراء ہو کر ملاء اعلیٰ سے بہت زیادہ قریب ہو جاتے تھے اور اس وقت اگرچہ آپ کے حواس ظاہری میں تشویش پیدا ہو جاتی تھی لیکن ساتھ ہی آپ کی تمام روحانی قوتیں، باطنی احساس و شعور اور ملکوتی صفات و خصائص مکمل طور پر عالم لاہوت کے جلوہ زار میں پہنچ جاتے تھے اور وہاں آپ وہ سنتے تھے جسے دوسرے نہیں سن سکتے تھے اور ان حقائق سے علی وجہ الیقین آشنا ہوتے تھے جس کو نہ مادی حواس محسوس کر سکتے ہیں اور نہ جسمانی آلات ادراک و شعور انہیں دریافت کر سکتے ہیں اور چونکہ اس وقت آپ کی جہت بشری اور جہت ملکوتی میں تصادم ہوتا، اس لیے اس کا اثر آپ کے اعضاء و اعصاب پر بھی پڑتا تھا اور اس اثر کے باعث آپ کو گھنٹے کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ جبین اقدس عرق آلود ہو جاتی تھی اور اس تاثیر میں اس قدر شدت ہوتی تھی کہ آپ کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوتے تھے، انہیں بھی اس حالت کا بین طور پر احساس ہوتا تھا۔ جب یہ کشمکش ختم ہو جاتی تو آپ کی یہ حالت یعنی اعصاب کا تاثر بھی زائل ہو جاتا تھا اور تمام وحی من وعن آپ کو یاد ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ۔

یعنی وحی جب مجھ سے منقطع ہو جاتی تھی تو مجھ کو اس وقت سب کچھ یاد ہو جاتا تھا۔

میں اس امر کا ہی اظہار فرمایا گیا کہ لوگوں کو صلصلة الجرس کے لفظ سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ محض آواز سنتے تھے اور وحی کا مضمون نہیں سمجھتے تھے، یا وحی کا مضمون اس وقت سمجھ لیتے تھے، لیکن وہ آپ کو محفوظ نہیں رہتا تھا۔ غور کیجئے بصیغہ ماضی وَعَيْتُ فرمانا اس مضمون کو زیادہ موکد اور موثق طریقہ پر بیان کرنے کے لیے ہی ہے۔ (وحی الٰہی ص ۳۸-۳۷)

یہ آواز کس کی ہوتی تھی؟

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً اس کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ یہ آواز کس کی ہوتی تھی؟ اس سلسلے میں سب سے نمایاں مسلک حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ آواز خود اللہ کی ہوتی تھی جو تمام فضا میں

گونج جاتی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور اس کو نہیں سن سکتا۔ اس جگہ پر جملہ معترضہ کے طور پر یہ سوال کرنا نہایت اہم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور اس کو نہیں سن سکتا تھا' تو بد دین و ملعون سلمان رشدی کے شیطان نے اس کو کس طرح سن لیا اور پھر شیطانی الفاظ میں اس کو کس طرح بیان کیا؟ ایسا سوچنا بھی محض لغو ہے کیونکہ شیاطین ملاء اعلیٰ یا اہل سموات (عالم بالا) کی باتیں نہیں سن سکتے' بلکہ ان کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○ (الصفت: ۷'۹)

اور نگاہ رکھنے کو ہر شیطان سرکش سے' عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے مار پھینک ہوتی ہے انہیں بھگانے کو اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب۔ (کنزالایمان)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمتہ والرضوان نے اس آواز کی تشریح کے سلسلے میں جو نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے تھے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

اِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ شَيْئًا فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ الصَّوْتُ عَرَفُوْا اَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ۔

اللہ تعالیٰ جب کلام بالوحی کرتا ہے تو اہل سموات کچھ سنتے ہیں پھر جب ان کے قلوب سے خوف و ہراس کم ہو جاتا ہے تو وہ پہچانتے ہیں کہ یہی حق تھا اور وہ آپس میں ندا کرتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ کہتے ہیں کہ حق کہا۔

(صحیح بخاری' کتاب التوحید' وحی الٰہی ص ۴۱)

امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرقہ جہمیہ کی تردید میں کتاب التوحید میں اور بھی احادیث پیش کی ہیں اور ان سے خدا کے لیے صوت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے اس بنا پر صلصلہ الجرس کے نتیجہ میں نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو آواز سنائی دیتی تھی وہ آواز فرشتہ وحی کے پروں کی یا فرشتہ کی زبانی وحی کی ہوتی تھی۔ حافظ ابن حجر کے مطابق یہ آواز فرشتہ وحی کے پروں کی ہوتی تھی' جبکہ شیخ محی الدین المعروف شیخ اکبر اس آواز کو اللہ کی ہی آواز مانتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اللہ کی آواز کے لیے کوئی جہت اور سمت متعین نہیں کی جاسکتی اور چونکہ گھنٹہ کی آواز (صلصلہ الجرس) کی آواز کا حال بھی یہی ہے کہ وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے' اس بنا پر ہی صوت بالوحی کو گھنٹہ کی آواز سے تشبیہ دی گئی۔

(وحی الٰہی ص ۴۴-۴۱)

۴۔ تمثل

نزول وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ فرشتہ وحی (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کسی انسان کی شکل و صورت میں نازل ہوتے تھے اور آپ سے خطاب فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ بات آپ کو پوری طرح یاد ہو جاتی تھی جو وہ آپ سے فرماتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ایک صحابی حضرت وحیتہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں تشریف لاتے تھے' کیونکہ صحابہ کرام میں حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب صورتی اور حسن و جمال کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور باتیں کرنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ام سلمہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض

کیا یہ تو دحیہ ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ بخدا! میں ان کو دحیہ ہی سمجھتی رہی' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ سنا جس میں آپ نے جبرئیل کے آنے کی خبر دی تب میں سمجھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل میں آئے تھے۔ (صحیح بخاری) اس طرح کی احادیث طیبہ جن میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسان کی شکل میں آنے کا تذکرہ ہے حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی روایت کی ہیں۔

۵- فرشتہ کا اپنی اصلی شکل میں آنا

نزول وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ فرشتہ وحی یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں تشریف لاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ واقعہ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ کسی اور مقام پر غالباً اجیاد میں۔

علمائے کرام کے ایک طبقہ کے مطابق قرآن مجید میں سورۂ نجم کی مندرجہ ذیل آیات الٰہی دو واقعات سے متعلق ہیں۔ معراج کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا' اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ (النجم: ۱۲-۵)

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے' پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا' پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا' پھر خوب اتر آیا' تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا' بلکہ اس سے بھی کم' اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا' تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ (کنزالایمان)

دوسری بار جب کہ سرکار ابد قرار حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو معراج میں دیکھا تھا' اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم: ۱۷-۱۳)

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا' سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ والرضوان رقم طراز ہیں کہ عام مفسرین نے فَاسْتَوٰى کا فاعل بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور یہ معنی لیے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے اور اس کا سبب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جانب مشرق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کے وجود

سے مشرق سے مغرب تک بھر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا تو صحیح ہے اور حدیث سے ثابت ہے' لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبرئیل کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مراد فاستوی سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکان عالی اور منزلت رفیعہ میں استویٰ فرمانا ہے۔ (تفسیر کبیر)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا اور حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے' آگے نہ بڑھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور استوائے عرش سے بھی گزر گئے۔ (خزائن العرفان ص ۷۶۱)

بہرکیف! حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا ہے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ نیز! مندرجہ بالا آیات کریمہ سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا اس کو من و عن بیان کر دیا تھا جس میں کذب کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔

۶- چھٹا طریقہ وحی

نزول وحی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ یا آواز کی وساطت کے بغیر براہ راست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر وحی نازل فرماتا' جیساکہ شب معراج میں معراج کے موقع پر پانچ نمازوں کو فرض کیا گیا۔

۷- ساتواں طریقہ وحی

نزول وحی کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی وساطت کے بغیر براہ راست کلام کرے' جیساکہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ طریقہ وحی بھی معراج میں ثابت ہے۔

مردود سلمان رشدی نے

حضرت ابراہیم و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی عظمت و عصمت کو نشانہ بنایا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم

علوم اسلامیہ کا ایک ادنیٰ اسکالر بھی اس امر سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی شان عنداللہ بڑی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے جن پر ایمان لانا اور جن کا ادب و احترام کرنا تکمیل ایمان اور حسن خاتمہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ نیز جن کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی و بے ادبی بھی دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کو کافی ہے اور ہلاکت و ضلالت کا باعث ہے۔ لیکن مرتد اعظم و ملعون اکبر سلمان رشدی نے ان ذوات مقدسہ کو بھی نہیں بخشا۔ چنانچہ اس ملعون نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "شیطانی آیات" میں انبیائے سابقین میں سے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان اقدس میں جو بے ہودہ گوئی' دریدہ دہنی اور سب و شتم کیا ہے وہ اس کے ارتداد اور مستحق جہنم ہونے کی کافی دلیل ہے۔ کتاب پر پابندی کے باعث ہم اس کا کوئی بھی اقتباس اور پیراگراف نقل کرنے سے قاصر ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے الفاظ ایسے گندے اور تکلیف دہ ہیں کہ جن کا نقل نہ کرنا ہی انسب ہے۔ چونکہ اس بددین اور ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بعض روایات کی آڑ میں جو زہرافشانی کی ہے اس کا مقصد ایک ایسے جلیل القدر پیغمبر کی حیات طیبہ کو اہل مغرب کی نظروں میں داغ دار بنانے کی ایک ناکام کوشش ہے جو اللہ کے آخری نبی محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں' بلکہ جملہ انبیائے بنی اسرائیل کے جد امجد ہیں۔ جن کا رتبہ انسانی عقل سے ماسوا ہے' جن کا ذکر جمیل صحائف آسمانی میں ہے' جن کی اولوالعزمی اور پیغمبرانہ عزیمت و استقامت ضرب المثل ہے۔ جو سراپا علم و حکمت تھے' مجسمہ عصمت و عفت تھے' پیکر تسلیم و رضا تھے' جامع خواص نبوت تھے۔ جن کو قرآن حکیم میں اللہ عزوجل نے خلیل حنیف' مسلم اور صادق جیسے عظیم القابات جلیلہ سے یاد فرمایا۔۔۔ ایسے برگزیدہ پیغمبر کی بارگاہ میں سلمان رشدی کی گستاخی و دریدہ دہنی اس کی ازلی بدبختی اور باطنی خباثت کی آئینہ دار ہے۔ آیئے آسمانی صحائف کی روشنی میں اور ناقابل تردید تاریخی شواہد کے آئینے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فلک بوس عظمت کا بھی مشاہدہ کرلیں تاکہ سلمان رشدی کی خباثت و ذلالت کا پردہ چاک ہوسکے اور اہل مغرب صحیح تصویر ملاحظہ کرسکیں۔

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَّلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ	بے شک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرماں بردار اور سب سے جدا' اور مشرک نہ تھا۔ اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا' اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں شایان قرب ہے۔ پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی

اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَّمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○
(النحل: ۱۲۰-۱۲۳)

کرو، جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔ (کنزالایمان)

(۲) اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ○ ذُرِّیَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ○
(آل عمران: ۳۳-۳۴)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے، یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے، اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

(۳) وَاذۡکُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَالۡاَبۡصَارِ ○ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِکۡرَی الدَّارِ ○ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ ○
(ص: ۴۵، ۴۶، ۴۷)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو، بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے، اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ (کنزالایمان)

(۴) وَتِلۡکَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِیۡمَ عَلٰی قَوۡمِهٖ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ○ وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ کُلًّا هَدَیۡنَا وَنُوۡحًا هَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ وَزَکَرِیَّا وَیَحۡیٰی وَعِیۡسٰی وَاِلۡیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَیُوۡنُسَ وَلُوۡطًا وَکُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ○ وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ وَاجۡتَبَیۡنٰهُمۡ وَهَدَیۡنٰهُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَلَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِهَا بِکٰفِرِیۡنَ ○ (الانعام: ۸۳-۹۰)

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم عطا فرمائی، ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں، بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی، اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو، اور زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو اور یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔ اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو، اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی، یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شریک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا، یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لیے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں۔ (کنزالایمان)

(۵) وَمَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهِیۡمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ وَلَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ۔ (البقرہ: ۱۳۰)

اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے، سوا اس کے جو دل کا احمق ہے اور بے شک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا، اور بے شک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت

والوں میں ہے۔ (کنزالایمان)

شان نزول

علمائے یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں فرمایا ہے کہ میں اولاد اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا جو ان پر ایمان لائے گا راہ یاب ہوگا اور جو ایمان نہ لائے گا ملعون ہے۔ یہ سن کر سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ظاہر کر دیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اس رسول معظم کے مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو ان کے دین سے پھرے' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے پھرا' اس میں یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب پر تعریض ہے جو اپنے آپ کو افتخاراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے جب ان کے دین سے پھر گئے تو شرافت کہاں رہی۔ (خزائن العرفان ص ۳۰)

یوں تو یہ ساری آیات طیبات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظمت نبوت اور رفعت درجات کو اجاگر کرتی ہیں لیکن پہلی اور آخری آیت خاص کر قابل نوٹ ہیں۔ پہلی آیت تو اس لیے کہ اس میں واضح طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم عطا فرمایا ہے اور آخری آیت اس لیے کہ اس میں دین ابراہیمی سے اعراض اور روگردانی کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے--- وہ نبی محترم اور رسول مکرم جن کے دین کی پیروی کا حکم سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو دیا جائے اور جن کے دین سے منہ پھیرنے والے کو احمق بتایا گیا ہو' بھلا ان کی عنداللہ قدر و منزلت اور عظمت و رفعت کا اندازہ کون بشر لگا سکتا ہے اور پھر ایسے جلیل القدر اور اولوالعزم نبی کی بارگاہ میں سلمان رشدی کی یاوہ گوئی اور دریدہ دہنی کیا اس کے بددین اور ملعون ہونے کی روشن دلیل نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی اور اپنے شیر خوار فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں لا کر چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس ذات پر ملعون سلمان رشدی کا ایک ناپاک حملہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور شیر خوار فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب کے بے آب و گیاہ میدان میں لا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ اس بات کا پس منظر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا اپنی مرضی سے اور محض حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے پر کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور جلیل القدر نبی پر الزام ہے اور بہتان باندھنے سے کم نہیں--- لازم ہے کہ اس بہتان اور تہمت کا تاریخی اور آسمانی مقدس کتابوں کے حوالے سے ایسا مدلل جواب دیا جائے کہ سلمان رشدی کی ذریت سے پھر کسی کو ایسی رکیک حرکت کے ارتکاب کی جرات نہ ہو--- لہٰذا مندرجہ ذیل سطور کا مطالعہ بتائے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہوا تھا' بلکہ مشیت ایزدی اور حکم خداوندی کے تحت ہوا تھا--- اس ظالم اور ملعون نے اپنی ناپاک کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاکیزہ سلسلہ نسب پر بھی حملہ کیا ہے--- اس لیے سب سے پہلے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب تحریر کرتے ہیں جو بہت ہی مشہور و معروف ہے اور اس سے تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی بخوبی واقف ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے۔ ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن ساروخ بن ارغو بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح--- یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام تک مکمل سلسلہ نسب ہے۔ البتہ! بعض مورخین کے خیال میں آپ کے والد کا نام "آزر" تھا جو ایک بت تراش و بت فروش تھا اور جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بایں الفاظ موجود ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ○ (الانعام: ۷۵)	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو معبود بناتے ہو۔

چونکہ اس آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ بتایا گیا ہے' اس لیے یہ دھوکہ ہوا کہ آزر ہی حضرت ابراہیم کا باپ تھا۔ حالانکہ اب کا لفظ چچا کے لیے بھی عربی زبان میں مستعمل ہے اور آیت میں آزر سے مراد آپ کا چچا ہی مراد ہے۔ چنانچہ علمائے محققین نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ آپ کے والدین مسلمان تھے۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کا چچا تھا۔ اب کا لفظ چچا پر بھی عموماً بولا جاتا ہے۔ والد کا لفظ حقیقی باپ کے لیے مخصوص ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ --- وَالِدَیَّ سے یہاں حقیقی ماں باپ مراد ہیں' چچا مقصود نہیں۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ جب انسان فوت ہو جائے تو زندوں پر اس کا یہ حق ہے کہ اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے لیکن کافروں کے لیے دعائے مغفرت سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ حکم ہے تو پھر حضرت خلیل نے آزر کے لیے دعائے مغفرت کیوں کی؟ کیا انہوں نے آزر سے اس کا وعدہ کیا تھا کہ اس کے لیے استغفار کریں گے؟ اس وقت آپ کا یہی خیال تھا کہ شاید اسے توفیق ہو جائے لیکن اسے توفیق نہ ہوئی اور وہ کفر پر مرگیا۔ آپ اس سے بری الذمہ ہوگئے۔ لِاَبِيْهِ سے مراد آزر ہے جو آپ کا چچا تھا' آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بنی آدم کے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا گیا' اس لیے ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر گزرا ہو۔

(تفسیر مظہری)

اور عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیت صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رقم طراز ہیں---

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے' چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں۔ قرآن کریم میں ہے:

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ○	ہم تیرے اور تیرے باپ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کرتے ہیں جو ایک معبود ہے۔

اس میں حضرت اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ عم ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اب فرمایا۔ چنانچہ ارشاد کیا رُدُّوا عَلَیَّ اَبِیْ اور یہاں اَبِیْ سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (خزائن العرفان ص ۱۹۸' مفردات کتب کبیرہ وغیرہ)

اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا جو موحد اور مسلمان تھے اور جو نمرود کے دربان تھے جنہیں بت گری اور بت فروشی کا موقع ہی دستیاب نہ تھا اور آزر آپ کا چچا تھا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت اور قرآنی صداقت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اور بڑے لڑکے حضرت اسمٰعیل کو سرزمین مکہ میں چھوڑ دیا تھا۔ (المسعودی' التاریخ' مصر ۱۳۴۶ھ' ج ا' ص ۲۶) چنانچہ آپ جب موجودہ چاہ زمزم کے پاس اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو چھوڑ کر واپس ہوئے تو ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ نے جو دعا مانگی تھی' وہ قرآن حکیم میں بایں الفاظ موجود ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○ (ابراہیم: ۳۷)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے حرمت والے گھر کے پاس' اے میرے رب! اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں' تو تو کچھ لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو' شاید وہ احسان مانیں۔ (کنزالایمان)

زیر نظر آیت کے تحت حضرت سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یعنی اس وادی میں جہاں اب مکہ مکرمہ ہے اور ذریت سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ آپ سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی بیوی حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی' اس وجہ سے انہیں رشک پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمت الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا' چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل کو اس سرزمین میں لے جائیں (جہاں اب مکہ مکرمہ ہے) آپ ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے شام سے سرزمین حرم میں لائے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک اتارا' یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ' نہ پانی' ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن پانی انہیں دے کر آپ واپس ہوئے اور مڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا' حضرت ہاجرہ والدۂ اسمٰعیل نے عرض کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں بے انیس و رفیق چھوڑ کر جاتے ہیں؟ لیکن آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔ حضرت ہاجرہ نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس وقت انہیں اطمینان ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو آیت میں مذکور ہے۔ (خزائن العرفان ص ۴۶۷)

بعض مستشرقین اور مغربی مورخین اس تاریخی اور مسلمہ حقیقت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں لیکن تمام مسلم مورخین اور بعض دیگر انصاف پسند مورخین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ہاجرہ نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی اور سرزمین مکہ میں سکونت پذیر ہوئیں۔ جب حضرت ہاجرہ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دی ہوئی کھجوریں اور برتن کا پانی ختم ہو گیا تو آپ کو بیٹے کی اور اپنی زندگی کی فکر ہوئی۔ پانی کی تلاش میں آپ نے صفا و مروہ پہاڑیوں کا سات دفعہ چکر لگایا' اور ساتویں چکر کے بعد جب آپ اپنے فرزند ارجمند کو دیکھنے کے لیے ان کے قریب پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل کے ایڑیاں رگڑنے سے معجزے کے طور پر اس سنگستان میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا ہے۔ یہ قدرتی چشمہ آپ کو نئی زندگی کا مژدہ دے گیا' آپ خدا کا شکر بجالائیں اور زم زم کہہ کر چشمہ کے اردگرد مینڈیں باندھنے لگیں تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ اس طرح اس معجزاتی کنویں کا نام "بیر زمزم" پڑا۔ اور آج تک اسی نام سے موسوم و مشہور ہے۔۔۔ یہ پورا واقعہ خود بائبل میں بڑی صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ بائبل کی چند آیات ذیل میں رقم کی جاتی ہیں' ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو لے کر چلے اور اللہ کے حکم کے تحت ان کو ایک کوہستانی سرزمین میں چھوڑ دیا۔

"اور خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان' کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کروں گا' اس لیے کہ وہ تیری نسل سے ہے' تب ابراہیم نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا۔ بلکہ اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی"۔

(بائبل' مطبوعہ پاکستانی بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۸۳ء' ص ۲۰)

اس اقتباس میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لونڈی بتایا گیا ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ کی طرف سے اس وقت تحفہ میں دی گئی تھیں جب آپ نے مصر کا سفر کیا تھا۔

(ابن سعد' الطبقات الکبریٰ ج ا' ص ۴۸)

بعض مسلم مورخین کی تحقیق میں وہ ایک بادشاہ کی لڑکی تھیں۔ (محمد حفظ الرحمٰن' قصص القرآن ج ا ص ۱۹)

اس وقت یہ رواج تھا کہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی پہلی بیوی کی لونڈی بن کر رہتی تھی' چنانچہ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی لونڈی کہی گئیں' اس طرح کی باتیں مختلف طریقوں سے بائبل میں مذکور ہیں۔

(ملاحظہ ہو بائبل' پیدائش' باب ۱۶' آیت ۳)

اور چاہ زمزم کے بارے میں بائبل کی مندرجہ ذیل آیات میں اشارہ ملتا ہے۔

"اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا--- اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔ اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا' اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر' کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال' کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا"۔

(پیدائش' باب ۱۶' آیت ۲۰-۱۵)

بائبل کے مذکورہ بالا اقتباس میں یہ پیش گوئی ہے کہ اللہ رب العزت حضرت اسمٰعیل سے ایک قوم پیدا کرے گا۔ بالکل یہی پیش گوئی قرآن حکیم میں بھی ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرہ: ۱۲۹-۱۲۸)

اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت' تیری فرماں بردار' اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا' مہربان ہے' اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا کر دے' بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ (کنز الایمان)

چنانچہ بنو اسمٰعیل کی شکل میں یہ پیش گوئی پوری ہوئی جس سے کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہوئے۔

بعض غیر اسلامی روایتوں میں ہے بیر سبع جس کا ذکر اوپر کے اقتباس (پیدائش' باب ۲۱' آیت ۱۲ تا ۱۴) میں آچکا ہے فلسطین میں ہے۔ لیکن یہ بات دھیان میں رکھنے کی ہے کہ اس اقتباس سے ہرگز یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت ہاجرہ نے بیر سبع کو اپنا مسکن بنایا تھا' بلکہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہاجرہ بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتی رہیں۔ بیر سبع عرب کے شمال میں ہے' اس لیے یہ بات عیاں ہے کہ انہوں نے وہاں سے عرب کی طرف ہجرت کی۔ بائبل کے چند دوسرے اقتباسات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ نے عرب ہی کو اپنا مسکن بنایا۔ چنانچہ نئے عہد نامے میں انجیل کا ایک اقتباس مثال کے طور پر ذیل میں درج ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ہاجرہ عرب کی باشندہ ہو گئی تھیں۔

"ان باتوں میں تمثیل پائی جاتی ہے' اس لیے کہ یہ عورتیں گویا دو عہد ہیں ایک کوہ سینا پر کا جس سے غلام ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہاجرہ ہے اور ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے اور موجودہ یروشلم اس کا جواب ہے"۔ (انجیل' گلیتوں باب ۴' آیت ۲۴'۲۵)

اس اقتباس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ عرب کے کوہ سینا کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنا مسکن بنایا تھا۔ نیز اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ "خدا کا عظیم گھر" جو بائبل کی زبان میں یروشلم کا جواب ہے اس کا محل وقوع کیا تھا۔ جیسے کہ بائبل کی مندرجہ بالا آیت میں مذکور ہے کہ "(گویا کہ) وہ عرب کا کوہ سینا ہے"۔ اس طرح دراصل "خدا کا عظیم گھر" کا وقوع عرب میں ثابت ہوتا ہے---

بائبل کی ایک اور روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام' فاران پہاڑ کے پاس رہے تھے۔ وہ روایت یہ ہے۔

"اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا"۔

(بائبل' پیدائش' باب ۲۱' آیت ۲۱' اردو ترجمہ مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور پاکستان)

اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پاران یا فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ علاوہ ازیں بائبل کی ایک اور روایت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مسکن مصر کے بالکل مخالف سمت آشور کی جانب بتایا گیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

"اور اسمٰعیل کی کل عمر ۱۳۵ برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کی اولاد حویلہ سے آشور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے آشور کو جاتے ہیں آباد تھی' یہ لوگ اپنے اپنے سب بھائیوں کے سامنے ------ میں بسے ہوئے تھے"۔ (بائبل' پیدائش' باب ۲۵' آیات ۱۷'۱۸ ترجمہ از حوالہ مذکورہ)

قدیم مشرق وسطٰی کے نقشے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہویں' اٹھارہویں اور انیسویں صدی قبل مسیح میں جو علاقہ "ارم آشور" اور مصر کے درمیان واقع ہے وہ شمالی عرب ہی ہے۔ قرآن مجید بھی ہمیں یہ ہی بتاتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام مکہ میں اللہ کے گھر (یعنی کعبہ یا مسجد حرام) کے قریب آباد ہوئے۔

الغرض! یہ سارے تاریخی حقائق اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اور اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بحکم خداوندی "وادی غیر ذی زرع" یعنی مکہ مکرمہ کی بے آب و گیاہ وادی میں لے جا کر آباد کیا تھا۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ ان سے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی ایسا اقدام کرتے کیونکہ انبیائے کرام اللہ تعالٰی کے احکام کے تابع و پابند ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا یہ

عمل ہر قسم کے اعتراض سے پاک ہے' جو لوگ انبیائے کرام پر الزام تراشی کرتے ہیں وہ خود مورد الزام اور مجرم ہیں--- در حقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے دیئے گئے اس حکم کے پس پردہ بہت سی حقیقتیں پوشیدہ تھیں--- چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت یا نسل سے اللہ تبارک و تعالیٰ ایک بڑی قوم (قوم عرب) اور ان ہی کی بدولت ایک بڑی امت (امت مسلمہ) عالم وجود میں لایا اور اسی قوم اور امت کے اندر اللہ عزوجل کے آخری نبی و رسول تھے۔ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یہ دعا کہ "اے پروردگار! ہماری نسل سے ایک فرمانبردار امت پیدا کر"--- (البقرہ:۱۲۸) قبول ہوئی۔

اس طرح ملعون و مردود سلمان رشدی کی طرف سے حضرت ابراہیم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر عائد کیے گئے الزامات سراسر غلط اور بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ نیز ان نفوس قدسیہ کی شان میں کی گئیں گستاخیاں اور بکی گئیں گالیاں اسی کی طرف لوٹتی ہیں اور معصوم انبیائے کرام پر کیے گئے اس سب و شتم کی وجہ سے از روئے شریعت بجا طور پر وہ سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

مرتد سلمان رشدی کا قرآن عظیم پر حملہ

قرآن پاک اپنی حفاظت کا خود ضامن ہے

قرآن مجید ایک عظیم معجزہ ہے

اسلام میں وحی کے تصور، اس کے معانی اور اس کی قسموں پر تفصیلی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان اسباب و وجوہ پر قدرے شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالیں گے جن کی بنیاد پر ایک صاحب نظر شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ قرآن مجید کو منزل من اللہ اور وحی الٰہی تسلیم نہ کرے--- قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کے سب سے ٹھوس، پختہ اور ناقابل تردید دلیل اس کا وہ معجزانہ کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنا کسی انسان کی طاقت سے ماورئی ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں تو اللہ عزوجل نے ان کی نبوت و رسالت کے ثبوت میں بطور دلیل انبیائے سابقین کی طرح بہت سے معجزات و کمالات عطا فرمائے تھے، لیکن قرآن مجید کی صورت میں آپ کو ایک ایسا عظیم معجزہ عطا فرمایا کہ جس کو دیکھ کر عرب کے مایہ ناز، سخن ور اور زبان داں، فصیح و بلیغ شاعر اور ادیب مبہوت و ششدر رہ گئے۔ فصحائے عرب سر جوڑ کر بیٹھے، لیکن ایک آیت بھی قرآن کی آیت جیسی بنانے سے قاصر و عاجز رہے--- انسانی کلام کی نظیر تو پیش کی جاسکتی ہے مگر کلام الٰہی کی نظیر پیش کرنا بھلا کس انسان کے بس کی بات ہے؟ الغرض! قرآن مجید حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ عظیم و جلیل معجزہ ہے جو قیامت تک آنے والے ہر دور کے انسانوں کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے--- ایک بار کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک معجزہ طلب کیا جس پر مندرجہ ذیل آیات قرآنی نازل ہوئیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (العنکبوت)

اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے، تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری، جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ "معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم معجزہ ہے انبیائے متقدمین کے معجزات سے اتم و اکمل اور تمام نشانیوں سے طالب حق کو بے نیاز کرنے والا، کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآن کریم باقی و ثابت رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہوگا"۔ (خزائن العرفان، ص ۵۸۳)

خود رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو دوسرے انبیائے کرام کو عطا کیے گئے معجزات کے مقابلے میں ایک عظیم اور خاص معجزہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنِّیْ اَکْثَرُهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے (ایک خاص) معجزہ دیا گیا جس کو دیکھ کر بعض لوگ اس پر ایمان لائے اور بعض ایمان نہیں لائے۔ مجھے وہ وحی (یعنی قرآن بطور معجزہ) دی گئی جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے، میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے ان سب (کی پیروی کرنے والوں سے) سے زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث پاک کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل دیگر انبیائے کرام کو جو معجزات دیئے گئے تھے وہ ان کی حیات تک ہی محفوظ تھے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیماروں کو صحت یاب اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصاء دیا گیا تھا جو اژدہا بن جاتا تھا وغیرہ--- لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو عظیم معجزہ قرآن حکیم کی صورت میں بذریعہ وحی نازل کیا گیا وہ تاقیامت باقی رہے گا اور اس کو پڑھ کر قیامت تک لوگ متاثر ہوتے رہیں گے اور دولت ایمان سے سرفراز ہوتے رہیں گے جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی تعداد انبیائے سابقین علیہم السلام پر ایمان لانے والوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگی--- درحقیقت قرآن ایک ایسی مقدس آسمانی کتاب ہے جس کو پڑھ کر ایک انصاف پسند غیر مسلم بھی یہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کو کسی مخلوق نے نہیں لکھا ہے، نہ کسی انسان و جن نے اور نہ ہی کسی فرشتہ وغیرہ نے، بلکہ یہ اللہ ہی کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔

جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور اس کی تاثیر سے لوگوں کے قلوب اسلام کی حقانیت و صداقت کے نور سے جگمگانے لگے تو کفار مکہ نے لوگوں کو قرآن کریم سننے سے روکنا شروع کیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ افترا کرنے لگے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، بلکہ خود آپ کا گڑھا ہوا ہے--- اس پر اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں کفار مکہ کو بار بار چیلنج کیا کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو قرآن کی نظیر لاؤ--- چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی باطل طاقتیں قرآن کی نظیر لانے سے قاصر ہیں۔ یہ قرآنی چیلنج اور اس کے جواب سے کفار مکہ کا عاجز و قاصر رہنا قرآن حکیم کے عظیم معجزہ ہونے کی ایسی روشن دلیل ہے کہ جس کی تکذیب و تردید ایک امر محال ہے--- آیئے دیکھیں کہ کس کس انداز میں اللہ عزوجل نے کفار مکہ کو اور عالم انسانی کو چیلنج کرتے ہوئے قرآن حکیم کے اعجاز اور اس کی عظمت کو اجاگر فرمایا ہے۔

(۱) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا○

(بنی اسرائیل: ۸۸)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔ (کنزالایمان)

شان نزول: مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اس کلام کے مثل لا سکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآن کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے۔ (خزائن العرفان ص ۴۲۲)

سورۂ ہود میں چیلنج کیا گیا کہ پورے قرآن کی جگہ صرف دس سورتیں ہی قرآن جیسی بنالائیں، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

(۲) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ (ہود: ۱۳)

کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے جی سے بنالیا' تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ (کنزالایمان)

چند مقامات پر یہ چیلنج صرف ایک سورت تک ہی محدود کردیا گیا ہے۔۔۔ وہ مقامات حسب ذیل ہیں۔

(۳) وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِیۡنَ ۝ (البقرہ: ۲۳-۲۴)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ' اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو' اگر تم سچے ہو' پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں' تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔ (کنزالایمان)

(۴) وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَتَفۡصِیۡلَ الۡكِتٰبِ لَارَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ (یونس: ۳۷-۳۸)

اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اتارے' ہاں! وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے' پروردگار عالم کی طرف سے ہے' کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے' تم فرماؤ تو اس جیسی کوئی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلالاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔ (کنزالایمان)

جب کفار مکہ کوئی ایک سورت بھی حسن و خوبی اور فصاحت و بلاغت میں قرآن جیسی بنانے سے عاجز رہے لیکن پھر بھی وہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی تکذیب کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا کلام ہے تو ان کے اس جہل اور عجز پر آخری مہر ثبت کرنے کے لیے یہ چیلنج کیا گیا کہ اگر وہ اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ قرآن کلام الٰہی نہیں' بلکہ کلام انسانی ہے تو تم بھی تو انسان ہو' فصیح و بلیغ ہونے کے دعوے دار ہو تو قرآن جیسی ایک "بات" ہی بنالاؤ۔۔۔ چنانچہ یہ قرآنی چیلنج آج بھی قرآن حکیم کے اندر موجود ہے اور قرآن کے کلام اللہ ہونے اور بے نظیر ہونے کی روشن دلیل رکھتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

(۵) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ ۝ (الطور: ۳۳-۳۴)

یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنالیا بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

اس طرح قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو چیلنج کر کے ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ حجت قائم فرمادی کہ قرآن حکیم سے متعلق ان کا یہ قول کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ کلام انسانی ہے محض غلط' بے بنیاد اور جہل و حماقت پر مبنی ہے۔ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو وہ اس کی نظیر لانے سے عاجز و قاصر نہ رہتے۔ ان کا عجز و قصور اس بات کی دلیل ہے کہ بلاشک و شبہ قرآن حکیم منزل من اللہ ہے' کلام الٰہی ہے' فصاحت و بلاغت کا بینظیر شاہکار ہے۔۔۔ اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا عظیم

ولافانی معجزہ ہے--- جس کے حسن نظم، غیر معمولی طرز بیان اور پند و موعظت سے معمور واقعات سے تاقیام قیامت لاکھوں اذہان و قلوب متاثر ہوتے رہیں گے اور اس طرح اسلام کی صداقت اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا پرچم بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا۔

قرآن معجزہ کیوں ہے؟

قرآن کریم معجزہ کیوں ہے؟ اس سلسلے میں مختلف علماء نے مختلف دلائل دیئے ہیں--- چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ کے مطابق قرآن کے معجزہ ہونے کی خاص وجوہات یہ ہیں--- اس کی فصاحت و بلاغت، اس کا غیر معمولی طرز بیان اور واقعات کی صداقت و سچائی۔ (تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۸۴۸-۸۴۳) حضرت قاضی عیاض قدس سرہ کے مطابق قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی بے شمار وجوہات ہیں، ان تمام وجوہات کا خلاصہ چار وجوہات میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ "اس کی غیر معمولی ترتیب اور ربط": الفاظ کی غیر معمولی ترکیب اور انشاء پردازی، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کا ایک اچھوتا اور جداگانہ طرز بیان، جو اس وقت عربوں میں رائج طرز بیان سے بالکل مختلف تھا (شرح الشفاء، ترکی، ۱۳۱۲ھ، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۱۰) اور محمد رشید رضا نے اپنی مشہور کتاب "الوحی المحمدی" میں اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کے سلسلے میں بہت سی وجوہات بیان کی ہیں۔ ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔ "لوگوں کے قلوب پر اس کی غیر معمولی تاثیر، اس کا غیر معمولی اسلوب، اس کی غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور وہ انقلاب جو اس کتاب کے ذریعہ ایک امی لقب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناخواندہ اور غیر مہذب عربوں کے اندر لائے"۔ (الوحی المحمدی، ص ۱۴۵-۱۴۲)

کچھ علماء کا یہ قول ہے کہ قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ اس نے جن جن امور کے بارے میں پیش گوئیاں کی تھیں وہ سب کی سب سچی ثابت ہوئیں۔ علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ اس نے لوگوں کے چھپے ہوئے اور پوشیدہ خیالات کا انکشاف کیا جیسا کہ کوئی بھی بشر نہیں کر سکتا۔ علماء کے ایک اور طبقہ کا یہ خیال ہے کہ اس کا معجزہ یہ ہے کہ ایک امی لقب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر ایسا فصیح و بلیغ کلام نازل ہوا جس کو لوگ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ بعض دیگر علماء بشمول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مطابق قرآن کی تعلیمات اور اس کے پر از تاثیر و روشن مکالمات ایک معجزہ ہیں"۔ (الفوز الکبیر)

الغرض! قرآن حکیم کے معجزہ ہونے اور وحی الٰہی ہونے کے حق میں لاتعداد اور بے شمار دلائل و براہین ہیں۔ ہر عالم نے اپنے اعتبار سے ان دلائل اور وجوہات پر روشنی ڈالی ہے جن کی تفصیل علوم قرآنی سے متعلق کسی بھی مستند کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے--- آیئے! اب ان دلائل کا مطالعہ کریں جو خود قرآن حکیم نے اپنے معجزہ اور کلام الٰہی ہونے کے سلسلے میں بیان کیے ہیں---

قرآنی دلائل

(۱) فصاحت و بلاغت:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (النحل: ۱۰۳)	اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت صدر الافاضل قدس سرہ خزائن العرفان حاشیہ بر کنز الایمان پر یوں رقم طراز ہیں "قرآن کریم کی حلاوت اور اس کے علوم کی نورانیت جب قلوب کی تسخیر کرنے لگی اور کفار نے دیکھا کہ دنیا اس کی گرویدہ ہوتی چلی جاتی ہے اور کوئی تدبیر اسلام کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوتی تو انہوں نے طرح طرح کے افتراء اٹھانے شروع کیے۔ کبھی اس کو سحر بتایا، کبھی پہلوں کے قصے اور کہانیاں۔ کبھی یہ کہا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خود بنالیا ہے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح لوگ اس کتاب مقدس کی طرف سے بدگمان ہوں، انہیں مکاریوں میں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ انہوں نے ایک عجمی غلام کی نسبت یہ کہا کہ وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھاتا ہے۔ اس کے رد میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کر سکتا ہے، جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔ ایسا کلام بنانا اس کے تو کیا امکان میں ہوتا تمہارے فصحاء و بلغاء جن کی زبان دانی پر اہل عرب کو فخر و ناز ہے، وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا انہیں محال اور ان کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل اور بے شرمی کا فعل ہے۔ خدا کی شان جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اعجاز نے تسخیر کیا اور وہ بھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلقہ بگوش طاعت ہوا اور صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام لایا"۔ (خزائن العرفان ص ۴۰۴)

(۲) اس کے اندر تفاوت و اختلاف کا نہ ہونا:

قرآن مجید کے معجزہ اور وحی الٰہی ہونے کی دوسری روشن دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر کوئی تفاوت و اختلاف نہیں ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء: ۸۲)

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں، اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کے تحت حضرت صدر الافاضل قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "اور زمانہ آئندہ کے متعلق غیبی خبریں مطابق نہ ہوتیں اور جب ایسا نہ ہوا اور قرآن پاک کی غیبی خبروں سے آئندہ پیش آنے والے واقعات مطابقت کرتے چلے گئے تو ثابت ہوا کہ یقیناً وہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے۔ نیز اس کے مضامین میں بھی باہم اختلاف نہیں، اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی، کیونکہ مخلوق کا کلام فصیح بھی ہو تو سب یکساں نہیں ہوتا، کچھ بلیغ ہوتا ہے تو کچھ رکیک ہوتا ہے جیسا کہ شعراء اور زبان دانوں کے کلام میں دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بہت بلیغ اور کوئی نہایت پھیکا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی شان ہے کہ اس کا تمام کلام فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مرتبت پر ہے۔ (خزائن العرفان ص ۱۳۳)

(۳) تاثیر:

قرآن حکیم کے منزل من اللہ اور عظیم معجزہ ہونے کی ایک اہم دلیل قلوب انسانی پر مرتب ہونے والی اس کی تاثیر ہے۔ چنانچہ کتنے ہی گم کردگان راہ قرآن پاک سن کر ہدایت یافتہ بن گئے اور کفار و مشرکین نے بھی قرآن کی تلاوت کو محض اسی وجہ سے سحر (جادو) بتایا کہ اس کا پڑھنے والوں اور سننے والوں کے قلوب پر اثر ہوتا تھا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (الاحقاف: ۷)

اور جب ان پر پڑھی جائیں ہماری روشن آیتیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کو کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔ (کنز الایمان)

کفار کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جب قرآن حکیم کی تلاوت کی جاتی تو خوب شور مچاتے، تاکہ اسے دوسرے لوگ نہ سن

سکیں۔ یہ فعل محض اس خوف سے تھا کہ کہیں لوگ اس سے متاثر ہو کر اسلام نہ قبول کرلیں' جیسا کہ بہت سے لوگ کر چکے تھے۔ قرآن حکیم میں ان کی یہ حرکت یوں مذکور ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ (حم السجدہ: ۲۶)

اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بے ہودہ غل کرو' شاید یوں ہی تم غالب آؤ۔ (کنزالایمان)

(۴) ہدایت اور تعلیمات:

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک اہم دلیل اس کی ہدایت' پند و موعظت اور تعلیمات بھی ہیں۔ اس مضمون پر مشتمل ان گنت آیات کریمہ سے چند پیش خدمت ہیں۔

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ: ۲-۱)

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ (کنزالایمان)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدہ: ۱۵، ۱۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب' اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے' اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ (کنزالایمان)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ○ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ○ (حم السجدہ: ۴۱، ۴۴)

بے شک جو ذکر (قرآن حکیم) سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا۔ ان کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے' باطل کو اس کی طرف راہ نہیں' نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے' اتارا ہوا ہے سب خوبیوں سراہے کا' تم سے نہ فرمایا جائے گا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا' کہ بے شک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے' اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں' کیا کتاب عجمی اور نبی عربی' تم فرماؤ! وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے' اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ (کنزالایمان)

(۵) قرآن جیسا کوئی کلام کہنا ناممکن ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○

(بنی اسرائیل: ۸۸)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

(۶) قرآن مجید ایک نبی امی پر اتارا گیا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ○ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ○ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ○ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○

(العنکبوت: ۵۱-۴۸)

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے، بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم، اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے، تم فرماؤ! نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔ (کنز الایمان)

(۷) اللہ عزوجل خود قرآن کریم کی حفاظت فرمانے والا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○

(الحجر: ۹)

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنز الایمان)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ (القیمہ: ۱۷)

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا (آپ کا) ہمارے ذمہ ہے۔ (کنز الایمان)

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ○

(حم السجدہ: ۴۲)

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔ (کنز الایمان)

زیر نظر آیت کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "یعنی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پا سکتا، وہ تغییر و تبدیل و کمی و زیادتی سے محفوظ ہے۔ شیطان اس میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا"۔

(خزائن العرفان ص ۶۹۶)

قرآن کریم کے معجزہ اور وحی الٰہی ہونے سے متعلق یہاں تک جو بھی قرآنی دلائل پیش کیے گئے ہیں ان سے قرآن کریم کا معجزہ اور کلام الٰہی ہونا روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تو محض چند دلائل قرآنی ہیں اگر قرآن مجید کا بنظر غائر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو اس سلسلہ میں دلائل و براہین کا ایک ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔ قرآن کا چیلنج، قرآن کا حسن بیان، اس کے آیات کی ہم آہنگی اور حسن ترتیب، اس کی قوت استدلال حقائق کی توثیق، اس کی منطق لیکن ساتھ ہی ساتھ زبان کی سادگی،

سلاست اور گہرائی' اس کی حکمت و موعظت' یہ سب اوصاف و محاسن ایسے ہیں جو ان خصوصیات سے بالا و ممتاز ہیں جن سے اس سلسلے میں عرب اور غیر عرب زبان داں و سخن ور واقف رہے ہیں--- واقعہ مظہر ہے کہ جب مسلمان قرآن مقدس کی تلاوت کرتے تھے تو مشرکین مکہ اپنے کانوں کو انگلیوں سے بند کر لیتے تھے تاکہ ان کو سن نہ سکیں۔ کچھ کفار شور مچاتے اور سیٹیاں بجاتے' تاکہ دوسرے لوگ قرآن کو نہ سنیں اور اس کا اثر قبول نہ کریں۔ ایسا وہ اس لیے کرتے تھے کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ بہت سے کفار نے محض قرآن مقدس کی آیات کو اتفاقیہ سن لیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے--- دراصل عربی زبان سے ناواقف شخص قرآن کے معجزہ اور اس کی عظمت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا' کیونکہ وہ اس کے حسن بیان اور تاثیر نیز اس کی فصاحت و بلاغت سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتا--- جبکہ کفار مکہ اہل زبان ہونے کے باعث عربی زبان کی تاثیر' قوت استدلال اور اس کے حسن بیان سے حد درجہ خائف و مرعوب تھے' قرآن کی سورت جیسی ایک سورت بنالانے سے قاصر و عاجز رہے۔ اپنی اس عاجزی و لاچاری کے بعد انہوں نے لوگوں کو قرآن سننے سے باز رکھنے کے لیے مندرجہ بالا تدابیر کے علاوہ من گھڑت قصے کہانیاں ایجاد کیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساحر و مجنون کہا' لیکن ان کی کوئی بھی تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا جزیرۂ عرب شمع نبوت کا پروانہ اور عظمت قرآن کا دیوانہ بن گیا۔

قرآن بعض غیر مسلم دانشوروں اور مفکروں کی نظر میں

بوسورتھ اسمتھ تحریر کرتا ہے "(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویٰ کے مطابق یہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے..... آپ کا ایک مسلمہ معجزہ ہے..... اور ایک معجزہ درحقیقت یہ ہے.....؟" ("Muhammad" P. 290)

ہرشفیلڈ (Hirschfeld) لکھتا ہے "جہاں تک معقولیت' فصاحت اور انشاء کا تعلق ہے' قرآن (ایک ایسی کتاب ہے جو) سہل الوصول ہے (یعنی اس تک آسانی سے رسائی ہو سکتی ہے)..... اور عالم اسلام میں مختلف سائنسی علوم کی زبردست ترقی اس کی مرہون منت ہے"۔ ("New Researches", P.P. 8,9)

اشٹین گاس (Steingass) لکھتا ہے "ہم یہ بات بخوبی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن تمام لکھی ہوئی کتابوں میں ایک بہت عظیم' بے حد برتر اور پاک ہے' جس میں اللہ کی وحدانیت کی اعلیٰ ترین صداقت کو بیان کیا گیا ہے' جو ایسے لوگوں کے نازک و اعلیٰ جذبات کو مس کرتا ہے جن کو شعر و شاعری کی فطرت دولت سے نوازا گیا تھا' جس کے اندر اللہ کی اطاعت کے ابدی نتائج یا اس کی بغاوت و نافرمانی کی ابدی سزا کے بارے میں پرکشش الفاظ میں تصویر کشی کی گئی ہے۔ اپنی سادہ اور تقریباً طبعی زبان میں قرآن روزمرہ کی زندگی کے تقاضوں کے مطابق اس طرح اپنے آپ کو پیش کرتا ہے جس سے اللہ کے رسول کی نہ صرف حوصلہ افزائی ہو' بلکہ آپ کی تشفی بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو پچھلے انبیاء کے واقعات کے ذریعہ نصیحت بھی جن کے لیے اس کو نازل کیا گیا تھا تاکہ روزمرہ کی اس زندگی کا نجی اور عام طرز عمل ان اساسی اصولوں کے مطابق بنایا جا سکے جو اس قانون (یعنی قرآن) کے ہیں"۔ ("Hughe's Dictionary of Islam" P.P. 257, 258)

سیل (Sale) لکھتا ہے "قرآن کا طرز عام طور پر پراز حسن اور سلیس ہے۔ بہت سی جگہوں پر بالخصوص جہاں پر کہ (اللہ کی) عظیم الشان (ہستی) اور اس کے جاہ و جلال (کا بیان ہے یہ کتاب) بہت ہی زیادہ کامیابی کے ساتھ اپنے مطلب کو ادا کرتی ہے اور سامعین کے ذہن و دماغ کو موہ لیتی ہے۔ اسی لیے آپ کے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے) بہت سے مخالفین نے یہ خیال کیا کہ یہ جادو و سحر کا اثر ہے"۔ (Sale, Preliminary Discourse", P. 48)

جی' مارگولیتھ (G. Morgoleath) لکھتا ہے "دنیا کی عظیم مذہبی کتابوں میں قرآن کا ایک اہم (اور منفرد) مقام ہے......"

("In Traclu etion to Rodwell's Translation of the Koran". P. viii)

الغرض! وہ مقدس کتاب' جس کی حفاظت فرمانے والا خود خداوند قدوس ہے--- وہ صحیفہ ربانی' جس کی ایک آیت کا جواب بھی لانے سے دنیا کے سارے فصحاء و بلغاء عاجز ہیں--- وہ کلام خداوندی' جس کی تاثیر نے ان گنت انسانوں کے قلوب میں اپنی صداقت و حقانیت کا سکہ بٹھا دیا ہے--- وہ کتاب مبین جس نے عالم انسانیت کو ایک ابدی و آفاقی نظام حیات سے روشناس کرایا ہے--- وہ قرآن کریم جس کی ایک ایک سطر میں' جس کے ایک ایک حرف میں' بلکہ جس کے ایک ایک نقطے میں اسرار و رموز کے بے شمار چشمے موجزن ہیں--- بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ ایسی عظیم اور مقدس کتاب میں شیطان کے لیے اپنے کلمات خبیثہ داخل کرنے کا راستہ مل سکتا--- ایک مومن ایسی گمراہ کن' بے بنیاد اور خبیث بات کے امکان کا خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا--- ایسا سوچنا اور لکھنا' شیطان رشدی ہی کے بدبودار ذہن اور غلیظ قلم کا کام ہے---

مرتد سلمان رشدی کی
امہات المومنین کی شان میں گستاخیاں

امہات المومنین کے فضائل و درجات

ملعون سلمان رشدی نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان ازواج مطہرات (پاک بیویاں) کو بھی اپنے ناپاک قلم سے محفوظ نہیں رکھا ہے جن کو خالق ارض وسماء نے "امہات المومنین" کا لقب عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ۔ (الاحزاب: ٦)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (کنزالایمان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکباز و تقدس مآب بیویوں کو اللہ عزوجل کی طرف سے "امہات المومنین" کا لقب عطا کیا جانا یہ ایک ایسا اعزاز ہے کہ جس کی عظمت کی بلندی تک عقل انسانی کی رسائی ناممکن ہے۔ "ازواج مطہرات" کا مومنوں کی ماں ہونا "چند احکام میں ہے نہ کہ کل میں' ان سے نکاح کرنا حرام ہے اور ان کا ادب و احترام ماں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے' لیکن ان کو بے حجاب دیکھنا' ان کے ساتھ تنہا سفر کرنا ناجائز ہے"۔ (شان حبیب الرحمٰن ص ١٣٠)

یہ پاک بیویاں شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم اقدس میں اپنے اپنے "حجروں" کے اندر پردے کے پورے اہتمام اور مکمل عزت و افتخار کے ساتھ رہتی تھیں اور یہ "حجرے" بارگاہ خداوندی میں ایسے محبوب اور معزز تھے کہ قرآن کریم کی ایک پوری صورت ہی "الحجرات" کے نام سے موسوم کردی گئی۔

یہ حجرات ایسے لائق عظیم تھے کہ کسی کو بھی اس کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی' خواہ وہ کوئی اجنبی ہوتا یا زلف اسلام کا اسیر' بلکہ ان مقدس "حجرات" کے پاس کسی کو بلند آواز سے گفتگو کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ وَلَوْ اَنَّہُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْہِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّہُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ (الحجرات: ٤'٥)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

تمام مومنین کو اللہ عزوجل کا یہ حکم تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا پورا پورا ادب ملحوظ رکھیں ان کی آواز سے زیادہ اونچی آواز نہ نکالیں' بلکہ ان کی آواز رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے پست رہے۔ چنانچہ خداوند قدوس فرماتا ہے۔

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْہَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَہْرِ

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ○ (الحجرات: ۳)

جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے' ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

یہ حکم اس دور کے مسلمانوں کو دیا گیا تھا جس کو "خیر القرون" فرمایا گیا ہے اور جس دور کے مسلمانوں میں خدا اور رسول کے احکام کی تابعداری کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا' جو سرچشمہ خیر و برکت' سراپا اخلاص و للیہت' مجسم صدق و صفا اور پیکر تقویٰ و طہارت تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اس حکم پر بھی کماحقہ عمل کیا اور انہوں نے کبھی بھی نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہیں کیا' بلکہ ہمیشہ پست ہی رکھا۔ اور چونکہ اس آیت کریمہ سے اشارۃ" یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ جب آپ کی بارگاہ کا ادب و احترام اس درجہ لازم ہے کہ رفع صوت سے بھی منع کیا گیا ہے تو یقیناً آپ کی ازواج مطہرات کا بھی انتہائی ادب و احترام کیا جانا چاہیے اور ہرگز ہرگز ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی و بے ادبی نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ مقدس صحابہ نے آپ کی ازواج مطہرات کا اپنی سگی ماؤں سے بھی زیادہ ادب کیا۔ ان کے لیے کلمات خیر ہی کا استعمال کیا۔ اگر اتفاقیہ کسی پروپیگنڈہ کے باعث کسی صحابی کے دل میں سوء ظن پیدا ہوا تو حق واضح ہو جانے کے بعد فوراً ہی وہ تائب ہو گئے۔ ایسی شکل میں وہ ملعون و مردود سلمان رشدی کی اس بے بنیاد بات کا جھوٹ اور کذب کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ پاک "حجرات" کے اندر اجنبی لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ اس بات کے ذریعہ ملعون و بددین سلمان رشدی نے مقدس ازواج مطہرات اور مکرم و معظم صحابہ کے کردار پر کیسا ناپاک' قابل نفریں اور گھناؤنا حملہ کیا ہے۔ ایک صحیح الدماغ آدمی خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ صحابہ جن کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں "سگی ماؤں" سے بھی زیادہ معزز و مکرم تھیں' کیا ان کے حاشیہ ذہن میں بھی وہ گندے خیالات آ سکتے تھے جن کا ذکر ملعون شیطان رشدی نے ازواج مطہرات کے سلسلے میں کیا ہے؟

یہ ازواج مطہرات وہ ہیں کہ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ وہ اپنے اپنے حجروں کے اندر تشریف رکھیں' دور جاہلیت کی سی بے پردگی اور زیب و زینت سے پرہیز کریں' نماز روزہ کی پابندی کرتی رہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○ (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (کنزالایمان)

اس آیت تطہیر کے تحت صدر الافاضل حضرت علامہ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں۔ آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ان آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے' تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ

فرمایا گیا ہے' کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔ (خزائن العرفان ص ۶۱۱)

اس خداوندی نصیحت اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض و اثر یہ ہوا کہ ازواج مطہرات نے خود کو تقویٰ و پرہیزگاری کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ وہ اپنے حجرات کے اندر رہ کر خدائے عزوجل کے حکم کے مطابق صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرتیں' یاد الٰہی میں مصروف رہتیں۔ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتیں۔ ازواج مطہرات کو پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت کس قدر عزیز تھی' اس کا پتہ اس واقعہ سے بھی چلتا ہے کہ ایک مرتبہ فطرت انسانی کے تحت "ازواج مطہرات" نے آپ سے دنیوی سامان طلب کیے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی۔ یہاں تو کمال زہد تھا سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا' اس لیے یہ خاطر اقدس پر گراں ہوا۔ اور اللہ عزوجل نے آیت تخییر نازل فرمائی۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(الاحزاب: ۲۸'۲۹)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

(کنزالایمان)

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت حضور کی نو بیویاں تھیں۔ پانچ قریشیہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت حفصہ بنت فاروق' حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان' حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ' حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور چار غیر قریشیہ حضرت زینب بنت جحش اسدیہ' حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ' حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب' حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا: کہ جلدی نہ کر اپنے والدین سے مشورہ کرکے جو مفید ہو اس پر عمل کرو۔ انہوں نے عرض کیا' حضور کے معاملہ میں مشورہ کیا میں تو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا--- وہ ازواج مطہرات جنہوں نے متاع دنیا کو متاع آخرت کے بدلے میں ٹھکرا دیا ہو' خود کو اللہ و رسول کی مرضی کا تابع بنالیا ہو--- اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں صرف کرنے کا عہد کر رکھا ہو' بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نعوذ باللہ کسی صریح حیا کے خلاف کام کی مرتکب ہوں۔ ان سے کسی ایسے کام کا صدور ہو جو انگشت نمائی کا باعث ہو' نیز ان کی پاک دامنی پر حرف آئے اور انہیں بارگاہ رب العزت میں نادم و شرمندہ ہونا پڑے--- حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی "بیویاں" تقویٰ و پرہیزگاری میں عام مسلمان عورتوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ ان کی عزت' ان کا وقار' ان کی پاکبازی و عفت مآبی دوسری عورتوں کے مقابلہ میں کہیں آگے تھی--- ان کی اس بے مثلی اور تفوق کا گواہ خود قرآن کریم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ

الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ لالچ کرے۔ہاں!اچھی بات کہو۔(کنزالایمان)
(الاحزاب: ۳۲)

وہ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنہوں نے ایک پاکیزہ معاشرے کی بنیاد ڈالی' بنی نوع آدم کو زندگی کے آداب سکھائے' حلال و حرام کا شعور عطا کیا' انسانی قلوب کو خدائے قہار و جبار کے خوف سے معمور کیا' لوگوں کے ذہنوں میں خدائے لم یزل کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کا تصور بٹھایا' وہی پیغمبر اسلام اپنے گھر کے اندر اسلام کے پاکیزہ اصولوں کو نافذ نہ کر کے ملعون سلمان رشدی کے بقول "اجنبی مردوں" کو اجازت دے بیٹھتے بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔۔۔ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم پاک میں اسلام کے پاکیزہ اصول پوری طرح نافذ تھے۔چنانچہ کسی بھی مرد کو بشمول اصحاب کرام آپ کے حرم پاک میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کی ممانعت تھی۔ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ' وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ' نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو' ہاں! جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ' نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ' بے شک اس میں نبی کی ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو' اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔(کنزالایمان)

مسلمانوں کو اللہ عزوجل کی طرف سے اس بات کی سخت تاکید تھی کہ وہ ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جو خاطر اقدس پر گراں ہو اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیبیوں سے آپ کے وصال کے بعد نکاح کرنے کو حرام فرمادیا گیا تھا۔۔۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا۝
(الاحزاب: ۵۳)

اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیبیوں کو اس بات کا حکم تھا کہ ان سے صریح حیا اور وقار کے خلاف کوئی بات سرزد نہ ہو' جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا۝ (الاحزاب: ۳۰)

اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرات کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہو گا' اور یہ اللہ کو آسان ہے۔(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کے تحت صدرالافاضل حضرت سید شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "صریح حیا کے خلاف جرات کرنے کا مطلب شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ کج خلقی سے پیش آنا ہے' کیونکہ بدکاری سے تو اللہ انبیاء کی بیبیوں کو پاک رکھتا ہے' اور دونا عذاب اس لیے ہو گا کہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے"۔(خزائن العرفان ص ۶۱۱)

اور یہی ازواج مطہرات اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری و تابع داری کرتی ہیں تو دوگنے اجر و ثواب کی مستحق قرار پاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۳۱)

اور جو تم میں فرماں بردار ہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ (کنزالایمان)

اسلام کی نگاہ میں کسی کی عزت و ناموس سے کھیلنا سخت ترین گناہ ہے--- یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگاتا ہے اور پھر اپنی تہمت کو چار گواہوں کے ذریعہ صحیح ثابت کرنے سے قاصر رہتا ہے تو ایسا شخص دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا مستحق ٹھہرے گا اور حدود الٰہیہ توڑنے کی وجہ سے سخت سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔ اسلام نے پاک باز اور عفت مآب عورتوں پر بدکاری و بے حیائی کا گھناؤنا الزام لگانے کی سزا ۸۰ کوڑے رکھی ہے۔ جب عام پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی اتنی سخت سزا ہے تو پاک دامن عورتوں کی سردار حضرات امہات المومنین پر تہمت لگانے کی سزا کتنی سخت ہوگی۔ ملعون سلمان رشدی نے اپنے قول مردود اور بے بنیاد الزام تراشیوں کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور لعنت ابدی کو دعوت دی ہے' بلکہ مندرجہ بالا حد کا بھی خود کو مستحق ٹھہرالیا ہے۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کا کیا عذاب ہے؟ مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے اندازہ لگائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(النور: ۲۳'۲۴)

بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان' پارسا' ایمان والیوں کو' ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

قانون الٰہی توڑنے اور حدود الٰہیہ توڑنے کے سلسلے میں ۸۰ کوڑوں کی سزا کا بھی ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور: ۴)

اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں' پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ (کنزالایمان)

مندرجہ بالا تمام آیات طیبہ امہات المومنین کی عظمت کردار' بلندی درجات' پاک دامنی و عفت مآبی' حسن اخلاق و اعمال' اطاعت شعاری و پرہیزگاری پر دال ہیں۔ ایسی مقدس و مبارک ہستیوں پر بدکرداری کی تہمت لگا کر مردود و ملعون سلمان رشدی نے خود کو بجا طور پر ۸۰ کوڑے کی سزا کا بھی مستحق ٹھہرالیا ہے۔

بددین سلمان رشدی کی

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرابازی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

"شیطانی آیات" کے شیطان صفت مصنف سلمان رشدی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان جاں نثار اور پاکباز رفقاء کی مقدس بارگاہ میں سخت گستاخیاں اور دریدہ دہنیاں کی ہیں، جن کے لہو کی گرمی آج بھی رگ اسلام میں موجود ہے۔ اس بدذات اور بددین نے یوں تو تمام صحابہ کرام کی شان میں بے ہودہ کلمات بکے ہیں اور ناقابل تحریر، غلیظ اور گندی گالیاں استعمال کی ہیں، لیکن بارگاہ نبوت سے "سیف اللہ" کا عظیم لقب پانے والے عظیم فرزند اسلام حضرت خالد بن ولید اور سید الاتقیاء جلیل القدر صحابی رسول حضرت سلمان فارسی اور مسجد نبوی کے اولین موذن، دربار رسول کے مقرب ولائق صد تعظیم و تکریم صحابی حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے اس ہندی نژاد برطانوی مصنف سلمان رشدی نے جو گندے اور فحش الفاظ اپنے خبیث قلم سے نکالے ہیں، وہ خوش عقیدہ مسلمانوں کے لیے حد درجہ تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہیں۔ آئیے دیکھئے کہ وہ نفوس قدسیہ، جن کے بارے میں بددین سلمان رشدی روح مومن کو گھائل کرنے والے الفاظ استعمال کر رہا ہے، حقیقت میں ان کا مرتبہ کیا ہے۔ قرآن و احادیث میں ان کے کیا فضائل و مراتب مذکور ہیں اور ان کی بارگاہ میں گالیاں بکنے والوں کا عندالشرع کیا حکم ہے۔

صحابی کی تعریف

تاجدار عرب و عجم، سید الانس والجان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آفتاب ہدایت بن کر اس خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہوئے تو چالیس سال کی عمر پاک میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اعلان نبوت سے لے کر آپ کی حیات ظاہری کے آخری لمحے تک جو بھی شخص دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا اور بحالت ایمان اس نے آپ کا دیدار کر لیا اور پھر ایمان کی حالت میں اس نے اس جہان فانی کو خیرباد کہا، اسلام کی نگاہ میں وہ صحابی ہے۔ تمام انسانوں میں انبیائے کرام کے بعد یہی وہ صحابہ کرام ہیں جو سب سے زیادہ تعظیم و توقیر کے لائق ہیں۔ دراصل یہ وہ مقدس و مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور تن من دھن سے اسلام کے آفاقی و ابدی پیغام کو دنیا کے ایک ایک گوشے میں پہنچانے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان مبارک ہستیوں نے ناموس رسالت کے تحفظ، پرچم اسلام کی سربلندی اور قرآن و احادیث کی تعلیمات کو تمام کرنے کی خاطر ایسی بے مثال قربانیاں دی ہیں کہ آج کے دور میں جن کا

ایک آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا--- رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے زیبا کی زیارت وہ عظیم سعادت ہے کہ دو جہان کی نعمتیں بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں اور صحابہ کرام تو وہ ہیں کہ جو آپ کی زیارت اور آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ پھر بھلا کوئی غیر صحابی خواہ کیسے ہی عظیم و جلیل منصب دینی و روحانی پر فائز ہو' ایک صحابی کے مرتبے تک کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روئے زمین پر جب تک صحابہ کرام کی جماعت کا ایک فرد بھی بقید حیات رہا' وہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ تعظیم و تکریم کا مستحق سمجھا جاتا رہا--- پوری امت مسلمہ ان حضرات کی زبردست دینی و ملی خدمات کی وجہ سے مرہون منت اور احسان مند ہے۔ اخلاص و تقویٰ' عدل و صدق اور حسن اخلاق میں تمام صحابہ اپنی مثال آپ ہیں اور ایک ہی درجہ میں ہیں۔ جیسا کہ اصول حدیث میں ہے اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ یعنی سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔ البتہ علم و فضل' ایثار و قربانی اور ہجرت و نصرت کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔

صحابہ کرام کا ذکر قرآن مجید میں

وہ نفوس قدسیہ جن کا ذکر مقام مدح میں قرآن مجید کے اندر موجود ہو' جن کے حسن عمل' حسن اخلاق اور حسن ایمان کی تعریف خود اللہ عزوجل نے فرمائی ہو' جن کے اوصاف حمیدہ کا گواہ خود صحیفہ ربانی ہو' جن کو مغفرت اور انعامات اخروی کا مژدہ اسی دنیا میں سنا دیا گیا ہو' بھلا ان کا گروہ انسانی میں اور کون مدمقابل ہو سکتا ہے۔ نیز ان کی رفعت و عظمت کا کیونکر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس مقام پر ایک صاحب عقل و خرد انسان ایسے شخص کے بارے میں خود فیصلہ کر سکتا ہے جو ان مقدس صحابہ کا گستاخ ہو' کیا ایسے شخص کی بددینی اور کور بختی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش بچتی ہے۔ ہرگز نہیں! اب آیئے! دیکھیں کہ قرآن پاک کے سیپاروں میں کہاں کہاں اور کس کس عمدہ پیرائے میں ان نفوس قدسیہ کا ذکر جمیل موجود ہے۔

آیت نمبر ۱

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○
(الفتح: ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل' تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے' سجدے میں گرتے' اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے' یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں' جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا' پھر اسے طاقت دی' پھر دبیز ہوئی' پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی--- کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں' اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں' بخشش اور بڑے ثواب کا۔
(کنزالایمان از فاضل بریلوی)

اللہ تبارک و تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہے' اس مضمون کی آیت مبارکہ حسب ذیل ہے۔

آیت نمبر ۲

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاO وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاO (الفتح: ۱۹-۱۸)

کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے' تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے' تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

خداوند قدوس صحابہ کرام کے ایفائے عہد کی تعریف فرمارہا ہے۔

آیت نمبر ۳

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًاO (الاحزاب: ۲۳)

مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کردیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کرچکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔ (کنزالایمان)

مہاجرین و انصار کو جنت کا مژدہ سنایا جارہا ہے۔

آیت نمبر ۴

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO (التوبہ: ۱۰۰)

اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں' ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنزالایمان)

صحابہ کرام کے دلوں کو اللہ عزوجل نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

آیت نمبر ۵

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌO (الحجرات: ۳)

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس' وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

عظمت صحابہ' احادیث طیبہ کی روشنی میں

کتب احادیث میں صحابہ کرام کے جو فضائل و مناقب مذکور ہیں وہ بے حد و بے شمار ہیں۔ چند ارشادات رسول قلمبند کیے جاتے ہیں جنہیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور بارگاہ خدا و رسول میں اصحاب رسول کی عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے۔

حدیث نمبر ۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو' اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے وہ (ثواب کے اعتبار سے) صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ (مشکوۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ)

حدیث نمبر ۲: حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ

کے بارے میں اللہ سے ڈرو' ان کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس شخص نے ان کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے کہ پکڑ میں آجائے۔ (ایضاً)

حدیث نمبر۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْرَاٰی مَنْ رَّاٰنِیْ۔ یعنی جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھایا جس نے مجھ کو دیکھنے والوں کو دیکھا۔

حدیث نمبر۴: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً)

حدیث نمبر۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میرے صحابہ کو گالی دینے والوں کو دیکھو تو کہو کہ تمہارے اس فعل بد پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ایضاً)

حدیث نمبر۶: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ایضاً)

صحابہ کرام کی فضیلت میں عبداللہ بن مسعود کا قول مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہاء صحابہ میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک مقام پر صحابہ کرام کی عظمت و فضیلت اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانُوْا اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَعَمَقَهَا عِلْمًا وَاَقَلَّهَا تَکَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِیْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۲)

یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ اصحاب اس امت میں سب سے زیادہ افضل ہیں۔ ساری امت میں سب سے زیادہ ان کے دل نیکوکار' ان کا علم سب سے زیادہ گہرا' ان کے اعمال تکلف سے خالی' یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چن لیا ہے۔ اس لیے تم لوگ ان کی فضیلت کو پہچانو۔

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرابازی کا شرعی حکم

شرح مسلم میں ہے کہ صحابہ کو برا کہنا حرام اور اکبر فواحش سے ہے اور ہمارا مذہب اور علمائے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کو برا کہنے والا لائق تعزیر ہے اور کہا بعض مالکیہ نے کہ وہ قتل کیا جائے۔ اور حضرت قاضی عیاض نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی کو

برا کہنا کبائر سے ہے اور ہمارے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آدمی کو شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہنے کے سبب قتل کیا جائے اور کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں ہے کہ جو کافر توبہ کرے پس اس کی توبہ دنیا اور آخرت میں مقبول ہے لیکن وہ شخص جو کافر ہوا نبی کو برا کہنے کے سبب سے یا شیخین کو برا کہنے کے سبب سے یا ان میں سے کسی ایک کو برا کہنے کے سبب سے یا سحر کے سبب سے یا زندقہ کے سبب سے تو اگرچہ وہ عورت ہو اس کی توبہ قبول نہیں' جبکہ پہلی توبہ کے بعد پکڑے جائیں۔ اور صاحب اشباہ زین بن نجیم نے کہا کہ شیخین کو برا کہنا اور ان پر لعنت کرنا کفر ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر فضیلت دے تو وہ مبتدع ہے۔

الغرض! مذکورہ بالا قرآن پاک کی مقدس آیات' رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول مبارک' نیز فقہائے کرام کے ارشادات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام' خواہ وہ خلفاء راشدین ہوں یا عشرہ مبشرہ مہاجرین ہوں یا انصار' سب کے سب عامتہ المسلمین کے لیے لائق صد تعظیم و تکریم ہیں۔ ان کے درمیان رونما ہونے والے بعض ناخوشگوار واقعات و اختلافات کا سہارا لے کر انہیں مطعون ٹھہرانا ہرگز ایک مسلمان کا شیوہ نہیں--- وہ مجتہد تھے' مسائل میں اختلاف کرتے تھے جس سے کسی کا نقص لازم نہیں آتا' کسی کی عدالت مجروح نہیں ہوتی۔ ان کی شان میں سوائے کلمہ حسن اور کچھ نہ کہے۔ ان سے اگر کچھ خلاف خیر منقول ہو تو چشم پوشی کرے کہ سلامتی اسی میں ہے۔ صحابہ کرام کے فضائل اور ان کے بلند درجات و مراتب ایک مسلمان سے صرف اور صرف ادب و تعظیم کے متقاضی ہیں' اگر کوئی ان کا ادب نہیں کرتا ہے' ان کی شان میں بے ہودہ گوئی کرتا ہے' سب و شتم سے کام لیتا ہے تو یقیناً فقہائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اگر شیخین کو گالی دینے کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ سے دولت ایمان ہی گئی۔

ملعون سلمان رشدی تختہ دار پر

انبیاء کرام پر تہمت لگانے والا مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے

منصب نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام

ملعون اکبر و مرتد اعظم سلمان رشدی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "شیطانی آیات" میں اسلام کے عقیدۂ نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ پر بھی بے حد رکیک اور قلوب کو گھائل کرنے والے حملے کیے ہیں۔ اس بد دین اور بدبخت شخص نے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ایک خاص صفت "عصمت" پر وار کرنے پر اپنا پورا زور قلم صرف کر ڈالا ہے۔ اللہ عزوجل کے ان مقدس اور لائق صد تعظیم و توقیر بندوں کے حق میں بدبخت شیطان رشدی نے جو گستاخیاں کی ہیں اور ان کو مغلظات گالیاں دی ہیں انہیں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔۔۔ الغرض! شیطانی آیات کے شیطان صفت مصنف نے اپنی اس رکیک و ذلیل حرکت سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو جس بری طرح مجروح کیا ہے اور پوری دنیا کے پڑھے لکھے طبقہ کو اسلام سے بدظن اور گمراہ کرنے کی جس طرح ناپاک کوشش کی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اسلام کے عقیدۂ نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت و عصمت کو قرآن و احادیث اور حقائق کی روشنی میں اس قدر واضح کر دیا جائے کہ شیطان رشدی کا بت پندار پارہ پارہ ہو کر فضائے بسیط میں اس طرح بکھر جائے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

منصب نبوت کی حقیقت

اسلامی عقیدے کے مطابق نبوت اللہ عزوجل کا عطا کردہ ایک عظیم منصب ہے۔ اللہ عزوجل جس منتخب بندے کو چاہتا ہے یہ منصب تفویض فرماتا ہے۔ اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں، جس بلند رتبہ انسان کو منصب نبوت عطا کیا جاتا ہے اس کو نبی یا پیغمبر کہتے ہیں۔ ایک نبی کے لیے ضروری ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے وحی کا نزول ہو۔ دراصل "وحی" ہی ایک نبی اور غیر نبی میں خط امتیاز کھینچنے والی ہے۔ چنانچہ آیت ذیل میں اس امر کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکھف: ۱۰۹)

تم فرماؤ! ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنزالایمان)

نبوت کی ایک اہم اور بنیادی شرط معجزہ ہے اور یہ مسلم ہے کہ نبوت خدا کا عطا کیا ہوا ایک منصب ہے، خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ نبوت کے لیے معجزہ شرط ہے اور یہی نبوت کی فصل و ممیز ہے۔

چونکہ نبی پر "وحی" کا آنا آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا اس لیے کچھ علماء نے معجزہ کو شرط نبوت مانا ہے جبکہ کچھ دیگر علماء

نے اعمال صالحہ اور ایمان ویقین کو شرط نبوت مانا ہے۔ امام فخرالدین رازی تحریر فرماتے ہیں۔

ایک فریق کہتا ہے کہ معجزات کا ظاہر ہونا نبی کے سچے ہونے کی دلیل ہے اور یہ مذہب قدیم کا طریقہ ہے اور دنیا کے تمام مذاہب اس کے قائل ہیں--- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے یہ طے کیا جائے کہ صحیح عقائد اور اعمال چیز کیا ہیں۔ اس امر کے محقق ہو جانے کے بعد جب یہ دیکھا جائے کہ ایک شخص لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتا ہے اور یہ بھی نظر آئے کہ اس کی بات لوگوں کو باطل سے حق کی طرف لانے میں نہایت قوی اثر رکھتی ہے تو ہم کو یقین ہو جائے گا کہ وہ سچا پیغمبر ہے اور واجب الاتباع ہے۔ اور یہ طریقہ عقل سے زیادہ قریب ہے اور اس پر بہت کم شبہے وارد ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور و معروف تصنیف "حجتہ اللہ البالغہ" میں نبوت کی حقیقت اور اس کے خواص پر پورے ایک باب میں بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ تحریر کرتے ہیں۔

"جب حکمت الٰہی کا اقتضاء ہوتا ہے کہ کسی مفہم کو، یعنی نبی کو، لوگوں کی طرف بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے باعث سے لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور بندوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہوتا ہے کہ اپنی زبانوں اور دلوں سے اس کے آگے سربہ تسلیم ہوں، ملاء اعلیٰ کو اس کی تاکید ہوتی ہے کہ اس کے فرماں برداروں سے خوش ہو کر ان کے شریک رہیں اور جو اس کی مخالفت کرے اور عداوت سے پیش آئے اس پر لعنت کریں اور اس سے علیحدگی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی اطلاع کرتا ہے۔ ان پر اس کی اطاعت واجب کرتا ہے ایسا شخص نبی ہوتا ہے---" (حجتہ اللہ البالغہ ج ۱، ص ۲۰۸)

المنقذ من الضلال میں امام غزالی لکھتے ہیں:

"نبوت کے تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ جو عقل سے بالاتر ہے اور جس میں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے وہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن سے عقل بالکل محروم ہے، جس طرح سامعہ، رنگ اور ادراک سے بالکل معذور ہے"۔

مشہور عالم حضرت علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

"نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو مبعوث کرتا ہے اور ان کو فضیلت کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے، نہ کسی علت کی وجہ سے بلکہ صرف اپنی مرضی کی وجہ سے۔ اللہ ان کو علم سکھاتا ہے بغیر سیکھنے کے اور بغیر درجہ بدرجہ ترقی کرنے اور بغیر طلب کے، اور یہ اسی طرح کی بات ہے جس طرح ہم لوگ خواب میں کچھ دیکھتے ہیں اور وہ صحیح نکل آتا ہے"۔

(الملل والنحل ص ۷۱)

اور صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی قادری اعظمی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو، اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفہ کی عقل اس کے لاکھویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اور جو اسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے "کافر ہے"۔ (بہار شریعت حصہ اول، ص ۱۳)

ان تمام خیالات و عبارات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبوت ایک عطیہ خداوندی ہے۔ ایک نبی اور غیر نبی میں یہ فرق ہے کہ نبی پر براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے "وحی" نازل ہوتی ہے اور اس کے تمام اعمال واقوال اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ہوتے ہیں۔

اسلامی نظریہ نبوت اور یہودی نظریہ نبوت میں فرق

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے مختصراً اسلامی نظریہ نبوت کو تحریر کیا ہے' اس کے ساتھ جب ہم بائبل (عہد نامہ عتیق) میں یہودی نظریہ نبوت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں یہودیوں کے (خود ساختہ) خواص نبوت پر ازحد تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح انہوں نے "نبوت" کے اس پاکیزہ' معظم اور محترم منصب کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس عظیم منصب کی تقدس مآبی کو اپنے غلط و بے بنیاد افکار و خیالات سے داغدار کیا ہے۔ انبیاء کرام سے متعلق بائبل کے کچھ خاص خاص اقتباسات طوعاً و کرہاً مندرجہ ذیل سطور میں درج کیے جاتے ہیں۔

خدا بادشاہ ابی ملک سے خواب میں کہتا ہے:

"اب تو اس مرد کی بیوی کو واپس کر دے کیونکہ وہ (ابرہام) نبی ہے اور وہ تیرے لیے دعا کرے گا"۔ (پیدائش' باب ۲۰:۷)

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا: میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہو گا"۔

(خروج' باب ۷:۱)

"تب موسیٰ نے ...... قوم کے بزرگوں میں سے ستر شخص اکٹھا کر کے ان کو خیمہ کے ارد گرد کھڑا کر دیا' تب خداوند ابر میں ہو کر اترا اور اس نے موسیٰ سے باتیں کیں اور اس روح میں سے جو اس میں تھی کچھ لے کر اسے ان ستر بزرگوں میں ڈالا۔ چنانچہ...... وہ یعنی (ستر بزرگ) نبوت کرنے لگے...... ان میں سے دو شخص لشکر گاہ ہی میں رہ گئے' ایک کا نام الداد اور دوسرے کا میداد تھا...... یہ خیمہ کے پاس نہیں گئے اور لشکر گاہ ہی میں نبوت کرنے لگے' سو موسیٰ کے خادم نون کے بیٹے یشوع نے جو اس کے چنے ہوئے جوانوں میں سے تھا موسیٰ سے کہا اے میرے مالک موسیٰ! تو ان کو روک دے۔ موسیٰ نے اسے کہا کیا تجھے میری خاطر رشک آتا ہے؟ کاش! خداوند کے سب لوگ نبی ہوتے اور خداوند اپنی روح ان سب میں ڈالتا"۔ (گنتی' باب ۱۱:۲۴-۲۹)

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا......" (استثناء' باب ۱۸:۱۸-۱۷)

"اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا"۔

(استثناء' باب ۳۴:۱۰)

"اور سب بنی اسرائیل نے دان سے بیرسبع تک جان لیا کہ سموئیل خدا کا نبی مقرر ہوا"۔ (۱- سموئیل' باب ۳:۲۰)

"...... کیونکہ جس کو اب نبی کہتے ہیں اس کو پہلے غیب بین کہتے تھے"۔ (۱- سموئیل' باب ۹:۹)

"ایک غیر ملکی چڑھائی کے موقع پر نبی سموئیل نے قیش کے لڑکے ساؤل کو بادشاہ بنایا اور اس کو کہیں جانے کے لیے کہا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا: اور بعد اس کے تو خدا کے پہاڑ کو پہنچے گا جہاں فلستیوں کی چوکی ہے اور جب تو وہاں شہر میں داخل ہو گا تو نبیوں کی ایک جماعت جو اونچے مقام سے اترتی ہو گی تجھے ملے گی اور ان کے آگے ستار اور دف اور بانسلی اور بربط ہوں گے اور وہ نبوت کرتے ہوں گے ○ تب خداوند کی روح تجھ پر زور سے نازل ہو گی اور تو ان کے ساتھ نبوت کرنے لگے گا اور بدل کر اور ہی

آدمی ہو جائے گاO" (ا۔ سموئیل' باب ۱۰: ۵:۶)

"اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح ساؤل پر جب وہ اپنے گھر میں اپنا بھالا اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا چڑھی اور داؤد ہاتھ سے بجا رہا تھاO اور ساؤل نے چاہا کہ داؤد کو دیوار کے ساتھ بھالے سے چھید دے پر وہ ساؤل کے آگے سے ہٹ گیا اور بھالا دیوار میں جا گھسا اور داؤد بھاگا اور اس رات بچ گیاO اور ساؤل نے داؤد کے گھر پر قاصد بھیجے کہ اس کی تاک میں رہیں اور صبح کو اس کو مار ڈالیں اور داؤد بھاگ کر بچ نکلا اور رامہ میں سموئیل کے پاس آکر جو کچھ ساؤل نے اس سے کیا تھا سب اس کو بتایا۔ تب وہ اور سموئیل دونوں نیوت میں جا کر رہنے لگےO اور ساؤل کو خبر ملی کی داؤد رامہ کے بیچ نیوت میں ہےO اور ساؤل نے داؤد کو پکڑنے کے لیے قاصد بھیجے اور انہوں نے جو دیکھا کہ نبیوں کا مجمع نبوت کر رہا ہے اور سموئیل ان کا پیشوا جا کھڑا ہے تو خدا کی روح ساؤل کے قاصدوں پر نازل ہوئی اور وہ بھی نبوت کرنے لگےO اور جب ساؤل تک یہ خبر پہنچی تو اس نے اور قاصد بھیجے اور وہ بھی نبوت کرنے لگے اور ساؤل نے پھر تیسری بار اور قاصد بھیجے اور وہ بھی نبوت کرنے لگے۔ تب وہ آپ رامہ کو چلا اور اس بڑے کنویں پر جو سیکو میں ہے پہنچ کر پوچھنے لگا کہ سموئیل اور داؤد کہاں ہیں؟ اور کسی نے کہا کہ دیکھ وہ رامہ کے بیچ نیوت میں ہیںO تب وہ ادھر رامہ کے نیوت کی طرف چلا اور خدا کی روح اس پر بھی نازل ہوئی اور چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا رامہ کے نیوت میں پہنچاO اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا۔ اس لیے یہ کہاوت چلی 'کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟---O (عاموس' باب ۷' ۱۴)

نبی عاموس نے کہا "تب عاموس نے امصیاہ کو جواب دیا کہ میں نہ نبی ہوں نہ نبی کا بیٹا......"O

(عاموس' باب ۷' ۱۴)

"سلاطین" میں ہے کہ ایک بوڑھے نبی نے خدا کی نافرمانی کی اور ایک شیر نے اسے پھاڑ ڈالا۔ (ا۔ سلاطین۔ باب ۱۳: ۲۴) تب خداوند نے مجھے فرمایا کہ انبیاء میرا نام لے کر جھوٹی نبوت کرتے ہیں۔ میں نے نہ ان کو بھیجا اور نہ حکم دیا اور نہ ان سے کلام کیا وہ جھوٹی رویا اور جھوٹا علم غیب اور بطالت اور اپنے دلوں کی مکاری نبوت کی صورت میں تم پر ظاہر کرتے ہیںO

(یرمیاہ۔ باب ۱۴: ۱۴)

مندرجہ بالا سطور میں نمونے کے طور پر صرف چند اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ بائبل میں ایسے بہت سے مقامات ہیں جن کو پڑھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ ایک قاتل' ایک شرم وحیا سے عاری' ننگا انسان' اللہ کا نافرمان' ایک جھوٹا اور یہاں تک کہ ایک ایسا شخص بھی اللہ کا نبی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نہ نبی ہوں نہ نبی کا بیٹا۔۔۔

اس کے بالمقابل قرآن کے مطابق نبی ایک بہت ہی متقی' پرہیزگار اور اللہ کا فرماں بردار انسان ہوتا ہے جو معصوم ہوتا ہے اور اللہ کے پیغامات و احکامات یا تو فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست اس کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ پیغامات کبھی کبھی ایک جدید شریعت کی شکل میں نازل ہوتے ہیں (جن کو وصول کرنے والا شرف نبوت کے ساتھ ساتھ منصب رسالت سے بھی سرفراز ہوتا ہے)۔ کبھی کبھی کسی رسول کے ذریعہ پرانی نازل شدہ شریعت یا کتاب منسوخ کر دی جاتی ہے اور اس کی جگہ اس کو ایک جدید شریعت یا کتاب عطا کی جاتی ہے جو حضرات صرف منصب نبوت سے ہی سرفراز ہوتے ہیں (اور رسالت سے نہیں) وہ حضرات پچھلی نازل شدہ شریعت یا کتاب کی ہی پیروی کرتے ہیں اور اسی کی تبلیغ کرتے ہیں' حالانکہ رسول کا مرتبہ نبی سے بڑا ہوتا ہے لیکن نفس نبوت کی وجہ سے وہ سب باعث احترام و اکرام ہوتے ہیں اور معزز و معظم ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے خصائص

عالم انسانیت میں اسلامی نقطہ نظر سے ایک نبی سب سے زیادہ محترم' مشرف اور معظم شخصیت کا حامل ہوتا ہے' وہ روئے زمین پر اللہ عزوجل کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے۔ اس کا ہر قول و عمل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تابع ہوتا ہے۔ وہ اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق فاضلہ سے مزین ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی چند اہم خصوصیات کو دائرہ تحریر میں لاتے ہیں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ اسلام میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب و درجات کیا ہیں اور ان کی بارگاہ میں دریدہ دہنی و گستاخی کرنے والا اللہ عزوجل کے کس قدر قہر و غضب کا مستوجب و سزاوار ہے۔

۱- عصمت

انبیاء کرام علیہم السلام کی سب سے اہم خصوصیت ان کی عصمت ہے۔ عصمت کا مطلب ہے "گناہوں سے حفاظت" (یا گناہوں سے بچنے کا ملکہ) اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہر نبی معصوم ہوتا ہے یعنی اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے' انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ عزوجل کی محافظت میں ہونے کے باعث شیطان کا قابو نہیں چلتا--- وہ شیطانی مکر و فریب سے ہر طرح محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ وَّ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۶۵)

بے شک جو میرے بندے ہیں (نیک مخلص انبیاء اور اصحاب فضل و صلاح) ان پر تیرا (شیطان کا) کچھ قابو نہیں' اور تیرا رب کافی ہے بنانے کو۔ (کنزالایمان)

ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِکُوْنَ ○
(النحل: ۱۰۰-۹۹)

بے شک اس کا (شیطان کا) کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔ (کنزالایمان)

جو متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ان کی شیطان سے حفاظت فرماتا ہے' کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○
(النحل: ۱۲۸-۱۲۷)

اور اے محبوب! تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔ بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

شیاطین کا بس تو بدکرداروں اور نافرمانوں پر اترتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ○ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ ○ (الشعراء: ۲۲۳-۲۲۱)

کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان۔ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گناہگار پر' شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر قسم کے گناہ سے محفوظ و مامون رہتے ہیں' اس لیے وہ انسانوں کے لیے رہنما ہوتے ہیں جو ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ وہ بہت ہی متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ اور برائی و گناہ سے ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ قرآن کریم انبیاء کرام علیہم السلام کی بے مثال امامت و قیادت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○ (الانبیاء: ۷۳)

اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

ان کی پاکبازی' تقویٰ اور محبوبیت و مقبولیت کی وجہ سے اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر سلام بھیجا جاتا ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصفت: ۱۸۱)

اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ (کنزالایمان)

زیر آیت تفسیر خزائن العرفان میں ہے انسانی مراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خود کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کرے' یہ شان انبیاء کی ہے علیہم الصلاۃ والسلام تو ہر ایک پر ان حضرات کا اتباع اور ان کی اقتداء لازم ہے۔

(خزائن العرفان' ص ۶۵۵)

عقیدہ: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں' اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بددینی ہے' عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے۔ بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے' ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ (بہار شریعت' حصہ اول' ص ۱۴-۱۳)

۲۔ حکمت

انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری جو اہم نعمت عطا کی جاتی ہے وہ حکمت ہے۔ دوسرے تمام انسانوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے ان مقدس بندوں کے اندر علم و حکمت زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام عام مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ عملی طور پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (آل عمران: ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (کنزالایمان)

کچھ انبیائے کرام کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے ان کو حکمت عطا فرمائی۔ مثلاً آل ابراہیم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ○ (النساء: ۵۴)

تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔ (کنزالایمان)

اور نبی آخرالزمان' سرور انس و جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ارشاد خداوندی ہے۔

ملاحظہ ہو۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۝ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے' اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ (کنزالایمان)

ایسے ہی حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں سورۂ ص آیت نمبر ۲۰ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۃ الزخرف آیت نمبر ۶۳ میں و دیگر آیات مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں حکمت عطا فرمائی--- الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر حکمت و دانائی کا وصف اس درجہ کمال کو پہنچا ہوتا ہے کہ جہاں تک عام انسان کا طائر وہم و خیال بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

۳- علم اور قوت فیصلہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اور اہم ترین کمال علم اور صحیح قوت فیصلہ مرحمت کیا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ علم "وحی" کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کو عطا کی گئی صحیح قوت فیصلہ بھی وہبی ہوتی ہے۔ یہ علم مخصوص اور صحیح تر قوت فیصلہ ان کو خاص طور پر اس وجہ سے عطا کی جاتی ہے' تاکہ ان سے مختلف معاملات کو طے کرنے اور فرائض نبوت کو ادا کرنے میں کوئی غلطی و کوتاہی سرزد نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مختلف سورتوں میں ارشادات خداوندی موجود ہیں۔ ذیل میں ایک آیت کریمہ تحریر کی جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۝ (الانعام: ۹۰)

یہ (انبیاء کرام) ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم (قوت فیصلہ اور نبوت عطا کی) (کنزالایمان)

دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح قوت فیصلہ بدرجہ اتم عطا ہوئی تھی۔ جس کو قرآن مجید میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (النساء: ۱۰۵)

اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔ (کنزالایمان)

یہی وجہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کو بے چون و چرا قبول کریں۔ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ مبارک کے بعد پھر ان کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔ (کنزالایمان)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ صدق دل سے تسلیم کر لینے والے ہی آخرت میں فلاح و کامرانی سے ہمکنار

ہوں گے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (النور: ۵۱)

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (کنزالایمان)

۴- نبوت وہبی ہے

نبوت کے سلسلے میں اسلام کا ایک بنیادی و اساسی عقیدہ یہ ہے کہ "نبوت" وہبی ہے کسبی نہیں۔ یعنی "نبوت" اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک عطیہ ہے اور کوئی شخص اس کو اپنے کسب تجربہ اور علم وغیرہ کی بنیاد پر حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس سلسلہ میں خود قرآن پاک ناطق ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ (الانعام: ۱۲۵)

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کے تحت حضرت صدر الافاضل سید شاہ محمد نعیم الدین محدث مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

یعنی اللہ جانتا ہے کہ نبوت کی اہلیت اور اس کا استحقاق کس کو ہے' کس کو نہیں' عمر و مال سے کوئی مستحق نبوت نہیں ہو سکتا اور یہ نبوت کے طلب گار کو حسد' مکر' بد عہدی وغیرہ قبائح افعال اور رذائل خصائل میں مبتلا ہیں' یہ کہاں اور نبوت کا منصب عالی کہاں۔ (خزائن العرفان' ص ۲۰۸)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الجمعہ: ۴)

یہ (پیغمبری) اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنزالایمان)

۵- بشریت

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے میں اسلام کا یہ بھی ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشر (انسان) تھے۔ البتہ وہ ایسے بشر ہوتے ہیں' جن سے معصیت کا صدور نہیں ہوتا۔ جو اعلیٰ ترین اخلاق پر فائز ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار و مطیع ہوتے ہیں۔ اور خود جن کی اطاعت و بندگی' تعظیم و توقیر اور الفت و محبت عام انسانوں پر فرض عین ہوتی ہے۔ اور ان کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اس نوع کی متعدد آیات کریمہ موجود ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں:

۱- قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (ابراہیم: ۱۱)

ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (کنزالایمان)

۲- قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں آدمی اللہ کا

رَّسُوْلًا۝ (بنی اسرائیل: ۹۳) بھیجا ہوا۔ (کنزالایمان)

۳- قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (الکہف: ۱۱۰) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔

کہ مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں' اور صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور حقیقت روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء اوصاف بشر سے اعلیٰ ہیں جیسا کہ شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام و ظواہر تو حد بشریت پر چھوڑے گئے اور ان کے ارواح و بواطن بشریت سے بالا اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبہ انوار حق آپ پر علی الدوام حاصل ہو۔ بہرحال! آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں' اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تواضع کے لیے حکم فرمایا گیا۔ یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔

(خازن و خزائن العرفان' ص ۴۴۱)

الحاصل! انبیاء کرام علیہم السلام کے دو رخ ہوئے ایک طرف تو وہ دائرہ بشریت کے اندر انسانوں کی طرح چلتے پھرتے' کھاتے پیتے' سوتے جاگتے اور شادی بیاہ وغیرہ کرتے ہیں' پیدا ہوتے ہیں اور وصال فرما جاتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ حضرات اپنی روحانیت' بے گناہی' پاک دامنی' معصومیت اور دیگر خواص نبوت و رسالت میں عام انسانوں سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ یہ مذہب اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نہ تو یہودیوں کی طرح ایک معمولی انسان سمجھا اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح ان میں الوہیت کی صفات ثابت کیں' بلکہ یہ بتایا کہ گو انبیاء کرام علیہم السلام اپنے بشری اوصاف کے لحاظ سے بلاشبہ انسان ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی کو وصول کر کے اس کے پیغام کو عام انسانوں تک پہنچاتے ہیں' اس طرح تعلق مع اللہ میں وہ تمام دیگر انسانوں سے بلند تر اور خلیفتہ اللہ فی الارض ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی شان میں گستاخی عام انسانوں کے حق میں کی گئی گستاخی جیسی نہیں ہوتی' بلکہ یہ گستاخی اہانت یا سب و شتم ایسی ہے۔ گویا کہ اس کی شان میں کی گئی ہو جس کے وہ رسول اور پیغامبر ہیں۔

شیطان رشدی مستحق قتل ہے

امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ شاتم رسول یعنی بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ کی سزا قتل ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے شاتم رسول کی سزائے قتل پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

وَاجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى قَتْلِ مُنْتَقِصِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَابِّهٖ۔ (الشفاء: جلد ۲' ص ۲۱۱) مسلمانوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے اور تنقیص کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ مرتد عن الاسلام کو قتل کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ تو اس سلسلے میں شاتم رسول سلمان رشدی کے قضیئے میں ایک علمی بحث یہ اٹھی ہے کہ مرتد عن الاسلام کو قتل کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے۔ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ اور

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ ذمہ داری امام اور اولوا الامر کی ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ ایک عام آدمی بھی مرتد کو قتل کردے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ پہلے ہی مہدور الدم ہو چکا تھا۔

وَإِنْ قَتَلَهُ أَحَدٌ بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ لَاشَيْئَ عَلَيْهِ لِزَوَالِ عِصْمَتِهِ بِالرِّدَّةِ۔

اگر امام کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اسے قتل کردے تو اس پر کچھ ضمان نہیں' کیونکہ ردت کی وجہ سے اس کی عصمت زائل ہو چکی تھی۔ (بدائع الصنائع ج۷' ص۱۳۴)

فَإِنْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ بِغَيْرِ إِذْنِهِ عُذِرَ۔

اگر کسی غیر امام نے اس کی اجازت کے بغیر اسے قتل کردیا تو اسے معذور سمجھا جائے گا۔ (المہذب جلد۲' ص۲۲۳)

غرضیکہ اسلام نے انبیاء کرام علیہم السلام کی اتنی عظمت و توقیر کی ہے کہ ان کی شان اقدس میں توہین و اہانت اور سب و شتم کے مرتکب کو سزائے قتل دی ہے۔ مرتد سلمان رشدی اسلام کے اسی اصول کے تحت قتل کی سزا کا مستحق ہے۔

ملائکہ مقربین کی ذواتِ مقدسہ پر

ملعون سلمان رشدی کا حملہ

ملائکہ علیہم السلام

مرتد اعظم و ملعون اکبر "سلمان رشدی" نے اپنی بدنام زمانہ اور دل آزار کتاب "شیطانی آیات" میں نہ صرف انبیاء و مرسلین اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کی شان میں گستاخی و اہانت اور گالم گلوچ کیا ہے' بلکہ اس کے زہر آلود اور مردود قلم کی زد سے ملائکہ بھی محفوظ نہیں رہے ہیں--- یوں تو سلمان رشدی نے تمام ہی فرشتوں کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن اس نے حامل وحی' سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شان میں جو بے ہودہ گوئی اور سب و شتم کیا ہے' کوئی بھی مہذب انسان اسے نقل کرنا بھی پسند نہ کرے گا--- چونکہ گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا جاسکتا' اس لیے سلمان رشدی کی گالیوں کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر فرشتوں سے متعلق اسلامی عقائد کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح طور پر بیان کر دیا جائے' نیز حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے فضائل و مراتب بھی بیان کر دیے جائیں تاکہ ملائکہ اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے متعلق اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت ہو جائے اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ملائکہ کے وجود سے انکار کرنے والوں یا ان کی اہانت کرنے والوں کو اسلام کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے

توحید' رسالت' صحائف آسمانی' یوم آخرت' تقدیر' مرنے کے بعد اٹھنے وغیرہ امور پر ایمان لانا جس طرح اسلام کے بنیادی عقائد میں داخل ہے' وہیں ملائکہ کے وجود پر ایمان لانا بھی اسلامی نقطہ نظر سے لازم و ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ۔

(البقرہ: ۱۷۷)

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو' ہاں! اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر---(کنز الایمان)

فرشتوں پر ایمان لانے سے متعلق ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا' اور ایمان والے' سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں

وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۝ (البقرہ: ۲۸۵)

اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو، یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے، اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا، تیری معافی ہو اے رب ہمارے! اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ (کنز الایمان)

فرشتوں کا انکار کفر ہے

مذکورہ بالا آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں داخل ہے۔ اب ذیل میں وہ آیت کریمہ نقل کی جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کے وجود سے انکار کرنا یا کسی بھی فرشتہ پر ایمان نہ لانا یا ان مقدس فرشتوں میں سے کسی کا نام لے کر انکار کرنا یا ان کی شان میں گستاخی کے کلمات استعمال کرنا جن کے اسماء گرامی قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ گمراہی اور کفر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۝ (النساء: ۱۳۶)

اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو، تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ (کنز الایمان)

شرح العقیدہ الطحاویہ میں ہے:

کَانَ الْاِیْمَانُ بِالْمَلَآئِکَةِ اَحَدَ الْاُصُوْلِ الْخَمْسَةِ الَّتِیْ هِیَ اَرْکَانُ الْاِیْمَانِ۔

فرشتوں پر ایمان لانا ان پانچ اصولوں میں سے ایک ہے جو ارکان ایمان ہیں۔

(شرح العقیدہ الطحاویہ لجماعۃ من العلماء بیروت ۱۳۹۱ھ ص ۳۳۷)

کائنات کے جملہ امور کی تدبیر بحکم خداوندی یہی فرشتے انجام دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں شرح العقیدہ الطحاویہ کی ہی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے۔

جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے وہ آسمانوں اور زمینوں کے موکل ہیں، اس جہاں میں جتنی بھی حرکات و سکنات ہوتی ہیں وہ فرشتوں ہی سے شروع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ (النازعات: ۵) — پھر کام کی تدبیر کریں۔

فَالْمُقَسِّمَاتِ اَمْرًا۔ (الذاریات: ۴) — پھر حکم سے بانٹنے والیاں۔

(شرح العقیدہ الطحاویہ، ص ۳۳۶-۳۳۵)

فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟

فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور انہیں کیا خدمات سپرد ہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کرام نے کتب عقائد میں بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

"فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ حکمائے یونان ان کو جواہر مجردہ مانتے ہیں لیکن ارباب مذاہب کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہیں کہ جن کا جسم نہ عنصری ہے اور نہ حسی۔ بلکہ ایک اور خاص قسم کا لطیف جسم ہے جو بمنزلہ ارواح کے ہے اور جس کی حقیقت

ہم نہیں جانتے' اصل یہ ہے کہ عقل سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جو حوادث و واقعات پیش آتے رہتے ہیں ان کے علل و اسباب جس طرح مادی ہوتے ہیں اسی طرح غیر مادی بھی ہوتے ہیں اور ان دونوں قسم کے اسباب و علل کے توافق سے ہی حوادث کا ظہور ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ایک واقعہ کے ظہور میں...... آنے کے لیے جتنے مادی اسباب درکار ہوتے ہیں' وہ سب ہی بکمال قوت موجود اور فراہم ہوتے ہیں' لیکن اس کے باوجود سبب کا ظہور نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ کارکنان قضاء و قدر کو ہی منظور نہیں' بس یہی وہ کارکنان قضاء و قدر یا حوادث و واقعات کے غیر مادی اسباب و علل ہیں جن کو مذہب کی زبان میں فرشتہ کہتے ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت کیا ہے؟ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔ جس طرح ہم خدا کے وجود' اس کی ذات و صفات کا یقین رکھتے ہیں' روح کا وجود ہم کو معلوم ہے' اس کا وجود ہونا مسلم ہے' مریخ اور بعض سیاروں میں آبادیوں کا ہونا ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کی منطقی تعریف کیا ہوگی؟ عقل اب تک ان کے بتانے سے عاجز اور درماندہ رہی ہے۔ بس اسی طرح وہ فرشتوں کی حقیقت و ماہیت کا تعین اور ان کی ذاتیات کا تشخص نہیں کرسکتی اور اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ سرے سے ان کا وجود ہی نہیں ہے۔

(کتاب دینیات مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۰' ص ۱۳۱-۱۳۰)

الغرض! ایک مسلمان کو فرشتوں سے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ اس کی تفصیل مستند و معتبر کتب عقائد کی روشنی میں صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی صاحب اعظمی قادری قدس سرہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

فرشتے اجسام نوری ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں' کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں--- وہ وہی کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہے۔ خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے' نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً' وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں۔ ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں--- ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں' بعض کے ذمہ حضرات انبیائے کرام کے خدمت میں وحی لانا' کسی کے متعلق پانی برسانا' کسی کے متعلق ہوا چلانا' کسی کے متعلق روزی پہنچانا' کسی کے ذمہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا' کسی کے متعلق بدن انسان کے اندر تصرف کرنا' کسی کے متعلق انسان کی دشمنوں سے حفاظت کرنا' کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کرکے اس میں حاضر ہونا' کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا' بہتوں کا دربار رسالت میں حاضر ہونا' کسی کے متعلق سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلمانوں کی صلاۃ و سلام پہنچانا' بعضوں کے متعلق مردوں سے سوال کرنا' کسی کے ذمہ قبض روح کرنا' کسی کے متعلق صور پھونکنا اور ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں--- فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت--- ان کو قدیم جاننا یا خالق جاننا کفر ہے--- ان کی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا کیا اور اس کے بتائے سے اس کا رسول---- چار فرشتے بہت مشہور ہیں--- جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام اور یہ سب ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں--- کسی فرشتے کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے--- جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا مبغوض کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آگیا' یہ قریب بکلمہ کفر ہے--- فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں' یہ دونوں باتیں کفر ہیں--- (بہار شریعت حصہ اول' ص ۲۴)

فرشتے احکام الٰہیہ کے تابع و فرماں بردار ہوتے ہیں' اس کا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ○ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ	اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (آیت سجدہ)(النحل: ۵۰-۴۹)

انہیں حکم ہو۔(کنزالایمان)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ (التحریم: ۶)

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔(کنزالایمان)

ان دونوں آیات میں فرشتوں کی جن صفات کا تذکرہ ہے، ان سے یہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں جو حد درجہ مطیع، فرماں بردار، قوی اور زور آور ہیں۔ جو مجرموں اور نافرمانوں پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں اور کوئی ان سے مزاحمت پر قادر نہیں۔ وہ کسی بھی حال میں اللہ کے احکام سے روگردانی اور سرکشی نہیں کرتے--- ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے اس باطل عقیدے کا رد بھی ہے کہ بعض فرشتے نافرمان و سرکش بھی ہوئے ہیں جن کا سرغنہ ابلیس ہوا ہے۔

حامل وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام

حامل وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام سید الملائکہ اور مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ فرشتوں میں آپ کو جو جلیل القدر مرتبہ حاصل ہے، وہ کسی اور کو کہاں نصیب، آپ کو اللہ عزوجل کی وحی کو انبیائے کرام و رسولان عظام تک پہنچانے کی عظیم ذمہ داری سپرد تھی--- اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بھی آپ اسی فرض منصبی کی بجا آوری کے لیے وحی خداوندی لاتے رہے--- جس کے باعث یہودی آپ کے دشمن ہو گئے اور یہودیوں ہی کی پیروی میں مردود سلمان رشدی بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ اور ان کی شان میں بھی اپنی بدباطنی کے تحت بے ہودہ گوئی و دریدہ دہنی سے باز نہ آیا اور اسے ذرا بھی اس کا خیال نہ آیا کہ وہ کس سے عداوت کرنے جا رہا ہے--- اس سے، جس سے عداوت اور کدورت رکھنے والوں کی خود احکم الحاکمین نے مذمت کی ہے اور جس کے دشمن کو خود اللہ عزوجل نے اپنا دشمن قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (البقرہ: ۹۷)

تم فرما دو، جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو، تو اس (جبرئیل) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔(کنزالایمان)

شان نزول: یہودیوں کے عالم عبداللہ بن صوریا نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا، آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا ہے؟ فرمایا: جبرئیل۔ ابن صوریا نے کہا، وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب شدت اور خسف (ذلت) اتارتا ہے۔ کئی مرتبہ ہم سے عداوت کر چکا ہے--- اگر آپ کے پاس میکائیل آئے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔ (اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی) (خزائن العرفان، ص ۲۳)

جبرئیل، اسلامی اصطلاح میں ایک فرشتہ اعظم کا نام ہے۔ ان کے سپرد ایک اہم خدمت انبیائے کرام تک وحی الٰہی کے پہنچانے کی ہے--- یہود بھی وجود ملائکہ کے قائل تھے، بلکہ خود حضرت جبرئیل کو ایک فرشتہ اعظم مانتے تھے اور ان کا ذکر توریت میں آج تک موجود ہے لیکن اپنی نادانی سے خیال یہ جما لیا تھا کہ وہ ایک فرشتہ عذاب ہیں، ان کا کام وحی لانا نہیں، عذاب لانا ہے

اور وحی لانا تو ایک دوسرے فرشتہ حضرت میکائیل کا کام ہے' ان مفروضہ مقدمات و مسلمات کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معترض ہوئے تھے کہ یہ نئے مدعی نبوت اپنے وحی کے سلسلے میں حضرت جبرئیل کا نام کیوں لائے ہیں؟ یہاں تعرض یہود کی اسی غلط اندیشی سے کیا جارہا ہے۔ موجودہ توریت میں بار بار ذکر ایک ایسے فرشتہ کا آتا ہے جو لوگوں کو مار تا تھا۔ (۲۔ سموئیل' ۲۴' ۱۷-۱۶) اور علمائے یہود نے اس سے مراد فرشتہ جبرئیل ہی سے رکھی تھی۔ آج بھی یہود حضرت جبرئیل کو حضرت میکائیل کا ہمسرو ہم پلہ نہیں' ان سے کمتر ہی سمجھتے ہیں۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد ۵' ص ۵۴۱)

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے متصل دوسری آیت کریمہ حسب ذیل ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ: ۹۸)

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا' تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔۔۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء و ملائکہ و رسل کی عداوت کفر ہے اور غضب الٰہی کا سبب ہے اور محبوبان حق سے دشمنی خدا سے دشمنی کرنا ہے۔۔۔ اور ان کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔۔۔ فرشتہ کی اطاعت توریت میں بھی عین اطاعت رب بتائی گئی ہے۔

دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے بھیجتا ہوں کہ راہ میں تیرا نگہبان ہو۔ اور تجھے اس جگہ جو میں نے تیار کی ہے لے آوے' اس کے آگے ہوشیار رہ اور اس کا کہا مان' اسے مت چڑھا' کیونکہ وہ تیری خطانہ بخشے گا کہ میرا نام اس میں ہے' پر اگر تو سچ مچ اس کا کہنا مانے اور سب جو میں کہتا ہوں کرلے تو میں تیرے دشمنوں کا دشمن اور تیرے بیریوں کا بیری ہوں گا۔۔۔ (خروج ۲۳: ۲۱-۲۰)

خلاصہ کلام یہ کہ یہودیوں کا طرز عمل خود توریت کی تعلیمات کے منافی ہے۔ توریت تو فرشتے کی اطاعت کا حکم دے اور یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے عداوت رکھیں۔ جبکہ یہ ایک امر مسلم ہے کہ فرشتے مع حضرت جبرئیل کے وحی کرتے ہیں جن کا انہیں اللہ عزوجل کی طرف سے حکم ہوتا ہے' لہٰذا کسی فرشتے سے عداوت یہ درحقیقت اللہ عزوجل سے عداوت ہے' لیکن یہود اپنی بدعقلی سے ایسی بدیہی بات بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔۔۔ بدعقل و کج فہم یہودیوں کی پیروی میں ملعون سلمان رشدی نے فرشتوں کی شان میں جو گالی گلوچ کی ہے' اس کی وجہ سے بھی یہ ملعون و مرتد و بددین ہو چکا ہے اور لائق گردن زدنی ہے۔۔۔

مولانا شہاب الدین
ایڈیٹر "سنی دنیا" بریلی

سلمان رشدی کون ہے؟
اس کی ناپاک کتاب پر عالم اسلام کا ردعمل

ہر دور میں اسلام' دیگر اقوام عالم کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہے خصوصاً مغربی ممالک' ان کا تو ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ مسلمان کے ذریعہ اسلام کے خلاف آواز اٹھانے کی حوصلہ افزائی کی جائے' اور اس کی بھرپور سرپرستی فراہم کی جائے۔ چونکہ اسلام ایک علاقہ یا ایک ملک کا مذہب نہ رہا۔ وہ آفاقی مذہب ہو کر پوری دنیا کو اپنے لپیٹ میں لیے ہوئے ہے اور اپنی آفاقیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے' جبکہ عیسائیت اپنی حقیقت کو بدل چکی' اس کی تصویر مسخ ہو گئی ہے۔ اسلام کا آغاز تو عرب کی سرزمین سے ہوا' مگر اب اس کی کوئی سرحد نہیں ہے۔ تمام سرحدوں کو پار کرتا ہوا پوری دنیا میں اپنی حقانیت کے ڈنکے بجوا چکا ہے اور اس دور میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو غیر محرف شدہ ہے اور باقی تمام مذاہب اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہ سکے۔

اسی اسلام دشمنی کا ایک بہت بڑا ثبوت ملعون سلمان رشدی ہے' اس نے مال دنیا کے بدلے اپنا سب کچھ غیر مسلموں کے ہاتھوں فروخت کرکے اپنا نام بھی شیاطین کی فہرست میں داخل کرا لیا ہے۔ اسی نے اپنی چوتھی کتاب "شیطانی آیات"--- (SATANIC VERSES) کے ص ۷ ۵۴ میں سے ۸۰ صفحات میں محسن انسانیت سیدنا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات' صحابہ کرام خصوصاً سلمان فارسی' حضرت بلال رضی اللہ عنہما' اور اسلام کے بارے میں وہ دریدہ دہنی کی ہے۔ کتاب کیا ہے؟ گندگی اور غلاظت کی پوٹ ہے۔ جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات عشق و محبت میں آگ لگا دی ہے۔

(محمد شہاب الدین رضوی' مولانا: دنیا اسلام کی تلاش میں' مطبوعہ حرا' فاؤنڈیشن بریلی ۱۹۹۴ء)

شیطان رشدی اور ولید بن مغیرہ

"سورۂ نون" کے شان نزول کے سلسلہ میں تفاسیر و سیر میں یہ صراحت ملتی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی' اور ایک خلاف واقعہ جنونی صفت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا' تو رب کائنات نے اپنی کتاب حکمت و صداقت قرآن عظیم میں اس کا شدید رد فرمایا۔ اور خود اس گستاخ کے اندر جو دس صفتیں تھیں ان کا انکشاف فرمادیا' تاکہ قوم جان لے کہ اس گستاخ و دریدہ دہن کے اندر کون کون سی واقعی برائیاں ہیں؟ ان

دس برائیوں میں آخری برائی قرآن نے یہ ارشاد فرمائی: بعد ذالک زنیم اور اس پر طرہ یہ کہ وہ نطفہ ناتحقیق یعنی ولد الزنا ہے۔(القرآن الحکیم' پارہ ۲۹' سورہ نون)

اس لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کھلم کھلا گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والے اکثر اس صفت کے حامل ہوتے ہیں۔
چنانچہ آج کل عالمی شہرت یافتہ دریدہ دہن و گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی کے بھی حسب و نسب کا جب پتہ چلایا گیا تو وہ بھی نطفہ ناتحقیق ہی نکلا' جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے عیاں ہے۔

رشدی اور اس کی ماں زہرہ بٹ کون ہے؟

ملعون سلمان رشدی کا تعلق علی گڑھ اور لکھنؤ سے رہا ہے۔ اس کی ماں کا نام زہرہ بٹ ہے۔ ایک شریف انسان شاغل صاحب سے اس کی شادی ہوئی تھی' شاغل صاحب کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ معاشیات سے رہا ہے اور وہ آج بھی علی گڑھ میں مقیم ہیں۔ سلمان رشدی کی ماں زہرہ بٹ کے والد عبداللہ بٹ اجمل خان طبیہ کالج علی گڑھ کے پرنسپل ریٹائرڈ ہونے پر اپنا شفاخانہ بارہ دری علی گڑھ میں کھولا تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ بٹ کا تعلق قادیانی فرقہ سے تھا' علی گڑھ چھوڑنے کے بعد پاکستان مقیم ہوگئے' اور ان کی وہیں موت ہوگئی۔ زہرہ بٹ اب بھی زندہ ہے اور اپنا نام بدل کر کراچی میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔

زہرہ بٹ کے سگے بھائی محمود بٹ اب بھی لکھنؤ میں ہیں' یو۔ پی کے چیف سیکرٹری رہے۔ ان کی ایک کوٹھی بٹ ہاؤس کے نام سے اب بھی میرس روڈ لکھنؤ پر ہے' حالانکہ محمد بٹ نے اس کو ایک لالہ کے ہاتھ فروخت کردیا ہے۔ زہرہ بٹ کے شوہر شاغل صاحب اعظم گڑھ کے انصاری گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں' اور ان کے حقیقی بھتیجے کی شادی ادریس صاحب یونیورسٹی انجینئر کی لڑکی سے ہوئی' ان کی کوٹھی چھتری کے نام سے میرس روڈ پر ہے۔

شاغل صاحب کی اہلیہ زہرہ بٹ جب کشمیر گھومنے گئی تھی تو وہاں ایک کشمیری سے اس کا معاشقہ ہوگیا اور علی گڑھ واپس آنے پر شاغل صاحب کو چھوڑ کر کشمیری عاشق کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگی۔ لہٰذا یہ شیطان رشدی اسی کی ناتحقیق اولاد میں سے ہے۔ کشمیری عاشق کے ساتھ زہرہ بٹ بمبئی چلی گئی اور وہاں سے انگلینڈ جاکر بود وباش اختیار کرلی۔

شاغل صاحب اب بھی علی گڑھ میں باعزت زندگی گزار رہے ہیں' زہرہ کے چلے جانے کے بعد انہوں نے دوسری شادی نہیں کی' جب کہ امریکہ میں کتنے ہی سال رہے۔ اور دہلی پلاننگ کمیشن کے سیکرٹری کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوگئے' سلمان رشدی پہلے سے گمراہ تھا۔

رشدی بمبئی میں پیدا ہوا

ملحد سلمان رشدی ہندوستان کے شہر بمبئی میں ایک مرتبہ ہندی نژاد انیس رشدی کے یہاں زہرہ بٹ سے ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا۔ بمبئی ہی میں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یہ انیس رشدی وہی ہے جس سے زہرہ بٹ کا معاشقہ ہوگیا تھا۔

عیسائی اسکولوں میں پڑھا

ملعون رشدی نے ابتدائی تعلیم عیسائی مشنریوں کے اسکولوں میں سے ایک اسکول میں حاصل کی اور اوائل عمر سے ہی اسلام سے نفرت' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض' اور قرآن مجید کے بارے میں شک و شبہ اس کی رگ و پے میں سرایت

کر گیا تھا۔ یہ فطری بات تھی کہ گمراہی والا چھپا ہوا کینہ اس کے دل پر غالب آجائے' اور بچپن ہی سے اسے زنگ آلود بنادے' کیونکہ جو کچھ اسلام کے بارے میں اپنے باپ سے سنا کرتا تھا وہ اسے اسلام سے دور کرنے والا تھا' اور پھر جو کچھ مدرسہ سے حاصل کر رہا تھا' وہ اس دوری میں ممد و معاون بن رہا تھا۔ چنانچہ اس طریقہ سے گھر اور مدرسہ اس کی شخصیت کافرہ کی تعلیم میں ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوئے۔

عیسائی مبلغ کی طرف سے امداد

جب عیسائی اسکول میں رشدی پڑھ رہا تھا اس وقت عیسائی مبلغ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو خوراک و پوشاک کی تمام ضروریات اس امید پر پیش کر رہے تھے کہ وہ اسلام کے خلاف ان کی معاندانہ اور نفرت بھری سرگرمیوں میں کوشاں ہوں گے۔

چنانچہ یہ نمک خواری بھی اسلام کے خلاف اس کی نفرت کی زیادتی کا باعث بنی گویا سلمان رشدی کفر کی گود میں پلا بڑھا' اور اس نے اسلام کے ساتھ اپنا بغض کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا کفر اپنے باپ سے ورثہ میں پایا۔

ہندوستان سے راہ فرار

ہندوستان اور پاکستان کے خیالات کشیدہ ہوئے' اور دونوں ملکوں میں جنگ ہوئی۔ ہندوستان کو فقر و غربت کی مشکلات کا سامنا تھا' اور اقتصادی تنگی اس میں اپنے پنجے گاڑے ہوئے تھی۔ تو بہت سارے ہندو تلاش رزق اور آسودہ زندگی کی طلب میں ملک سے باہر نکل کھڑے ہوئے' سلمان رشدی کا خاندان بھی انہیں ہندوستان کو چھوڑنے والے خاندان میں شامل تھا جو ہندوستان میں فقر و غربت کی جہنم سے راہ فرار اختیار کر رہے تھے۔ پس اس خاندان نے اس امید پر لندن کی طرف کوچ کیا کہ شاید جس آسودہ اور خوش حال زندگی کی اسے تلاش ہے' وہاں پالے۔

لندن میں مزید تعلیم حاصل کی

انیس رشدی' زہرہ بٹ جب لندن پہنچے تو سلمان رشدی کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی' اس کے باپ نے اسے لندن کے ایک سیکنڈری اسکول "راجبی" نامی میں داخل کروادیا۔ وہاں سے اس نے ثانوی تعلیم کی تکمیل کی سند حاصل کی۔ پھر کیمبرج یونیورسٹی کنگز کالج (KING'S COLLEGE) کے شعبہ تاریخ میں تخصص (پی' ایچ' ڈی) حاصل کرنے کے لیے داخل ہوا۔

تلاش معاش اور پاکستان ٹیلی ویژن میں ملازمت

سلمان رشدی جیسے ہی کالج سے فارغ ہوا' اپنی تعلیمی قابلیت کے مناسب نوکری کی تلاش شروع کردی' اس تلاش نے رشدی کو عاجز بنادیا تھا اور وہ اپنے مناسب حال کوئی نوکری نہ کرسکا۔ اب اس امید پر پاکستان جانے کی سوجھی کہ شاید وہاں کام کا کوئی ایسا موقع اس کے لیے میسر ہو جائے جس سے خاطر خواہ آمدنی ہو' پھر کچھ عرصہ بعد اس نے پاکستان کے ٹیلی ویژن کے محکمہ میں ملازمت اختیار کرلی' اور حکومت پاکستان نے کام کرنے کا موقع دے دیا۔

پاکستانی محکمہ ٹیلی ویژن سے اسلام مخالف مہم کا آغاز

مشیت الٰہی دیکھئے کہ اس گمراہ نوجوان کو رسوا کرنے اور اس کے سینے میں چھپی ہوئی باتوں' دل کے رازوں کو افشاء کرنے کا وقت آگیا۔ اسلام کے بارے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رشدی کی ایسی باتیں ہوئیں جس سے اس کے منہ سے گندگی اور گمراہی کی بدبو نکل رہی تھی۔ چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک کہا جاتا ہے' اس لیے وہاں کا کوئی بھی رہنے والا یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اسلام پر نکتہ چینی کی جائے' یا اس کی کسی قسم کی توہین ہو۔ سلمان رشدی اسلام کے بارے میں جو کچھ کہتا تھا اس کے بارے میں پاکستانی ٹیلی ویژن کے ملازمین نے آپس میں سرگوشیاں شروع کردیں' اور آخرکار ان کی یہ سرگوشیاں ذمہ داران محکمہ کے کانوں تک پہنچ گئیں۔ انہوں نے رشدی کو معزول کرنے کا فیصلہ کردیا۔ کیونکہ جس ملک کے سارے کے سارے باشندے مسلمان ہوں' وہاں ٹیلی ویژن جیسے عظیم ذریعہ ابلاغ ادارے میں کسی ملحد کا کام کرنا صحیح نہیں ہے۔ اب رشدی ناکام و نامراد اور تباہ حال لندن واپس لوٹ گیا اور اسلام کے خلاف اس کا غصہ اور بھڑک گیا۔

تصنیف و تالیف کا آغاز

سلمان رشدی کے دل میں اسلام کے ساتھ کینہ رکھنے' اور اس سے نفرت کرنے کی وجہ سے اسے نوکری سے ہٹایا گیا تھا۔ اب وہ کوئی کام تلاش کرنے میں لگ گیا۔ یہاں تک کہ نشریات کی ایجنسیوں میں سے ایک ایجنسی میں اس نے نوکری کرلی۔ اس ایجنسی سے مستقل آمدنی طے ہو جانے کے بعد وہ تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گیا۔ چونکہ اسلام کے خلاف اس کو پائیدار کام یہی پسند آیا۔

پہلی کتاب

تصنیف کے کام میں مشغولیت ہی سے اس بات کی فکر تھی کہ میرا شہرہ آناً فاناً دیگر ممالک میں کیسے ہو۔ جب کہ اس وقت تک ایک گمنام نوجوان تھا' نہ تو اس کا ناشرین کے ساتھ کوئی رابطہ تھا' اور نہ ہی اخباری مراکز کے ساتھ' اور نہ ہی مصنفین کے ساتھ۔

۱۹۷۵ء میں جب اس نے پہلی کتاب "جریموس" نامی شائع کی تو اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی' اور ابتداء ہی میں وہ حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔ سلمان رشدی نے اپنی امیدوں کی سخت ناکامی محسوس کی' اور اسے یقین ہوگیا کہ تالیف و تصنیف کا راستہ اس کے لیے اپنانا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ دشوار گزار اور رکاوٹوں سے پر راستہ ہے۔

(الطاف حسین فریدی: ماہنامہ جرائم نئی دہلی' جون ۱۹۸۹ء)

انگریز لڑکی سے شادی اور دوسری کتاب کی اشاعت

یہ بات یاد رہے کہ اس کی ماں زہرہ بٹ نے رشدی کی شادی ایک یہودی لڑکی سے کروی تھی۔ کتابوں کی اشاعت واقعی دشوار گزار مرحلہ ہے' رشدی کو کوئی ایسا ذریعہ نظر نہیں آتا تھا کہ وہ اہم ناشرین سے رابطہ قائم کرسکے۔ ایک عرصہ تک وہ اس میدان میں کود پڑنے سے خوف زدہ رہا۔ لیکن پانچ سال بعد پھر اس کام کی طرف واپس آگیا اور اس عرصہ میں اس نے "کلاریسا لارڈ" نامی ایک انگریز لڑکی (جو بہت سارے ناشرین کو جانتی پہچانتی تھی) سے شادی کرلی۔ اس لڑکی اور بعض اہم ناشرین کے مابین

بڑی پختہ دوستی ہو گئی' اس لڑکی نے رشدی کی کتاب "اطفال منتصف الليل" شائع کرائی۔ اس کتاب میں اس نے مختلف لڑکوں کی حالت بیان کی ہے' یا ان لوگوں کی جو زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور ان کے دل اثبات و استقامت ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔ اور ایسے جہان میں آتے ہیں جو تناقضات سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں بھی کہا ہے کہ "وہ اس کتاب کی شخصیات میں سے ایک کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس کے باطن میں سوراخ ہے"۔ تاہم اس کتاب نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ کیونکہ اس نے ہندوستان میں مردوں کو نامرد بنانے کی پالیسی پر سخت تنقید کی تھی۔ اس کی اس کتاب پر برطانیہ نے "بوکر" کا انعام دیا۔(۱)

تیسری کتاب "العار"

سلمان رشدی بوکر انعام حاصل کرنے کے بعد ادبی دنیا میں معروف ہوا' تو تیسری کتاب "العار" کے نام سے تصنیف کی' اس انتظار میں کہ اس پر بھی بوکر انعام حاصل کرلے گا مگر ثالثی بورڈ نے اس کو رد کر دیا' تاہم ۱۹۸۲ء میں فرانس میں اس کتاب پر سب سے پہلے اچھی اجنبی کتاب کے حوالے سے انعام دے دیا گیا۔ رشدی کو یورپی زبان میں یورپی ناشرین کے لیے اپنی بیوی کی ہی ذات میں ایک ترجمان مل گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی کتابیں بغیر پریشانی کے شائع ہو جاتی تھیں۔ اب جبکہ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی نے وہ کام تو پورا کر دیا جس کے لیے اس سے شادی کی تھی تو اسے طلاق دے دی۔

تیسری شادی

ملعون رشدی نے تیسری شادی ایک امریکی کاتبہ سے کی۔ چونکہ کاتبہ کا تعلق دیگر ذرائع ابلاغ سے تھا کہ جس طرح دوسری بیوی نے اہم کردار ادا کیا' اس طرح یہ امریکی ناشرین کے معاملے میں وہی کردار ادا کرے۔ بیوی کا نام ماریان ویگنیز تھا۔

ہر کتاب میں گمراہی

سلمان رشدی نے اپنی مذکورہ کتابوں میں سے ہر کتاب کے اندر کفر و گمراہی کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور شائع کیں۔ مغربی ذرائع ابلاغ ان روایات کو خوش آمدید کہہ رہے تھے' اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی کوئی فنی قیمت ہے' بلکہ اس لیے کہ یہ اسلام کے خلاف کینہ و بغض کی ترجمانی کر رہی تھیں' جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا تھا اور یہ طباعت کے ادارے ہر روایت کے لیے ایک ایسا زہریلا مقدمہ پیش کر رہے تھے جس میں یہ غلط دعویٰ کیا جاتا تھا کہ ان باتوں کا لکھنے والا مسلمان ہے' جو اسلام کے ساتھ مطمئن نہ ہونے کے باعث اپنے دین سے پھر چکا ہے۔

اس طرح سلمان رشدی نے برطانوی و دیگر ادارہ طباعت کے نزدیک عزت و مرتبہ حاصل کرلیا' اور ان عیسائی مبلغین کی طرف سے حوصلہ افزائی پائی جو اسلام پر سخت حملے کرنے سے نہیں رکتے.... عیسائی مبلغین سے حوصلہ افزائی اور شاباش حاصل کرلینے کے باوجود بھی وہ اس شہرت تک نہ پہنچ سکا جس کا وہ دل سے خواہش مند تھا۔ وہ انتشار شہرت کے لیے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا' وہ بھی

(۱) اندرا گاندھی کی چلائی ہوئی تحریک نس بندی کی طرف اشارہ ہے۔ نس بندی کی حرمت کا فتویٰ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں جاری فرمایا اور اس تحریک کا بے تابانہ تعاقب کیا' جو اپنی مثال آپ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج ا' ص ۹۱ (از محمد شہاب الدین رضوی) مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۰ء۔

اس کے حصہ میں نہ آ سکی۔ لیکن چوتھی کتاب "شیطانی آیات" کے بل بوتے پر اسے شہرت اور اشاعت کے وسیع ترین آفاق میسر آ گئے۔

چوتھی کتاب "شیطانی آیات"

یہ کتاب چند ماہ اس حال میں رہی کہ کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ ۱۹۸۸ء میں وہ اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوا۔ شیطانی آیات کو "فانکنج برس" نامی ادارہ طباعت نے شائع کیا۔ اس پر کچھ عرصہ جمود طاری رہا۔ دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی فانکنج برس کے لیے مصیبت بن گئی۔ رشدی بھی پریشان رہا۔

ادارہ پنگوئن کی قسمت

رشدی کی چوتھی کتاب "شیطانی آیات" کو ادارہ فانکنج برس نے ادارہ پنگوئن کے ہاتھوں فروخت کر دیا' پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی مانگ بڑھ گئی' بعدہ ادارہ پنگوئن نے شائع کر کے عالمی منڈی حاصل کر لی' اور تمام حکومتوں میں لائبریریوں کے مالکان جو اسلام دشمنی میں ممتاز ہیں' اس کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ ان کو ایک ایک نسخہ روانہ کر دیا۔

بورڈ کا غیظ و غضب' شہرت کا سبب

برطانیہ میں امور اسلامیہ کے فعال بورڈ نے "شیطانی آیات" کا ایک نسخہ حاصل کر لیا۔ اس کو پڑھ کر اراکین و ممبران غیظ و غضب میں جل اٹھے کہ اس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام' ازواج مطہرات پر تہمت لگائی' اور سب کا فحش انداز اور غیر شائستہ زبان میں ذکر کیا ہے۔

برطانیہ میں اسلام دشمنی کے خلاف مقدمہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بورڈ کے پاس صرف یہ چارہ رہ گیا کہ اس کتاب کے سلسلے میں عالم اسلام کو مطلع کر دے اور یہ مطالبہ رکھے کہ دیگر ممالک میں اس کتاب پر پابندی عائد کی جائے۔ چنانچہ لندن میں اجتماعات منعقد ہوئے اور اپنے غم و غصہ کا اظہار کر کے قراردادیں منظور کیں۔ بورڈ کی اس اطلاع پر تمام ممالک میں ہنگامہ مچ گیا۔ (آیات سماویہ فی الرد علی کتاب آیات شیطانیہ از ڈاکٹر شمس الدین الفاسی (لندن) مطبوعہ ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۰ء)

برطانیہ کے غیور مسلمانوں کا شاندار احتجاج

"شیطانی آیات" ستمبر ۱۹۸۸ء میں طبع ہوئی' برطانیہ کے غیور باحوصلہ مسلمانوں نے برطانیہ کے مختلف شہروں مثلاً بریڈ فورڈ' بوسٹن' بوتھن' برمنگھم' لنکاشائر اور ہائی ویکب وغیرہ میں مظاہرے کیے اور اس کتاب کو نذر آتش کیا۔

۲۷ مئی ۱۹۸۹ء کو لندن کے پارلیمنٹ سکوئر میں برطانیہ کے باشندوں نے نظارہ دیکھا' برطانیہ کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے تقریباً ایک لاکھ مسلمان یہاں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رشدی مردود کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اجتماع کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وسیع و عریض سکوئر میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ برطانوی پولیس کو منتظمین سے درخواست کرنی پڑی کہ وہ وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ پہلے مارچ شروع کر دیں۔

اگلے دن برطانوی پولیس نے اس مظاہرہ کو نمایاں طور پر اپنے کالموں میں جگہ دی' بلکہ بعض نے تو کئی پہلوؤں سے اس کو

بے نظیر قرار دیا۔ (مولانا کوثر نیازی' روزنامہ جنگ لاہور' ۳۰ جولائی ۱۹۸۹ء)

ہالینڈ کے دارالحکومت میں مظاہرہ

ہالینڈ کے دارالحکومت ڈین ہیگ میں ۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو علماء کی قیادت میں چھ ہزار افراد نے مظاہرہ کیا۔ اس رات اسلامک اکیڈمی ڈین ہیگ میں علماء اہلسنت نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ بلاشبہ یہ کتاب اسلام کے خلاف ہی ایک خفیہ سازش نہیں ہے بلکہ تمام ادیان ہی کی توہین ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جذبات کالحاظ رکھے' اور ملک میں اس کی اشاعت اور فروخت پر پابندی لگائی جائے۔

(مولانا بدر القادری' ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف' ص ۲۷' مئی ۱۹۸۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں نے جانیں قربان کیں

مسلمان بنام مسلمان کہیں بھی ہو' اسلام پر حملہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ "شیطانی آیات" پر ہندوستانی مسلمانوں نے پرزور احتجاج کیا اور حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ اس پر پابندی عائد کی جائے۔ اسی بنا پر حکومت ہند نے اس کتاب پر فوری طور پر پابندی لگا دی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے جذبات کے اظہار اور عالم اسلام کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھا۔

۲۴ فروری ۱۹۸۹ء کو بمبئی میں ایک جلوس نکالا گیا' جس پر پولیس نے فائرنگ کر دی (یہاں کی پولیس مسلمانوں پر فائرنگ میں ماہر ہے) اور دیکھتے ہی دیکھتے پندرہ سے زیادہ مسلمان خون میں نہا گئے اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان ہو گئے۔

(الف: مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری: تقدیم شیطان رشدی کی خرافات کا جائزہ' ص ۱۴' مطبوعہ لاہور' ب: گل محمد فیضی: ماہنامہ ضیاء حرم بھیرہ)

کشمیر کی اسمبلی میں "شیطانی آیات" کے مسئلہ میں ہنگامہ ہوا' سری نگر کے مسلمانوں نے زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ پولیس کی بربریت سے ایک مسلمان شہید ہوا' سینکڑوں زخمی ہو گئے۔

پاکستان کے غیور مسلمانوں کا مظاہرہ

پاکستان کے مختلف حصوں سے احتجاجی مظاہرے ہوئے' ۱۲ فروری ۱۹۸۹ء کو امریکن سینٹر اسلام آباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کا پروگرام ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے شرکت کی۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کے زیر اہتمام مظاہرہ ہوا۔ پروگرام کے مطابق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت و محبت پیش کرتا ہوا پرامن جلوس جونہی امریکن سینٹر کے قریب پہنچا' وفاقی پولیس نے آنسو گیس کے شیل پھینکنا شروع کر دیئے اور گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ شرکاء جلوس نے پتھراؤ کیا اور ساڑھے تین گھنٹے تک یہ علاقہ میدان جنگ کا منظر پیش کرتا رہا۔ تقریباً ۵ عاشق رسول شہید ہوئے۔ ایک بارہ سالہ طالب علم نوید عالم شہید ہوا۔

شیطانی آیات کی اشاعت کا پس منظر

گستاخ رسول دریدہ دہن سلمان رشدی کی کتاب کی اشاعت جہاں مصنف کی باطنی خباثت، انتہا درجے کی شرارت بلکہ روت کی علامت ہے، وہاں اس کے پیچھے مشترک سازشیں اور اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کو ختم کرنے کی گھناؤنی کوشش بھی اپنا پتہ دیتی ہے جس کاؤنٹ کا مقابلہ کرنا تمام مسلمانان عالم کا اہم فریضہ ہے۔ اگر اس سلسلے میں غفلت برتی گئی تو یقیناً اسلام دشمن طاقتوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔

حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی
جنرل سیکرٹری ورلڈ اسلامک مشن (انگلینڈ)

مرتد اعظم سلمان رشدی

اس صدی کا سب سے بڑا گستاخ رسول

آج کل پورے برطانیہ میں اس صدی کے سب سے بڑے گستاخ رسول سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب "شیطانک ورسز" کے خلاف احتجاج کا طوفان اٹھا ہوا ہے۔ برطانیہ کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں مسلم عوام بڑے بڑے جلوسوں کے ذریعہ اپنے جذبات اور غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار مسلمانوں کی نیندیں حرام ہیں' ان بڑے بڑے اجتماعات میں مسلم رہنما' دانشور اور علماء حکومت برطانیہ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ شیطانک ورسز پر پابندی عائد کرے اور مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں کے مشہور اشاعتی ادارے پینگوئن سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اس کتاب کی اشاعت اور فروخت بند کر دے اور وہ تمام کتب فروش ادارے جو اس کتاب کو فروخت کر رہے ہیں وہ اس کتاب کو اپنے بک اسٹالوں سے اٹھالیں' لیکن ان تمام جلسوں اور پاس ہونے والی تجاویز کا نہ برطانوی حکومت پر کوئی اثر ہو رہا ہے اور نہ ہی پینگوئن کے اشاعتی ادارے پر۔ اس کے برعکس کتاب کی اشاعت میں اضافہ ہو گیا ہے اور اب وہ لوگ بھی اس کتاب کی تلاش میں ہیں جو اس کے نام سے بھی ناآشنا تھے اس طرح سے لاشعوری طور پر مسلمانوں کا احتجاج اس کتاب کی اشاعت کا سبب بن رہا ہے۔

لیکن مسلمان بھی مجبور ہیں۔ انہوں نے تاریخ کے کسی دور میں بھی اپنے عظیم ترین پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نہ گستاخی برداشت کی ہے نہ برداشت کر سکیں گے۔ اس دور میں چونکہ احتجاج مجبوروں کا ہتھیار ہے' اس لیے یہاں کے بے بس مسلمان احتجاج ہی کی زبان استعمال کر رہے ہیں۔

برطانیہ کے بڑے بڑے اخبارات جن کی اشاعت لاکھوں ہے' انہوں نے اس کتاب پر اور اس کے متعلق مسلمانوں کے احتجاج پر اداریے لکھے ہیں۔ سنڈے ٹائمز' گارڈین اور دوسرے نیشنل سطح کے اخبارات نے مسلمانوں کو جیو اور جینے دو کے اصول پر عمل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ انہیں صبر و تحمل کی تلقین کی ہے۔ بعض اخبارات نے اس تحریک کو ملا ازم کا نام دے کر اسے محض ایک مذہبی گروہ کا مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ چند ایک نے کھلے بندوں اس دل آزار تحریک کو ادب کا شاہکار اور فکشنل لٹریچر میں ایک معقول اضافہ قرار دیا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ مسلم دشمن عناصر بالخصوص یہودیوں کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکیں گے اور وہ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ اس طرح سے اس کتاب کی اشاعت میں بے پناہ اضافہ ہو گا۔

برطانوی ریڈیو اور ٹی۔وی نے اپنی بین الاقوامی خبروں میں مسلمانوں کے احتجاج کے تذکرے کیے اور سلمان رشدی کے انٹرویو کے ساتھ ساتھ ایسے مسلمانوں سے بھی انٹرویو لیے جو نہ کماحقہ دین سے آشنا ہیں اور نہ ہی اس کتاب کے مندرجات اور اس کی قباحتوں کا حقیقی شعور رکھتے ہیں' اس طرح سے برطانیہ کے تمام نشریاتی ذرائع اس کتاب کی اشاعت کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ نے سلمان رشدی کو برطانوی شہری قرار دے کر اسے بھرپور تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے چہیتے برطانوی شہری کی خواہشات کی تکمیل کے لیے کم و بیش دو ملین مسلم شہریوں کی دل آزاری کر رہی ہے۔

مسلمانوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران ایک برطانوی لیڈر نے مشورہ دیا کہ آپ لوگ اس کتاب کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتے' اس لیے کہ ہمارے قانون میں ایک برطانوی شہری کے لیے تحفظات تو ضرور فراہم کیے گئے ہیں مگر پیغمبر اسلام کی آبرو اور ان کے وقار کے تحفظ کے لیے کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔ اس طرح کی قانونی چارہ جوئی کا نتیجہ خود مسلمانوں کے حق میں مفید نہ ہو گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کم و بیش دو ملین مسلمان برطانوی شہری ہیں یا نہیں؟ اگر یہاں بسنے والے مسلمان بھی برطانوی شہری ہیں تو پھر یہاں کے ایک شہری کو یہ حق کیسے دیا جا سکتا ہے کہ وہ ۲۰ لاکھ مسلمانوں کی عزت و ابرو سے کھیلے' برطانوی ارباب اقتدار کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کے ناموس پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہے۔ وہ اپنے نبی کی ذات پر حملہ براہ راست پوری ملت اسلامیہ پر حملہ تصور کرتا ہے۔

ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اہل مغرب کے اندر مذہبی غیرت نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے' ورنہ وہ خود اپنے خلاف The Last Temptation of Christ کی نمائش کیسے گوارہ کر لیتے' جس میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی جنسی زندگی کے مناظر فلمائے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کا عیسائی معاشرہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی آبرو کا تحفظ نہیں کر سکتا تو پیغمبر اسلام کے سلسلے میں اس کی بے حسی قابل فہم ہے۔

مگر ہم برطانیہ کے ارباب حل و عقد کو مشورہ دیں گے کہ اب برطانوی معاشرہ کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی معاشرہ بن چکا ہے۔ اب اس معاشرہ پر ان کی اجارہ داری ختم ہو چکی ہے۔ مسلمان یہاں کی دوسری بڑی قوم ہیں' اس لیے مسلمانوں کے مسائل کو اپنی مخصوص مغربی فکر کی عینک سے دیکھنا بند کر دیں اور مسلمانوں کے محسوسات کو سمجھنے کے لیے مسلم روایات و اقدار کا مطالعہ کریں' اگر انہوں نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں پر اپنی فکر مسلط کرنے کی کوشش کی تو اس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے۔

برطانوی حکومت اور برطانیہ کے نشریاتی ذرائع مسلمانوں کے جذبات کو تھپکیاں دے کر سلانا چاہتے ہیں' مگر ہم ان سے اپیل کریں گے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کی شدت کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں' وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ احتجاج کا یہ طوفان رک جائے گا اور مسلمان خاموش ہو جائیں گے اور برطانوی تاریخ کے میوزیم میں ایک ملحد کی عالم آشوب تالیف' اسلام دشمنی کی جیتی جاگتی تصویر بن کر محفوظ ہو جائے گی۔ بلاشبہ احتجاج اور ہنگاموں کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے۔ مگر صرف وہ احتجاج جن کے پس منظر میں کوئی وقتی جذبہ یا کوئی ہنگامی ضرورت کار فرما ہو۔ پیغمبر اسلام کا احترام مسلم معاشرے میں نہ کوئی وقتی

جذبہ ہے اور نہ ہنگامی ضرورت' بلکہ یہ مدار ایمان ہے' اس لیے برطانوی مسلمان اس وقت تک خاموش نہ بیٹھے گا جب تک اس کتاب کو ضبط نہ کر لیا جائے۔ خطرہ یہ ہے کہ حکومت نے اگر اس سلسلے میں لیت و لعل سے کام لیا تو احتجاج مزید شدت اختیار کرے گا اور نتائج کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

بریڈ فورڈ کے احتجاجی جلوس کے نتیجے میں صرف اتنا ہوا کہ برطانیہ کے سب سے مشہور کتب فروش ڈبلیو ایچ اسمتھ نے اپنے اسٹالوں سے اٹھا لینے کا اعلان کیا مگر ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ یہ کتاب آرڈر کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہم نے یہ اقدام محض پولیس کے مشورے پر کیا ہے۔ جب بھی پولیس ہمیں تحفظ فراہم کرے گی ہم اس کتاب کو دوبارہ بازار میں لائیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ مستقبل قریب میں اس کی اشاعت میں نمایاں اضافہ ہوگا۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ ڈبلیو ایچ اسمتھ نے یہ اقدام مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے نہیں کیا ہے' بلکہ اس خوف سے کیا ہے کہ اس کتاب کی بر سر بازار فروخت کہیں مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل نہ کر دے اور ساتھ ہی ساتھ برطانوی پولیس سے یہ اپیل بھی کی گئی ہے کہ وہ اس کو تحفظ فراہم کرے۔

اب مسلمانان برطانیہ اس بات کا جائزہ لینے میں حق بجانب ہیں کہ برطانوی پولیس محض ایک کتاب سے حاصل ہونے والی منفعت کو تحفظ دینے کے لیے دو ملین مسلمانوں کے جذبات کا خون کرتی ہے یا نہیں۔

بعض مراسلہ نگاروں نے برطانوی اخبارات کے ذریعہ مسلمانوں سے سوال کیا ہے کہ قرآن عظیم میں عیسائیت اور دوسرے مذاہب کے خلاف مواد موجود ہے تو کیا مسلمان اس بات کی اجازت دیں گے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے قرآن عظیم کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں جو مسلمان سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف کر رہے ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مراسلہ نگار پڑھے لکھے ہونے کے باوجود قرآن عظیم سے بالکل ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن عظیم نے بعض مذاہب کے ان باطل نظریات کی تردید کی ہے جو خود ان مذاہب کے اولوالعزم پیغمبروں کی تعلیمات کے خلاف ہیں' ورنہ قرآن عظیم نے تو مذاہب سابقہ کی تائید کی ہے۔ ان کتابوں پر ایمان لانا جزو ایمان قرار دیا ہے اور ان کی عزت و حرمت کو لازمی قرار دیا ہے۔

آپ اگر قرآن عظیم کا مطالعہ کریں تو اس میں جناب ابراہیم علیہ السلام' جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل و مناقب پر مستقل ابواب ملیں گے بلکہ ہم یہ دعویٰ کریں تو غلط نہ ہوگا کہ قرآن عظیم نے ان اولوالعزم پیغمبروں کی عظمت اور تاریخیت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے' ورنہ کتب سابقہ کی موجودہ ژولیدہ بیانی اور درمیانی کڑیوں کی گمشدگی سے تو یہ بھی ممکن نہ تھا کہ حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی شخصیتوں کے وجود کو بھی ثابت کیا جا سکتا۔

پھر نظریات کی تردید دوسری شے ہے اور کسی پیغمبر کی کردار کشی اس سے مختلف شے ہے۔ آج بھی اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہزاروں باتیں کی جاتی ہیں اور ہم اس کا جواب انتہائی صبر و تحمل سے دیتے ہیں مگر چونکہ اس کتاب میں پیغمبر اسلام کی کردار کشی کی گئی ہے' اس لیے یہ کتاب ناقابل برداشت ہے۔

مسلم حکومتوں کا افسوسناک کردار

اس رسوائے زمانہ کتاب کے سلسلے میں مسلم حکومتوں کا کردار' انتہائی افسوس ناک ہے تاہنوز بعض سفراء ممالک کی ایک میٹنگ اور قرارداد مذمت' چند ایک ممالک میں پینگوئن کی کتابوں پر پابندی کی دھمکی کے علاوہ اور کوئی ٹھوس اقدام نہیں کیا گیا۔

جس سے مسلمانان برطانیہ سخت کبیدہ خاطر ہیں۔
مسلم ممالک اپنے معمولی اختلافات کی بناء پر مغربی ممالک سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کر لینے کی دھمکی دیتے ہیں مگر پیغمبر اسلام کے خلاف لکھی جانے والی کتاب کے خلاف حکومتی سطح پر برطانیہ سے کوئی موثر احتجاج نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی رائے عامہ مسلمانوں کے احتجاج کو کٹر مذہب پرستی اور ملائیت کا نام دے رہی ہے۔ اگر سعودی عرب اور بعض مسلم ممالک برطانیہ سے کیے گئے چند تجارتی اور تعمیراتی معاہدے منسوخ کر دیں تو حکومت برطانیہ مسلمانوں کے مطالبات کے سامنے سرخمیدہ ہو جائے۔ خلافت عثمانیہ کے باغیرت تاجدار سلطان عبدالحمید نے ایک یورپین ملک کو محض اس لیے جنگ کی دھمکی دی تھی کہ اس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی پر فلم بنانے کا ارادہ کیا تھا' مجبوراً اسے اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔
مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ برطانوی مسلمانوں کے احتجاج کی تائید میں اپنے سیاسی اثرات و رسوخ بھرپور استعمال کریں اور سفارتی دباؤ ڈال کر برطانیہ کو مجبور کریں کہ وہ اس کتاب پر پابندی عائد کرے۔ اگر برطانوی قانون میں اس طرح کی کتابوں پر پابندی کی کوئی شق موجود نہیں ہے تو برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان ایک بل کے ذریعہ مذاہب اور بانیان مذاہب کے احترام کی دفعہ منظور کرا کے اس کتاب کو غیر قانونی قرار دیں۔

ووٹ کا موثر ہتھیار

مسلمانان برطانیہ اپنے اپنے علاقوں میں ایم۔پی اور کونسلر حضرات سے ملاقات کریں اور انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ پارلیمنٹ میں اس کتاب کے خلاف پیش کیے جانے والے بل کی حمایت کریں' ورنہ واشگاف لفظوں میں انہیں آگاہ کر دیں کہ وہ آئندہ الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹوں سے محروم ہو جائیں گے۔
ایسا لگتا ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر دنیا بھر کی غیر مسلم اور ملحد قوتوں نے یہ منصوبہ تیار کر لیا ہے کہ وہ اس سیل رواں کو روکنے کے لیے اسلام کے خلاف ہر ممکن ذریعے کو استعمال کریں گے' چنانچہ اگر کوئی مسلم ملک ایٹمی توانائی حاصل کرنا چاہے تو دنیا بھر کے میڈیا چیخ اٹھتے ہیں کہ اسلامی بم بنایا جا رہا ہے' جبکہ اسرائیل کے ایٹمی بم کو یہودی بم اور کرسچین ممالک کی ایٹمی توانائیوں کو کرسچین بم کا نام نہیں دیا جاتا۔
مسلم ممالک میں احیاء اسلام کی تحریکوں کو بنیاد پرستی اور ملائیت کا نام دے کر لوگوں کے ذہنوں کو پراگندہ کیا جا رہا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ماضی میں بھی مستشرقین یورپ کی طرف سے انتہائی ناروا حملے کیے گئے ہیں مگر چونکہ وہ مستشرق تھے اور ان کی اسلام دشمنی بہت نمایاں تھی' اس لیے ان کی تحریروں پر لوگوں نے توجہ نہیں دی مگر اب ادب' آرٹ' فن اور ثقافت کے نام پر اسلام کو رسوا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔
اسلام کے خلاف جو باتیں مستشرقین اور عیسائی مشنریاں اور یہودی صدیوں سے کہتے آئے ہیں۔ ان کی تردید ہر دور میں کی جاتی رہی ہے۔ اب انہیں باتوں کو ناول کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے' تاکہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو سکے اور انعام دے کر اس تحریر کا اعتبار قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' چنانچہ سلمان رشدی کو اس کے پہلے ناول پر انعام دے کر عالمی شہرت دی گئی اور اب پیغمبر اسلام کے خلاف لکھی جانے والی کتاب کو انعام کے لیے منتخب کر کے ان اداروں نے اپنی اسلام دشمنی کو بہت زیادہ نمایاں کر دیا ہے۔
حال ہی میں ادب کے سب سے بڑے انعام نوبل پرائز کے لیے مصر کے ایک ایسے ہی ادیب محفوظ کو منتخب کیا گیا ہے جس

کے خلاف علماء اسلام و مسلم عوام بیس سال سے تحریک چلا رہے ہیں اور اس کی تحریروں کی اسلام دشمنی کو نمایاں کر رہے جبکہ ادب اور علم سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ مصر میں اس سے بڑے بڑے ادباء موجود ہیں جو اس انعام کا حقیقی استحقاق رکھتے ہیں، مگر چونکہ وہ اسلام دشمنی میں نمایاں نہیں' اس لیے انعام تقسیم کرنے والوں کی نگاہ میں وہ معتبر نہیں ہیں۔

گزشتہ دنوں سلمان رشدی نے اپنے ایک انٹرویو میں محفوظ کی بہت تعریف کی ہے اور اس کو بھی اپنی ہی طرح مسلمانوں کی شدت پسندی کا شکار بتایا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان اسلام دشمن قوتوں کا نہ صرف یہ کہ آپس میں رابطہ ہے' بلکہ یہ ایمان فروش ایمان کی قیمت پر قلم کا سودا کرنے والے ایک دوسرے کا دفاع بھی کرتے ہیں۔

آج سے چند سال قبل لیور پول کی ایک میڈیکل ٹیم (تنظیم) کی جانب سے ایک پوسٹر شائع کیا گیا تھا جس میں حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ مرگی کا مریض قرار دیا گیا تھا۔ اس پوسٹر کا عنوان تھا: "WHAT IS EPILEPSY"

اس پوسٹر میں دنیا کے چند مرگی کے مریضوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی دیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ ان پوسٹروں کو اپنی سرجریوں میں آویزاں کریں گے' اس طرح ہر روز ہزاروں انسان یہ بات ذہن نشین کرتے رہیں گے کہ پیغمبر اسلام معاذ اللہ مرگی کے مریض تھے' حالانکہ یہ بات ایک صدی قبل یو۔پی انڈیا کے برطانوی گورنر ڈاکٹر سر ولیم میور نے اپنی کتاب The Life of Mohammad (PBUH) میں کہی تھی اور اس نے وحی کی کیفیت کو مرگی سے تعبیر کیا تھا۔ اس وقت پوری دنیا کے علماء نے اس کی سخت تردید کی تھی اور اس کے استدلال کی غلطیوں کی نشاندہی کے ساتھ اس کے عیارانہ انداز فکر کے تار و پود بکھیر دیئے تھے' مگر اب سو سال بعد اسی الزام کو ایک طبی پوسٹر کے ذریعہ عام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے راستے سے اس الزام کو ذہنوں میں راسخ کر دیا جائے اور بعد میں جب وحی پاک کی کیفیت کو مرگی سے تعبیر کیا جائے تو کسی کو مجال انکار نہ رہے۔ اس زمانے میں ورلڈ اسلامک مشن اور برطانیہ کی دوسری تنظیموں نے احتجاج کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ "ہمیں تو یہی معلوم تھا"...

بشپس اور ربائی سے امداد کی اپیل

سلمان رشدی نے مسلمانوں کے احتجاج سے پریشان ہو کر اپنے آقایان کلیسا اور یہودیوں کے مذہبی لیڈر ربائی سے اپیل کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو فرو کرنے کے سلسلے میں موثر کردار ادا کریں اور اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ان کی مدد کریں۔ چنانچہ سنڈے ٹائمز میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں اس نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ بشپس اور ربائی اس صورت حال کو ختم کرادیں گے۔

سلمان رشدی کا یہ یقین کہ اس صورت حال سے بشپس اور ربائی نمٹ لیں گے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ۔

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

سلمان رشدی کون ہے؟

سلمان رشدی بمبئی کے ایک مغرب زدہ گھرانے میں پیدا ہوا' اس کے باپ انیس رشدی نے اس کو ۱۱ سال کی عمر میں برطانیہ کے ایک اسکول میں داخل کرا دیا' انیس رشدی خود ایک دولت مند شرابی تھا جس نے اپنی آدھی عمر حصول دولت اور

آدھی عمر عیاشیوں کی نذر کر دی۔

سلمان رشدی جب انگلینڈ آیا تو ایک نوعمر لڑکا تھا' جس نے اپنے باپ کو ہمیشہ شراب میں دھت دیکھا تھا۔ عیاشیوں اور شراب نوشیوں کے ماحول میں پروان چڑھنے والا یہ لڑکا دین اور مشرقی اقدار سے قطعاً ناواقف تھا۔ انگلینڈ آ کر اس نے اسلام کو اپنے طور پر پڑھنا شروع کیا تو اس کے سامنے مستشرقین یورپ کا زہر آلود لٹریچر تھا' چونکہ اسے کسی عالم دین کی رہنمائی حاصل نہیں تھی۔ اس لیے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے بدگمان ہوتا گیا۔

وہ انگلینڈ اس خیال سے آیا کہ یہاں اس کی پذیرائی ہوگی مگر یہاں اس کو شدید مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے گورے چٹے رنگ کے باوجود وہ یہاں کالا ہی کہلایا۔ اس کے ساتھی اس کو حقیر نظروں سے دیکھتے تھے۔ کھانے کی میز پر اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا نتیجہ وہ شدید احساس کمتری کا شکار ہو گیا جس کے رد عمل میں اس نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ کسی بھی انگریز سے بڑھ کر خود کو انگریز ثابت کرے' چنانچہ اس نے ان تمام عادات و اطوار کو اختیار کیا جو مغربی معاشرہ کا طرہ امتیاز ہیں۔ وہ شراب نوشی' حرام خوری اور عیاشیوں میں بھی نمایاں رہا' لیکن اس کی بدقسمتی تھی کہ متعدد مغربی عورتوں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور پھر اسے داغ جدائی دے گئیں۔

یہاں سے مایوسیوں کا شکار ہو کر وہ پاکستان چلا گیا کہ شاید وہاں پناہ مل جائے اور وہاں وہ اپنے ملحدانہ افکار و نظریات کی آزادانہ اشاعت کر سکے مگر وہاں کے باغیرت مسلمانوں سے خوفزدہ ہو کر پھر برطانیہ واپس آ گیا اور دوبارہ قسمت آزمائی شروع کی۔ اس نے ایک کتاب ہندوستان کے متعلق لکھی اور نہرو خاندان پر جھوٹے الزامات عائد کیے جس کی بنا پر اسے اندرا گاندھی سے معافی مانگنی پڑی۔ پھر اس نے پاکستان کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کو تحریری شکل دینے کی کوشش کی مگر اسے وہاں بھی کوئی پذیرائی نہ مل سکی۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ نوبل پرائز کا مستحق ہے مگر وہاں تک پہنچنے کے لیے اسے چند ابتدائی انعامات حاصل کرنے ضروری ہیں' چنانچہ اس نے ایک ایسا عنوان منتخب کیا جو ایک طرف آج کے ملحد اور سوشلسٹ دنیا کے لیے قابل قبول ہو اور دوسری طرف اسلام دشمن عناصر اس کو انعام کا مستحق قرار دیں اور حصول انعام کے سلسلے میں اس کی بھرپور تائید کریں۔ پھر شاید وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس کی کامیابیوں کی راہ میں اس کا اسلامی نام سد راہ ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے ذریعہ اس نے اقوام مغرب کو یہ باور کرانا چاہا کہ۔

میرے اسلام کو اک قصہ ماضی سمجھو

اگر اس نے کسی مسلم معاشرے میں زندگی گزاری ہوتی تو اسے یقین ہوتا کہ اس طرح کے اقدام کا کتنا شدید رد عمل ہوگا مگر بچپن ہی سے مغربی ماحول میں پلنے کی وجہ سے حالات کی سنگینی کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔ سنا ہے اس ایمان فروش نے پینگوئن سیریز سے ۸ لاکھ پاؤنڈ بطور رائلٹی وصول کیے ہیں اور ممکن ہے دس بیس ہزار دوسرے اداروں سے بھی حاصل ہو جائیں۔ کاش! یہ ضمیر فروش دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کے جذبات کا اتنا سستا سودا نہ کرتا۔

قوے فروختی وچہ ارزاں فروختی

مگر اب اسے یقین ہو گیا ہوگا کہ وہ اس ۸ لاکھ پونڈ سے عیاشیوں کی سیج نہ سجا سکے گا' اس کا ثبوت یہ ہے کہ برمنگھم میں وہ ایک انٹرویو کے لیے آیا تھا' جب برمنگھم کے مسلمانوں کو اس کی اطلاع ملی تو اس قدر شدید ہجوم ہوا کہ پولیس اس کو کسی خفیہ راستے سے کسی خفیہ مقام پر لے گئی۔

وائٹ بریڈ لٹریری ایوارڈ

شیطانک ورسز کو وائٹ بریڈ لٹریری ایوارڈ کے لیے بھی منتخب کیا گیا ہے جس کا حتمی فیصلہ مشہور براڈ کاسٹر کیٹ ریڈی ' سر کلیمنٹ فرائڈ اور برطانیہ کے وزیر داخلہ ڈگلس ہرڈ کریں گے۔

اگر وائٹ بریڈ اور اس کے مقرر کیے ہوئے ججوں نے اس کتاب کو ۲۰ ہزار پونڈ کا انعام دیا تو ان کا یہ عمل مسلمانوں کے زخم پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوگا۔ برطانیہ کے مسلمانوں نے وائٹ بریڈ لٹریری ایوارڈ کے تقسیم کاروں کو شدید احتجاجی خطوط لکھے ہیں ' لیکن تاہنوز انہوں نے مسلم امت کے جذبات کی پرواہ نہیں کی ہے اور وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔

سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اس انعام کا فیصلہ وزیر داخلہ کے ذریعے ہوگا۔ اگر وزیر داخلہ نے اس کتاب کے حق میں فیصلہ دیا تو مسلمانان برطانیہ شدید مایوسیوں کا شکار ہوں گے اور وہ ایک بار پھر خود کو اس ملک میں اجنبی محسوس کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔(۱)

مسلمانان برطانیہ کے لیے لمحہ فکریہ!

سلمان رشدی اس لیے گمراہ ہوا کہ اس کے باپ نے اپنی مغرب زدگی کی تسکین کے لیے اپنے نوعمر بچے کو برطانوی معاشرے میں از خود پروان چڑھنے کے لیے بھیج دیا اور اس کی دینی و فکری رہنمائی کا کوئی معقول بندوبست نہ کر سکا جس کے نتیجے میں ایک رشدی دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کے لیے شیطان لعین سے بھی زیادہ ملعون ثابت ہوا ہے۔ اس نے پیغمبر اسلام کی حرمت پر حملہ کر کے ہر مسلمان کو بے قرار کر دیا ہے۔ اپنے بچے کی دینی تربیت کے سلسلے میں ایک باپ کی مجرمانہ غفلت نے کتنا خطرناک رخ اختیار کر لیا ہے۔ اس کا اندازہ سلمان رشدی کے ناول سے لگایا جا سکتا ہے ' لیکن برطانیہ کے دو ملین مسلمانوں کی اکثریت اپنے بچوں کو ایسے ہی آزادانہ معاشرے میں پروان چڑھا رہی ہے اور ان کی دینی و فکری رہنمائی کے معقول انتظامات نہیں کیے گئے ہیں۔ برطانیہ میں پروان چڑھنے والی مسلم نسل کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ دین سے آزاد ہو کر مغربی معاشرے میں مکمل طور پر ضم نہ ہو جائے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا ہوا تو خوف ہے کہ برطانیہ کی آغوش میں پروان چڑھنے والے بچوں میں کوئی دوسرا رشدی نہ پیدا ہو جائے جو مسلمانوں کے سکون کو غارت کر دے۔

جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے خلاف ہو ' ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ' اس لیے کہ ان کا احترام ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ اس لیے کہ وہ اسلام اور قرآن کے پیغمبر ہیں ' لیکن یہاں اگر مسلمانوں کے دینی جذبات کا احترام نہ کیا گیا تو یہ دنیا بھر کے لیے ایک انتہائی غلط مثال ہوگی جس کے نتیجے میں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے چرچ اور مشنری اداروں کے لیے ہزاروں دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں ' اس طرح سے تو کسی کی بھی عزت کسی مقام پر محفوظ نہ رہ سکے گی۔

سلمان رشدی کے ایک انگریز حامی نے اپنے ایک انٹرویو میں یہاں تک کہا کہ بریڈ فورڈ کی دس فیصد مسلم آبادی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بریڈ فورڈ کی ۹۰ فیصد غیر مسلم عوام سے مطالبہ کرے کہ وہ رشدی کی کتاب نہ پڑھیں۔

ایسا لگتا ہے کہ یہاں کی نام نہاد جمہوریت ایمان اور عقیدے کو بھی ووٹوں کے ترازو میں تولنے کی عادی ہو گئی ہے ' ہم اس معترض سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا بریڈ فورڈ کے ۹۰ فیصد غیر مسلم عوام کو یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۰ فیصد مسلم عوام کا قتل عام کریں تو کیا قانون اس صورت میں خاموش تماشائی بن کر رہ سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے تو پیغمبر اسلام کے وقار پر حملہ یہاں کے ۲ ملین

(۱) یہ اطلاع ملی ہے کہ سلمان رشدی وائٹ بریڈ ایوارڈ سے محروم کر دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے قتل کے مترادف ہے۔ ہماری جانیں اور ہمارا سب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آبرو پر قربان ہے۔

حکومت برطانیہ کیا کر سکتی ہے؟

برطانوی حکومت کے ذمہ دار افراد یہ عذر پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ برطانوی قانون میں چرچ آف انگلینڈ کے علاوہ اور کسی کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی گئی ہے' اس لیے ہم کوئی قانونی اقدام نہیں کر سکتے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ برطانیہ ہر روز نئی نئی ضرورتوں کے مطابق اپنے قوانین میں تبدیلیاں کر رہا ہے' گزشتہ چند سالوں میں یہاں کی معاشی' ثقافتی اور تعلیمی ضروریات کو سامنے رکھ کر متعدد قوانین تبدیل کیے گئے ہیں' برطانیہ میں چرچ آف انگلینڈ کو اس وقت تحفظ فراہم کیا گیا تھا جب یہاں مذہبی اعتبار سے صرف چرچ آف انگلینڈ کی حکومت تھی' مگر اب یہاں اسلام دوسری بڑی طاقت ہے' اس لیے بر سر اقتدار جماعت ایک بل کے ذریعے چرچ کو دیئے گئے حقوق میں اسلام کو بھی شامل کر سکتی ہے' اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھلے بندوں اپنی نسلی عصبیتوں کے ساتھ ساتھ مذہبی عصبیتوں کا بھی اعتراف کر رہی ہے اور اس طرح وہ اس برطانوی جمہوریت کا گلا گھونٹ رہی ہے جس نے دنیا کے دوسرے ممالک کو جمہوریت اور احترام حقوق انسانی کا راستہ دکھایا ہے۔

امین جمائل کا قبول اسلام

عربی اخبارات کی اطلاع کے مطابق لبنان کے سابق مسیحی صدر امین جمائل نے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ ایک مسلم خاتون سے شادی کر رہے ہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ سے اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی' امین جمائل وہی ہیں جن کے دور اقتدار میں صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں ۸ ہزار مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔ اسلام ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگر "واقعتاً" وہ اسلام قبول کر چکے ہیں تو ہم مسلم معاشرے میں ان کا استقبال کریں گے اور ہم یہ باور کریں گے کہ اسلام ایک بار پھر اپنی تاریخ کو دہرا رہا ہے۔ جس طرح بغداد میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے چنگیزیوں نے بعد میں اسلام قبول کر کے اسلام کا تحفظ کیا تھا' اسی طرح امین جمائل اقتدار سے محروم ہونے کے بعد بھی مظلوم فلسطینیوں کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ۱۰۴۔ جسولی (بریلی شریف)

شیطانی آیات کا شیطان مصنف

وہابیت و دیوبندیت اور ان کی ذریات------ مودودیت و تبلیغیت وغیرہ کے ارتداد، کیمونزم اور الحاد اور سوشلزم، سیکولرازم و قومی یکجہتی کے دھارے میں بہنے والے نیشنلسٹوں کی دین بیزاری نے ملت کی اجتماعیت اور عقائد اسلامی کو جو صدمے اور نقصانات پہنچائے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات کالے پڑے ہوئے ہیں۔ اشتراکیت کا تو خیر زور ٹوٹ چکا ہے لیکن دوسرے واد اور ازم پورے زور کے ساتھ گھس پیٹھ کرنے اور اپنے ہتھکنڈے آزمانے میں مصروف ہیں اور خوبی یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں سے ان سب کا سلسلہ مل جاتا ہے اور ان کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ سرچشمہ ہے "سعودیہ بدتر از یہودیہ!"

ہندی نجدیوں اور کھدر دھاریوں نیز وہائٹ ہاؤس اور بکنگھم پیلس کو اپنا قبلہ سمجھنے والے الٹراماڈرن مسلمانوں کی سرپرستی امریکہ اور برطانیہ کے حوالے سے یہی سعودیہ کر رہی ہے۔ آج پورے عالم اسلام میں جدیدیت اور دین بیزاری کی لعنت اسی وہابیت کی نحوست ہے۔

اسلام کے بیرونی حملہ آوروں کی جراتیں اب یہاں تک بڑھ گئی ہیں کہ اسلام کی امیج کو مٹانے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رفیع میں ہفوات اور سب و شتم کو تیز تر کرنے کے لیے نام نہاد مسلمانوں کو ہی آلہ کار بنایا جا رہا ہے۔ ٹی۔وی، ریڈیو اور اخباروں میں، تحفظ اسلام میں آگے آنے والوں اور سچے مسلمانوں کو اسلامی دہشت گرد اور بنیاد پرست کہہ کر مسلمانوں ہی کے ذریعہ ان کا مذاق بنوایا جا رہا ہے۔ اسلامی دہشت گردی اور بنیاد پرست جیسی اصطلاحات عام ہوتی جا رہی ہیں۔ مسلم ممالک کی بے حسی کا حال دنیا کے مسلمان دیکھ ہی چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں اگر صدام ہمت کر کے دشمنان اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو کر آتا بھی ہے تو مسلم ممالک ہی اس کی مخالفت میں اتر آتے ہیں۔

مسلمان کے اندر جب غیرت ایمانی تھی اور وہ نام رسول پر جینے مرنے ہی کو زندگی اور ایمان سمجھتے تھے، گستاخوں کی زبانیں بند تھیں اور اگر باہر آ بھی جاتی تھیں تو زبان اور زباں دراز ہمیشہ کے لیے اپنا وجود کھو بیٹھتے تھے۔

بیسویں صدی کے اوائل سے اسلام اور پیغمبر اسلام دشمنی کی یہ مہم تیز ہو چلی ہے۔ ایسی ہی اسلام دشمن مہم اور سازشوں کا نتیجہ ۱۹۸۸ء میں اس وقت سامنے آیا جب سلمان رشدی ایک شیطان کی "شیطانی آیات" سامنے آئی۔ اس خبیث کتاب میں اخبث رشدی نے آقا حضور محسن اعظم انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کی ازواج مطہرات، صحابہ کرام خصوصاً سیدنا بلال حبشی اور سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سیدنا سرکار ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی بارگاہوں میں دریدہ دہنی کی انتہا کر دی ہے۔ ۵۴۷ صفحات کی اس کتاب ملعون میں ۸۰ صفحات میں انہیں شخصیات کے بارے میں زہر آرائی کی گئی ہے۔

یہ کتاب ستمبر ۱۹۸۸ء میں پینگوئن گروپ اور وائکنگ پینگوئن نے شائع کی۔ مسلمانان برطانیہ نے بریڈ فورڈ' بوسٹن' یوتھن' برمنگھم' لنکا شائر اور ہائی ویکمب وغیرہ میں زبردست مظاہرے کیے اور کتاب کو نذر آتش کیا۔ ۳/ ۴ مارچ کو ہالینڈ کے دارالحکومت ڈین ہاگ اور امسٹرڈم شہر میں مظاہرے کیے گئے۔

(شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ' (مقدمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری) ص ۱۲ وماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف مئی ۸۹ء)

ہندوستان میں ۲۴ فروری کو بمبئی میں مظاہرہ ہوا جس میں پولیس فائرنگ سے پندرہ سے زیادہ مسلمان خون میں نہا گئے تھے۔ سری نگر کشمیر میں پولیس تشدد سے ایک مسلمان شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم وروزنامہ جنگ پاکستان)

پاکستان میں سب سے پہلے کوثر نیازی نے روزنامہ جنگ میں کالم لکھا۔ ۱۲ فروری کو امریکن سنٹر اسلام آباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ ۱۲ سالہ نوید عالم متعلم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے امریکی پرچم پھاڑ دیا۔ پولیس کی گولی سے یہ طالب علم شہید ہوگیا۔ اس کے علاوہ نوجوان اور بھی شہید ہوئے اور ایک سو سے زائد افراد زخمی ہوئے۔

۱۳ فروری کو انجمن مدارس عربیہ لاہور نے احتجاجی جلوس نکالا اور ۲۳ فروری کو گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ (شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ' روزنامہ "مرکز" اسلام آباد' نوائے وقت' لاہور)

ہندوستان' پاکستان' مصر' ایران' کویت' ملائشیا' لنکا' سعودیہ اور جنوبی افریقہ کے علاوہ کئی اور ملکوں نے بھی اس کتاب پر پابندی عائد کردی۔ عیسائیوں کے پوپ جان پال نے اس کتاب کو ویٹیکن سٹی کی گورنمنٹ لائبریری میں نہ رکھنے کی ہدایت کی۔

(شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ' روزنامہ "مرکز" اسلام آباد' نوائے وقت' لاہور)

ایک خبر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پنگوئن ادارے کے ساتھ امیر کویت کے ساٹھ فیصد شیئرز ہیں۔ (پندرہ روزہ ارشاد' کراچی)

حکومتی سطح پر صرف ایران نے رشدی کے قتل کا فتویٰ دیا۔ خمینی نے رشدی اور اس کتاب کے ناشرین سمیت قتل کا فتویٰ دے کر ایرانی قاتل کو ۳۰ لاکھ ڈالر اور غیر ملکی کو دس لاکھ ڈالر انعام دینے کا اعلان کیا۔

(خمینی کے حالات زندگی از موسیٰ خان جلال زئی' نوائے وقت' لاہور)

مصری عالم ڈاکٹر شمس الدین فاسی نے آیات شیطانیہ کے رد میں "آیات سماویہ فی الرد علی کتاب آیات شیطانیہ" تحریر کی جس کا ترجمہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر محمد مبازر ملک نے "شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ" کے نام سے کیا اور ۱۹۹۰ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

برطانوی اسکالر ضیاء الدین سردار نے بھی رشدی کی کتاب کے جواب میں کتاب لکھی ہے۔

چونکہ ہماری غیرت اسلامی سرد پڑ چکی ہے' لہٰذا صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا اس غیرت وحمیت کا جوہر ایک دم مردہ ہوگیا ہے یا ابھی زندگی کی کوئی رمق باقی ہے۔ اسلام کے دشمن وقتاً فوقتاً کوئی اس طرح کی کوئی نہ کوئی حرکت کرتے رہتے ہیں۔ آج سے تقریباً دو ڈھائی سال قبل کراؤن پبلشرز نیویارک نے مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں بادشاہت کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس کے صفحہ ۶۶ پر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین فرضی تصویریں شائع کی گئیں۔

(شیطان رشدی اور اس کی خرافات کا تنقیدی جائزہ)

اس سلسلے میں جاپان میں بھی مسلمانوں نے احتجاجات کیے تھے۔ ٹوکیو (جاپان) کے ایک اطالوی یہودی پالمی نے جاپانی زبان میں ترجمہ کرکے چھاپا۔

ہندوستان میں بھی ۴۷ء کے بعد بنگلور' جے پور' اجمیر' دہلی وغیرہ سے ہندی رسالوں' انگریزی اخباروں وغیرہ میں اس طرح

کی خباثتیں شائع ہو چکی ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ مسلم ممالک میں پرائیویٹ طور سے تو عوام ضرور دینی خدمات کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن حکومتیں چپ رہتی ہیں۔

آج تک سلمان رشدی مردود کے قتل کی کوشش یا اس کی ملعون کتاب کے ناشرین پر حملے کرنے میں اگر کسی غیرت مند مسلمان کا نام آیا ہے تو وہ صرف لاہور کے ایک پاکستانی شہری عدنان رشید کا جو جاپان میں رہ چکے ہیں اور کاروباری سلسلے میں وہاں ان کا آنا جانا رہتا ہے۔ انہیں جاپان میں وہاں پاکستان ایسوسی ایشن جاپان کا تعاون حاصل رہا اور ایرانی سفارت خانے نے بھی تعاون کیا' ورنہ کسی بھی مسلم ملک کے سفارت خانہ نے کوئی تعاون نہیں کیا۔

سلمان رشدی ایک متوقع مقتول ہے لیکن وہ کب جہنم رسید ہوگا' اللہ ہی جانے' لیکن عالم اسلام کے جو کروڑوں مسلمانوں کی غیرت وحمیت کا وہ قتل کر چکا ہے مسلم حکومتوں اور وہاں کے سربراہان کو اس کی کتنی فکر ہے؟ شاید بالکل نہیں!

آج یہودیوں اور امریکیوں کی پناہ میں رشدی شیطان چوروں کی سی زندگی گزار رہا ہے لیکن ہمارے "شاہ" انہیں یہودیوں' امریکیوں کی گود میں بیٹھ کر اسلامی غیرت وعقائد کو قتل کرنے میں مصروف ہیں۔

سلمان رشدی ایک مرتد انیس رشدی کے ہاں ۱۹۴۷ء میں بمبئی میں پیدا ہوا۔ گھر میں وہ اپنے خبیث باپ سے اسلام دشمنی کی باتیں سن سن کر اور عیسائی مشنری سکول میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اخبث سے بھی بڑا خبیث۔۔۔ شیطان بنتا چلا گیا۔ وہ تو نسل ارتداد سے جنما' کفر وارتداد کی گود میں پروان چڑھا' اس کا نانا عبداللہ قادیانی تھا اور اس کی ماں زہرہ بٹ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ معاشیات کے ایک پروفیسر شاغل اعظمی کو چھوڑ کر انیس کے ساتھ فرار ہوگئی اور زہرہ کی عیاشی کے نتیجے میں سلمان شیطان جنما۔

۱۹۶۵ء کی ہندوپاک جنگ کے بعد اس کا خاندان لندن چلا گیا۔ وہاں کنگز (KINGS) کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سلمان شیطان پاکستان آکر ٹیلی ویژن محکمہ میں ملازم ہوگیا' لیکن اپنے ملحدانہ خیال کے سبب معزول کر دیا گیا۔ لندن واپس جاکر اس نے تصنیفی کام شروع کیا۔

۷۵ء میں ایک کتاب بنام جریموس (Gerimus) شائع کی جو کوڑے دان کی نذر ہوگئی۔ اس نے کلاریس لارڈ نامی ایک انگریز لڑکی سے شادی کی اور بعد میں اسے چھوڑ کر امریکی لڑکی ماریان ویگنز سے شادی کرلی۔ یہ کم عمری سے ہی جنسی جنون میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس کی دوسری کتاب مخنث لڑکوں کی حالت پر مشتمل ہے۔ اس طرح اس نے اور بھی کتابچے شائع کیے۔

"آیات شیطانیہ" (Satanic Verses) پہلے فانکنج برس نے چھاپی' بعدہ ادارہ پنگوئن کو اس نے فروخت کر دیا اور ادارے نے اس ناپاک اور خبیث کتاب کے لیے عالمی منڈی حاصل کرلی۔

دیکھئے اسلام دشمن طاقتیں کب تک اس طرح کی خباثتیں کرتی رہیں گی اور ہم برف کی مانند جمود کا شکار رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

مرتد کی سزا قتل

انگریزی دور کے ایک شرمناک واقعہ پر فاضل بریلوی کا تحقیقی فتویٰ

انگریزی اقتدار کے زیر سایہ بھی کئی بدباطن لوگ گستاخی رسول کا ارتکاب کرتے تھے اور مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرتے رہے ہیں۔ بعض اپنی بدباطنی کا اظہار کھلے بندوں نہ کرتے تھے مگر کسی نہ کسی طریقے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر حرف گیری کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ۱۳۲۵ھ کو جونپور (بھارت) میں ہوا...... اسکولوں کے طلباء کو انگریزی کا ایک پرچہ حل کرنے کا حکم دیا گیا' جس میں ایسی عبارت ترتیب دی گئی تھی جس کا انگریزی سے عربی ترجمہ کرانا مقصود تھا اور اس انگریزی عبارت میں توہین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اقرار تھا۔ مسلمانان جونپور (بھارت) نے ممتحنین کی اس بری حرکت کا سخت نوٹس لیا اور وہاں کے مولانا عبدالاول صاحب نے ۶ رمضان ۱۳۲۵ھ کو اعلیٰ حضرت عظیم الرتبت فقیہ اعظم فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا اور گستاخان رسول کی اس چال پر فتویٰ طلب کیا' جس میں اہانت رسول موجود تھی۔

مولانا عبدالاول نے بتایا کہ ایک مسلمان ممتحن کی نگرانی میں دو مسلمان استادوں نے انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے ایک پرچہ مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال کے نصف نمبر رکھے گئے تھے۔ اس سوال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں گستاخی اور توہین کے الفاظ نقل کیے گئے۔ (نقل کفر کفر نہ باشد) مولانا عبدالاول مرحوم نے اس امتحانی پرچے کی عبارت کے درج ذیل الفاظ بھی نقل کیے۔

"ابن عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی باموقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی' باوجود اس فصاحت کے محمد ایک ناخواندہ وحشی تھا' بچپن میں اسے نوشت وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ عام جہالت نے اسے شرم و ملامت سے مبرا کر دیا تھا مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقل مندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا تھا) محروم رہا۔ تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا' کچھ تمدنی اور

فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کیے جاتے ہیں' پیدا ہو گئے تھے"۔

امتحانی پرچے کی یہ عبارت لکھنے کے بعد مسلمانان جونپور اور مولانا عبدالول نے دریافت کیا کہ آیا پرچہ مرتب کرنے والے' اس پر نظرثانی کرنے والے' اس کا دیدہ دانستہ ترجمہ کرنے یا اسے نقل کرنے والے اور ان ناشائستہ الفاظ کی تکرار کرنے والے نام کے مسلمان اسلام میں کس سزا کے مستحق ہیں؟ اور ان کا اسلامی معاشرہ میں کیا مقام ہے۔

جونپور کے مقامی علماء کرام نے اس مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور شاتم رسول کی اس گستاخانہ حرکت پر قتل کا فتویٰ دیا مگر مسلمانان جونپور مطمئن نہ ہوئے' چنانچہ یہ استفتاء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تاکہ آپ گستاخان رسول کی شرعی سزا کو دلائل کی روشنی میں واضح کریں کہ شرع شریف کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جس کا آپ نے ان الفاظ میں جواب عنایت فرمایا:

اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ فقیہ اعظم مولانا الشاہ احمد رضا خاں کا فتویٰ

(فتاویٰ رضویہ' جلد ششم صفحہ ۳۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ' آرام باغ کراچی)

الجواب: رَبِّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیۡنِ وَاَعُوۡذُبِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمۡ عَذَابًا مُّھِیۡنًا ○ اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ○

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا' وہ کافر مرتد ہے۔ جس جس کی نظرثانی میں تیار ہوا' وہ کافر مرتد' طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا' اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے' یا اسے ہلکا جانا' یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا' وہ سب بھی کافر' مرتد' بالغ ہوں خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام' میل جول حرام' نشست برخاست حرام' بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام' مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام' اسے غسل دینا حرام' اس کا جنازہ اٹھانا حرام' اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام' اسے ثواب پہنچانا حرام' بلکہ خود کفر قاطع اسلام۔ جب ان میں سے کوئی مرجائے اس کے اعزہ و اقرباء مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لیے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گھڑے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک پھینک کر پاٹ بھر دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں۔

اور جو ان میں نکاح کیے ہوئے ہیں' ان سب کی جوروئیں (بیویاں) ان کے نکاحوں سے نکل گئیں۔ اب اگر قربت ہوئی حرام! حرام! اور زنائے خالص ہوگی' اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی--- عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں' ان سے جسے ہدایت ہو اور توبہ کرلے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہوا' اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے' منتفی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی' یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت و خلوص توبہ و صحت اسلام' ظاہر و روشن ہوں مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں' انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں تو دوسرے سے نکاح کرلیں' یا کسی سے نہ کریں' ان پر کوئی جبر نہیں۔ ہاں! ان

کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکیں گی۔

شفاء شریف صفحہ ۳۲۱:

اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُنْتَقِصُ لَہٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٍ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ۔

یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہو گیا۔

نسیم الریاض، جلد چہارم، صفحہ ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

مَا صَرَّحَ بِہٖ مِنْ کُفْرِ السَّابِّ وَالشَّاکِّ فِیْ کُفْرِہٖ ھُوَ مَا عَلَیْہِ اَئِمَّتُنَا وَغَیْرُھُمْ۔

یعنی جو ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہم کا ہے۔

وجیز امام کردری جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ پر ہے:

لَوِارْتَدَّ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی تَحْرُمُ اِمْرَاَتُہٗ وَیُجَدِّدُ النِّکَاحَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ وَالْمَوْلُوْدُ بَیْنَھُمَا قَبْلَ تَجْدِیْدِ النِّکَاحِ بِالْوَطْیِ بَعْدَ التَّکَلُّمِ بِکَلِمَۃِ الْکُفْرِ وَلَدِ زِنًا ثُمَّ اِنْ اَتٰی بِکَلِمَۃِ الشَّھَادَۃِ عَلَی الْعَادَۃِ لَا یُجْدِیْہِ مَالَمْ یَرْجِعْ عَمَّا قَالَہٗ لِاَنَّ بِاِتْیَانِھِمَا عَلَی الْعَادَۃِ لَا یَرْتَفِعُ الْکُفْرُ اِذَا سَبَّ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ وَاحِدًا مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَلَا تَوْبَۃَ لَہٗ وَاِذَا شَتَمَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سُکْرَانُ یُعْفٰی وَ اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ اَنَّ شَاتِمَہٗ کَافِرٌ وَمَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَ کُفْرِہٖ کَفَرَ مُلْتَقِطًا کَاَکْثَرِ الْاَوَانِیْ لِلْاِخْتِصَارِ۔

یعنی جو شخص معاذاللہ مرتد ہو جائے اس کی عورت حرام ہو جاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے، اس سے پہلے کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہو گا، وہ حرامی ہو گا۔ یہ شخص عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ جب اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا، اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمہ گستاخی بکا، جب بھی معافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور ایسا کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ میں ہے:

کُلُّ مَنْ اَبْغَضَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَلْبِہٖ کَانَ مُرْتَدًّا فَالسَّابُّ بِطَرِیْقٍ اَوْلٰی وَاِنْ سَبَّ سُکْرَانُ لَا یُعْفٰی عَنْہُ۔

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کینہ ہے وہ مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے، اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا، جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بحرالرائق جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ میں بعینہ کلمہ مذکور ذکر کر کے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا:

سَبَّ وَاحِدًا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ كَذَالِكَ فَلَا يُفِيْدُ الْاِنْكَارُ مَعَ الْبَيِّنَةِ لِاَنَّا نَجْعَلُ اِنْكَارَ الرِّدَّةِ تَوْبَةً اِنْ كَانَتْ مَقْبُوْلَةً۔

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لیے ہے، توبہ تو وہاں قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔

درالحکام علامہ مولی خسرو جلد اول صفحہ ۲۹۹ پر ہے:

اِذَا سَبَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ وَاحِدًا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ، مُسْلِمٌ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ اَصْلًا وَاَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اِنَّ شَاتِمَهٗ كَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَكُفْرِهٖ كَفَرَ۔

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے، اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔

غنیہ ذوالاحکام صفحہ ۳۰۱ میں ہے:

مَحَلُّ قُبُوْلِ التَّوْبَةِ الْمُرْتَدِّ مَالَمْ تَكُنْ رِدَّتُهٗ بِسَبِّ النَّبِيِّ اَوْ بُغْضِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَ بِهٖ لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ سَوَاءٌ جَآءَ تَائِبًا مِّنْ نَّفْسِهٖ اَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ بِذَالِكَ بِخَلَافِ غَيْرِهٖ مِنَ الْمُكَفِّرَاتِ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے، مگر اس مرتد کے لیے اس کی اجازت نہیں۔

الاشباہ والنظائر قلمی، باب الردہ:

لَا تَصِحُّ رِدَّةُ السَّكْرَانِ اِلَّا الرِّدَّةَ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَا يُعْفٰى عَنْهُ وَكَذَا فِى الْبَزَّازِيَّةِ وَحُكْمُ الرِّدَّةِ بَيْنُوْنَةُ اِمْرَاَتِهٖ مُطْلَقًا (اَىْ سَوَاءٌ رَجَعَ اَوْلَمْ يَرْجِعْ اھ غمزالعیون) وَاِذَا مَاتَ عَلٰى رِدَّتِهٖ لَمْ يُدْفَنْ فِىْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا اَهْلِ مِلَّةٍ وَاِنَّمَا يُلْقٰى فِىْ حُفْرَةٍ كَالْكَلْبِ وَالْمُرْتَدُّ اَقْبَحُ كُفْرًا مِّنَ الْكَافِرِ اِلَّا صَلِّىْ وَاِذَا شَهِدُوْا عَلٰى مُسْلِمٍ بِالرِّدَّةِ وَهُوَ مُنْكِرٌ لَا يَتَعَرَّضُ لَهٗ لَا لِتَكْذِيْبِ الشُّهُوْدِ الْعُدُوْلِ بَلْ لِاَنَّ اِنْكَارَهٗ تَوْبَةٌ وَّرُجُوْعٌ فَتَثْبُتُ الْاَحْكَامُ الَّتِىْ لِلْمُرْتَدِّ

یعنی نشہ کی بے ہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے، اسے بوجہ بے ہوشی کافر نہ کہیں گے، نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بے ہوشی سے بھی صادر ہو تو اسے معافی نہ دیں گے، اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر یہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے، وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے، مرتد کا کفر اصلی کافر کے

وَمَا تَابَ مِنْ حَبْطِ الْاَعْمَالِ وَبَيْنُوْنَةِ الزَّوْجَةِ وَقَوْلُهٗ لَا يَتَعَرَّضُ لَا اِنَّمَا هُوَ فِيْ مُرْتَدٍّ تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ فِي الدُّنْيَا لَا الرِّدَّةِ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اھ اَلْاَوْلٰى تَنْكِيْرُ النَّبِيِّ كَمَا عَبَّرَبِهٖ فِيْمَا سَبَقَ' اھ غمز العیون۔

کفر سے بد تر ہے' اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے' نہ اس لیے کہ گواہان عادل کو جھوٹا ٹھہرایا' بلکہ اس لیے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے' لہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کر لی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے' کہ اس کے تمام اعمال حبط ہو گئے اور جورو (بیوی) نکاح سے باہر' باقی سزا نہ دی جائے گی' مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا سے دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہ تھی اور نہ کسی نبی کی شان میں گستاخی' علیہم الصلوۃ والسلام۔

فتاویٰ خیریہ' علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار جلد اول صفحہ ۹۵ پر فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ مُرْتَدٌّ وَحُكْمُهٗ حُكْمُ الْمُرْتَدِّيْنَ وَ يُفْعَلُ بِهٖ مَا يُفْعَلُ بِالْمُرْتَدِّيْنَ وَلَا تَوْبَةَ لَهٗ اَصْلًا وَاَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اَنَّهٗ كَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ كَفَرَ' اھ ملتقطا۔

جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے' اس کا حکم وہی ہے جو مرتدوں کا ہے' اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اور اسے دنیا میں معافی نہ دیں گے' اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے' وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر' شرح ملتقی الابحر' جلد اول صفحہ ۶۱۸ پر ہے:

اِذَا سَبَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ وَاحِدًا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ مُسْلِمٌ وَلَوْ سَكْرَانُ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ تُنْجِيْهِ كَالزِّنْدِيْقِ وَمَنْ شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَكُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔

یعنی مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے' اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریے' بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی' اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا' وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ذخیرۃ العقبیٰ' علامہ اخی یوسف صفحہ ۲۴۰ پر ہے:

قَدْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّ الْاِسْتِخْفَافَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِاَيِّ نَبِيٍّ كَانَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُفْرٌ سَوَاءٌ فَعَلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ۔(الی اخرہ)

امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس کو یا کسی بھی نبی کی شان کو کم اور ہلکا جاننے والا کافر ہے۔

در مختار میں ہے:

اَلْکَافِرُ بِسَبِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ مُطْلَقًا وَمَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِهٖ وَ کُفْرِهٖ کَفَرَ۔

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے' خود کافر ہے۔

کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۱۱۲ پر ہے:

قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَاَیُّمَا رَجُلٍ مُّسْلِمٍ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ کَذَّبَهٗ اَوْ عَابَهٗ اَوْ تَنَقَّصَهٗ فَقَدْ کَفَرَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَبَانَتْ زَوْجَتُهٗ۔

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہے' یا تکذیب کرے' یا کوئی عیب لگائے' یا شان گھٹائے' وہ بلاشبہ کافر ہے اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

اشخاص مذکورین کے کفر و ارتداد میں اصلاً شک نہیں' دوبارہ اسلام و رفع دیگر احکام' ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو' ضرور مقبول ہے' ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ و اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔

وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں' اس کے یہی معنی ہیں' اور اس کی بحث یہاں بے کار ہے۔ کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام' صدہا خبیث' اخبث ملعون' انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان' مفتی' واعظ' مدرس' شیخ بن کر اللہ و رسول کی جناب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے' لکھتے اور چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں' اور اگر کہے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک' یہ بے تہذیبی و تشدد ہو۔

فَعَلَهٗ مُعْتَقِدًا لِحُرْمَتِهٖ وَ لَیْسَ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِیْ ذَالِکَ وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ کَفَرَ۔

یعنی بے شک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم' خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے' خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا' یا حرام جان کر' بہر حال علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے' وہ بھی کافر۔

ایضاً صفحہ ۲۴۴ پر ہے:

لَا یُغْسَلُ وَلَا یُصَلِّ عَلَیْهِ وَلَا یُکَفَّنُ اَمَّا اِذَا تَابَ وَ تَبَرَّاَ عَنِ الْاِرْتِدَادِ وَ دَخَلَ فِیْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ مَاتَ غُسِلَ وَ کُفِنَ وَصُلِّیَ فِیْهِ وَ دُفِنَ فِیْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو انہیں نہ غسل دیں' نہ کفن دیں' نہ اس پر نماز پڑھیں' ہاں! اگر توبہ کرے' اور اپنے اس کفر سے برات کرے اور دین اسلام میں داخل ہو' اس کے بعد مرجائے تو غسل' کفن' نماز اور مقابر مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار' شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی:

کُلُّ مُسْلِمٍ اِرْتَدَّ فَتَوْبَتُهٗ مَقْبُوْلَةٌ اِلَّا الْکَافِرَ بِسَبِّ النَّبِیِّ ---الخ

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے' مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لیے اس

کی توبہ بھی قبول نہیں۔

فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ مَقْتِ اللّٰہِ الْغَیُوْرِ ○ کَیْفَ اِنْقَلَبَتِ الْقُلُوْبُ وَانْعَکَسَتِ الْاُمُوْرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ○ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ○

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی ملتان (پاکستان)

توہین رسول کی سزا قتل

شرعی عدالت کا فیصلہ

محترم محمد اسمٰعیل قریشی، سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان، لاہور نے بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۵ الف اور دفعہ ۲۹۸ الف کے خلاف شرعی عدالت میں ایک درخواست دائر کی ہے، جہاں تک اہانت رسالت اور توہین و تنقیص نبوت سے اس درخواست کا تعلق ہے، میں اس سے پوری طرح متفق ہوں اور دلائل شرعیہ (کتاب و سنت، اجماع امت اور تصریحات علماء دین) کے مطابق اس کی مکمل تائید اور حمایت تک کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں میرا تفصیلی بیان درج ذیل ہے:

کتاب و سنت، اجماع امت اور تصریحات ائمہ دین کے مطابق توہین رسول کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول کی صریح مخالفت توہین رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بنا پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورۂ انفال آیت ۱۳، البحر المحیط، ص ۴۷۱، ج ۴) یہ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم) (مدارک، ص ۱۷۱، ج ۲، خازن، ص ۱۷۱، ج ۲) اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ توہین رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔ مثلاً:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ (سورۃ توبہ: آیت ۶۵، ۶۶)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ (ان سے) کہیں کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔ کوئی عذر نہ کرو۔ بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ۔ (سورۃ الفتح: آیت ۱۶)

اے رسول! (صلی اللہ علیک وسلم) پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے، عنقریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے...

یہ آیت مرتدین اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار الغیب نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء نے اس مقام پر فارس و روم وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسب ذیل روایت نے اس آیت کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کردیا۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اِنَّا كُنَّا نَقْرَءُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِيْمَا مَضٰى وَلَا نَعْلَمُ مِنْ هُمْ حَتّٰى دَعَا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى قِتَالِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ فَعَلِمْنَا اَنَّهُمْ اُرِيْدُوْا بِهَا۔

(البحرالمحیط ص ۹۴' ج ۸' روح المعانی ص ۱۰۲' پارہ ۲۶)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مرتدین) بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔ قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے:

اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ (وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ اَنَّ عَلِيًّا اَحْرَقَ نَاسًا اِرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ) فَبَلَغَ ذَالِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلادیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا' تو انہیں نہ جلاتا' کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو' اور میں انہیں قتل کرادیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے' اسے قتل کردو۔

(ابی داؤد ص ۵۹۸' ج ۲' صحیح بخاری ص ۴۲۳' ج ۱' ص ۱۰۲۳' ج ۲' ص ۱۰۹۶' ج ۲' ابوداؤد ص ۵۹۸' ج ۲' ترمذی ص ۱۷۶' ج ۱' نسائی ص ۱۵۱' ج ۲' ابن ماجہ ص ۱۸۵' ج ۱' مسند احمد ص ۲۳۱' ج ۵' عن معاذ)

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا طرز عمل

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت کے ساتھ مرتدین کو قتل کیا' محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام کے لیے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ملاقات کے لیے آئے' ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا' یہ کون ہے؟ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا:

كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ ثُمَّ تَهَوَّدَ قَالَ اِجْلِسْ قَالَ لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَضَاءَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

یہ یہودی تھا' مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہو کر مرتد) ہوگیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاَمَرَبِہٖ فَقُتِلَ۔
(تفسیر مظہری ص ۱۳۵' ج ۳' روح المعانی ص ۱۶۰' پارہ ۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے' میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

گستاخ رسول کا قتل

غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور سے عرض کی' حضور! (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خنظل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اقتلوہ اسے قتل کر دو۔ (بخاری ص ۱۰۶۳' ج ۲' ابوداؤد ص ۵۹۸' ج ۲' نسائی ص ۱۵۲' ج ۲)

یہ عبداللہ بن خنظل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرم مکہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا' لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بدحال ہے۔

اجماع امت

۱۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُحْنُوْنَ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اِنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَنَقِّصُ لَہٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٍ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ لَہٗ وَحُکْمُہٗ عِنْدَ الْاُمَّۃِ الْقَتْلُ وَ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ کَفَرَ۔ (فتح الباری ص ۱۳' ج ۸' عمدۃ القاری ص ۷۴۴' ج ۸' ارشاد الشاری ص ۳۹۲' ج ۶)

محمد بن سحنون نے فرمایا: علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا' حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے' کافر ہے۔

۲۔ وَقَالَ اَبُوْ سُلَیْمَانَ الْخَطَّابِیُّ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِخْتَلَفَ فِیْ وُجُوْبِ قَتْلِہٖ اِذَا کَانَ مُسْلِمًا۔ (الشفاء ص ۲۱۶' ج ۲' ص ۲۱۵' فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۴۰۷' ج ۴' الصارم المسلول ص ۴)

امام ابو سلیمان الخطابی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

وَاجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی قَتْلِ مُتَنَقِّصِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَسَابِّهٖ۔ (الشفاء ص ۲۱۱' ج ۲)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

قَالَ اَبُوْبَکْرِ بْنُ الْمُنْذِرِ اَجْمَعَ عَوَامُّ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقْتَلُ قَالَ ذٰلِکَ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ وَاللَّیْثُ وَ اَحْمَدُ وَ اِسْحَاقُ وَ هُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِیِّ قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوالْفَضْلِ وَهُوَ مُقْتَضٰی قَوْلِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ وَبِمِثْلِهٖ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَاَصْحَابُهٗ وَالثَّوْرِیُّ وَاَهْلُ الْکُوْفَةِ وَالْاَوْزَاعِیُّ فِی الْمُسْلِمِیْنَ لٰکِنَّهُمْ قَالُوْا هِیَ رِدَّةٌ۔ (الشفاء ص ۲۱۵' ج ۲)

امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا: ائمہ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کرے، قتل کیا جائے گا۔ ان ہی میں سے مالک ابن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے (پھر فرماتے ہیں) اور ان ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔

۵۔ اِنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَابَهٗ اَوْ اَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِهٖ اَوْ نَسَبِهٖ اَوْ دِیْنِهٖ اَوْ خَصْلَةٍ مِّنْ خِصَالِهٖ اَوْ عَرَّضَ بِهٖ اَوْ شَبَّهَهٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَهٗ اَوِ الْاِزْرَاءِ عَلَیْهِ اَوِ التَّصْغِیْرِ بِشَانِهٖ اَوِ الْغَضِّ مِنْهُ وَالْعَیْبِ لَهٗ فَهُوَ سَابٌّ لَّهٗ وَالْحُکْمُ فِیْهِ حُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ کَمَا نُبَیِّنُهٗ وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِّنْ فُصُوْلِ هٰذَا الْبَابِ عَلٰی هٰذَا الْمَقْصَدِ وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْهِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا۔ وَهٰذَا کُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَاَئِمَّةِ الْفَتْوٰی مِنْ لَّدُنِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اِلٰی هَلُمَّ جَرًّا۔

(الشفاء ص ۲۱۴' ج ۲' الصارم المسلول ص ۲۲۵' طبع بیروت)

بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی یا حضور کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور کی ذات مقدسہ، آپ کے نسب، دین یا آپ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت یا آپ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صراحتاً" گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے، ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحتاً" توہین ہو یا اشارتاً کنایتاً اور یہ سب علماء امت اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۶۔ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَا شَکَّ وَلَا شُبْهَةَ فِیْ کُفْرِ شَاتِمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ اِسْتِبَاحَةِ قَتْلِهٖ وَهُوَ الْمَنْقُوْلُ عَنِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

(فتاویٰ شامی حنفی ص ۳۲۱' ج ۳' و نحوۃ الصارم المسلول للحنبلی ص ۴)

٧- كُلُّ مَنْ اَبْغَضَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلْبِهٖ كَانَ مُرْتَدًّا فَالسَّابُّ بِطَرِيْقٍ اَوْلٰى ثُمَّ يُقْتَلُ حَدًّا عِنْدَنَا۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے دل میں بغض رکھے گا' وہ مرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہو گا۔

(فتح القدیر (امام ابن ہمام حنفی) ص ۴۰۷' ج ۴)

٨- اِنَّمَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ كَذَّبَهٗ اَوْ عَابَهٗ اَوْ تَنَقَّصَهٗ فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ وَبَانَتْ مِنْهُ زَوْجَتُهٗ۔

جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو' تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

(کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۱۸۲' فتاویٰ شامی ص ۳۱۹' ج ۳)

٩- اِذَا عَابَ الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَيْئٍ كَانَ كَافِرًا وَكَذَا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَوْقَالَ لِشَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُعَيْرٌ' فَقَدْ كَفَرَ وَعَنْ اَبِيْ حَفْصٍ الْكَبِيْرِ مَنْ عَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَعْرِهٖ مِنْ شَعَرَاتِهِ الْكَرِيْمَةِ فَقَدْ كَفَرَ وَذَكَرَ فِي الْاَصْلِ اِنَّ شَتْمَ النَّبِيِّ كُفْرٌ۔

کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اس طرح بعض علماء نے فرمایا' اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغہ تصغیر) "شعیر" کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان ص ۸۸۲' ج ۴' طبع نو لکشور)

١٠- وَلَاخِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَهُوَ مِمَّنْ يَّنْتَحِلُ الْاِسْلَامَ اِنَّهٗ مُرْتَدٌّ يَّسْتَحِقُّ الْقَتْلَ۔

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے' وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ص ۱۰۲' ج ۳)

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کتاب و سنت' اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حداً قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

١- بارگاہ نبوت کی توہین و تنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لیے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہو گی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے۔ ہماری غرض توہین نہ تھی"۔ نہ مسلمانوں

کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا' اللہ تعالٰی نے مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا: "وَلَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ" بہانے نہ بناؤ' ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

۲- صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ "رَاعِنَا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کو "راعنا" کہتا تو وہ "وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ" کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا' جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

اَلْمَدَارُ فِي الْحُكْمِ بِالْكُفْرِ عَلَى الظَّوَاهِرِ وَلَا نَظَرَ لِلْمَقْصُودِ وَالنِّيَّاتِ وَلَا نَظَرَ لِقَرَائِنِ حَالِهٖ۔

توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔۔۔ ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا۔۔۔ لہٰذا ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۴۲۶' ج ۴)

۳- یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو۔ کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجوہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے لکھا:

قَالَ حَبِيبُ ابْنُ الرَّبِيعِ لِأَنَّ إِدِّعَاءَ التَّاوِيلِ فِي لَفْظٍ صُرَاحٍ لَا يُقْبَلُ - (الشفاء ص ۲۱۷' ج ۲)

کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت الحرام" کی طرح معظم و محترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی' کیونکہ عرف اور محاورے میں "ولد الحرام" کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف و محاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہیں' توہین ہی قرار پائے گا' خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

۴- یہاں اس شبہ کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حد اقتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور! ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں' لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اجازت نہیں دی۔

ابن تیمیہ نے اس کے متعدد جوابات لکھے ہیں' جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ (الصارم المسلول ص ۲۲۲ تا ۲۳۳)

(الف) اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات توہین پر صبر کر لینا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب) منافقین اعلانیہ توہین رسالت نہ کرتے تھے' بلکہ آپس میں چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

(ج) منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام کا حضور سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔

گستاخان شان رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

(د) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرمادیں' لیکن امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور کے گستاخ کو معاف کردے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ "آپ معافی کو اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیرلیں اور نیکی کا حکم دیں"۔ (سورہ اعراف: ۱۹۹)

میں عرض کروں گا کہ گستاخ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین حضور کی امت کے لیے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے اور اس طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جاسکتا ہے لیکن بلاواسطہ نہیں' بلکہ بواسطہ ذات اقدس کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرمادیں۔ جیسا کہ دیگر بعض احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

وَلَنْ تَجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَکَ۔ کہ یہ (قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔ (بخاری ص ۸۳۲' ج ۲)

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی "اِلَّا الْاِذْخَرَ" یعنی "اذخر" گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور نے فرمایا "اِلَّا الْاِذْخَرَ" یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرمادیا۔ (بخاری ص ۱۲۱' ج ۱' مسلم ص ۴۳۸' ج ۱)

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تحریر فرماتے ہیں:

"ودر مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد و برہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویند باجتہاد گفت واول اصح واظہر است۔ (اشعتہ اللمعات ص ۴۰۸' ج ۲' مسک الختام' ص ۵۱۲' ج ۲)

"یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کردیئے گئے تھے جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرمادیں' بعض لوگ کہتے ہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اصح اور اظہر ہے"۔

ان احادیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں' لیکن حضور کے بعد کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی' جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلمات صریحہ بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہرحال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں' بالکل اسی قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ "وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ كَفَرَ"۔

(الشفاء: قاضی عیاض ص ۲۱۵-۲۱۶' ج ۲' الصارم المسلول' ص ۴)

۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء

ملعون سلمان رشدی کے لیے لمحہ فکریہ

پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت' قرآن میں

بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔ (پارہ ۱۵' اسرائیل: ۶۵)
بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے' بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔
(پارہ ۱۳' یوسف: ۵۳)

تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (پارہ ۲۷' النجم: ۲)
اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ (پارہ ۸' انعام: ۱۲۴)
اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔ (پارہ ۲۹' الحاقہ: ۴۴)
اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ (پارہ ۱۵' بنی اسرائیل: ۷۴)
ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں' یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (پارہ ۱۲' یوسف: ۳۸)
اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگو۔ میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے' میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔
(پارہ ۱۲' ہود: ۸۸)
بے شک رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے' اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہوں اور اللہ کو بہت یاد کرے۔
(پارہ ۲۱' احزاب: ۲۱)

اتصاف رسالت

اے غیب کی خبریں بتانے والے! (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔
(پارہ ۲۲' احزاب: ۴۵)
بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا۔ خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔
(پارہ ۱' بقرہ: ۱۱۹)
جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور

پختہ علم سکھاتا ہے اور وہ تمہیں تعلیم فرماتا ہے جن کا تمہیں علم نہ تھا۔ (پارہ ۱ بقرہ: ۱۵۱)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ پڑے برا مانیں مشرک۔ (پارہ ۱۰ توبہ: ۳۳)

اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے امتیں ہو گزریں کہ تم انہیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی۔ (پارہ ۱۳ رعد: ۳۰)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔ (پارہ ۱۷ انبیاء: ۱۰۷)

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (پارہ ۲۲ سبا: ۲۸)

بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔ (پارہ ۲۳ یٰسین: ۴)

فضیلت رسول

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ (پارہ ۳ بقرہ: ۲۵۳)

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو تو فرماؤ' میں قرآن پر کوئی اجرت نہیں مانگتا' وہ نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔ (پارہ ۷ انعام: ۹۰)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (پارہ ۱۸ فرقان: ۱)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں' ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پارہ ۲۲ احزاب: ۴۰)

ادب رسول

اور میرے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو' بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا۔
(پارہ ۶ مائدہ: ۱۲)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب تمہیں رسول اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔
(پارہ ۹ انفال: ۲۴)

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ (پارہ ۹ اعراف: ۱۵۷)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے' بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر' تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔ (پارہ ۱۸ نور: ۶۳)

اور نہ کہ مسلمان مرد' نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار

رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔(پارہ ۲۲'احزاب:۳۶)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو۔ جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ' نہ یوں کہ خود اس کو پکنے کی راہ تکو' ہاں! جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ' نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ' بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو' اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا ہے کہ رسول کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو' بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔(پارہ ۲۲'احزاب:۳۶)

تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔(پارہ ۲۶'فتح:۹)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ جانتا اور سنتا ہے۔

(پارہ ۲۶'حجرات:۱)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو' کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

(پارہ ۲۶'حجرات:۲)

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس' وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے اور ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(پارہ ۲۶'حجرات:۳)

رسول نور ہیں

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔(پارہ ۶'مائدہ:۱۵)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنے' پڑے برا مانیں کافر۔

(پارہ ۱۰'توبہ:۳۲)

اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔(پارہ ۲۲'احزاب:۴۶)

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے' وہ چراغ ایک فانوس میں ہے' وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے' جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے' اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے' اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور انہیں مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔(پارہ ۱۸'نور:۳۵)

اختیارات رسول

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں' پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔(پارہ ۵'النساء:۶۵)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانیں اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔(پارہ ۲۲'احزاب:۳۶)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔(پارہ ۲۸' حشر:۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی' جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں' وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔(پارہ ۹' اعراف:۱۵۷)

شفاعت رسول

اے محبوب! ان کے مال میں زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے' اللہ سنتا جانتا ہے۔(پارہ ۳' توبہ:۱۰۳)

وہ کون ہے جو ان کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے' جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے۔(پارہ ۳' بقرہ:۲۵۵)

اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے یہاں تک جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی' وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔(پارہ ۲۲' السباء:۲۳)

اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی۔
(پارہ ۱۶' طٰہٰ:۱۰۹)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں' پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔(پارہ ۵' النساء:۶۴)

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں' جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔(پارہ ۹' انفال:۳۳)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔(پارہ ۱۱' توبہ:۱۲۸)

اور بے شک قریب ہے تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(پارہ ۳۰' والضحیٰ:۵)

رسول سے نسبت

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے کیا تمہیں سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بے شک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان رحم والا ہے۔(پارہ ۲' بقرہ:۱۴۳)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴، آل عمران: ۱۱۰)

اے محبوب! تمہاری جان کی قسم! بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ (پارہ ۱۴، حجر: ۷۲)

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو۔ (پارہ ۲۲، الاحزاب: ۳۲)

قسم اس شہر کی کہ اے محبوب! تم اس میں تشریف فرما ہو۔ (پارہ ۳۰، بلد: ۲)

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔ (پارہ ۳۰، ضحیٰ: ۱۰۲)

رسول کا علم غیب

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں! اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔ (پارہ ۴، آل عمران: ۱۷۹)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (پارہ ۵، النساء: ۱۱۳)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا، پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔ (پارہ ۷، انعام: ۳۸)

اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ (پارہ ۱۱، یونس: ۳۷)

اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔ (پارہ ۱۴، النحل: ۸۹)

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ (پارہ ۲۷، رحمٰن: ۱۰۲)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (پارہ ۲۹، جن: ۲۶-۲۷)

آخری نبی

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں گناہ کی طرف نہ جھکے، تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پارہ ۶، مائدہ: ۳)

تم فرماؤ! کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے، تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں، تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ (پارہ ۷، انعام: ۱۹)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک۔ (پارہ ۱۰، توبہ: ۳۳)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پارہ ۲۲، احزاب: ۴۰)

حاضر اور ناظر رسول

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا کہ تم پر حاضر ناظر ہیں۔ (پارہ ۲۹، مزمل: ۱۵)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اتارا اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔(پارہ ۱۸ فرقان:۱)
بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔(پارہ ۱' بقرہ:۱۱۹)

رسول کو بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے

بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔(پارہ ۱۴' حجرات:۳۳)
تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی' چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا۔(پارہ ۱۸' مومنون:۲۴)
اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔(پارہ ۱۸' مومنون: ۳۴)
بولے! تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم بڑے جھوٹے ہو۔(پارہ ۲۲' یٰسین:۱۵)
یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے! کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے۔(پارہ ۲۸' تغابن:۶)

گستاخی رسول کفر ہے

اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔(پارہ ۱' بقرہ:۱۰۴)
اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو' جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو' کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔(پارہ ۲۶' حجرات:۲)
بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر' کہ اگر تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے' اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔(پارہ ۱۰' توبہ:۶۶)
اور جو رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(پارہ ۱۰' توبہ:۶۱)
بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو' ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں' اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(پارہ ۲۲' احزاب:۵۷)
فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندہ گیا۔(پارہ ۲۳' ص:۷۷)

میلاد سنت الٰہی ہے

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔(پارہ ۶' مائدہ:۱۵)
بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(پارہ ۴' آل عمران:۱۶۴)
وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں' پھر انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔(پارہ ۲۸' جمعہ:۲)

اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا' اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

(پارہ ۲۸' صف:۶)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

(پارہ ۶' النسا:۱۷۴)

مولانا سید محمد قائم صاحب قتیل داناپوری

رشدی اور اس کے ہمنوا یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

محمد عربی ﷺ کا نورانی تذکرہ آسمانی صحائف میں

فخر اہل سنت حضرت مولانا محمد قائم صاحب قتیل داناپوری علوم شرق و غرب کے بہترین فاضل ہیں۔ توریت و انجیل و زبور اور دیگر صحائف آسمانی پر آپ کی نظر نہایت گہری اور مطالعہ بہت وسیع ہے۔ آپ نے اپنے اس محققانہ مضمون میں سرکار خاتم پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت' شان' سیادت' عقیدہ خاتمیت' حیات النبی' معراج' ہجرت' مقام ولادت' سال ظہور' قرآن' نور' علم غیب' فتح مکہ وغیرہ یہ سارے اہم مسائل نہایت صراحت سے کتب آسمانی سے ثابت کیے ہیں۔ یہ علمی مقالہ نہایت گہری توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے---

(مدیر)

وہ آسمانی رابطہ جس کے ذریعہ ہم یقینی طور پر خدائے کائنات کی مرضی اور اس کے احکام و ہدایات معلوم کرتے ہیں اسے شریعت کی اصطلاح میں رسالت و نبوت کہا جاتا ہے--- اور ان مقربین کو جو اس منصب پر فائز ہوتے ہیں ہم نبی و رسول کہتے ہیں اور ان کے بیانات و احکام کو جو ان کے واسطے سے ملتا ہے' کتاب و شریعت کہتے ہیں۔ ایسے مقربین کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ آسمانی کتابیں اور صحیفے اب بھی پچاس ساٹھ کے قریب موجود ہیں۔ جن میں چار کتابیں' قرآن عظیم' انجیل شریف' زبور پاک و توریت مقدس کتاب کہلاتی ہیں--- باقی صحیفے ان مقربین میں سب سے پہلے بھی اور سب سے پیچھے بھی تاجدار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں! البتہ ظہور میں سب سے پہلے حضرت آدم اور سب سے پیچھے محمد عربی--- صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔

آسمانی بشارتیں

ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تلاوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے انبیاء سیدنا مسیح علیہ السلام لوکل پروفٹس (مقامی انبیاء) تھے۔ جن کا رقبہ نبوت و رسالت محدود' امت محدود' شریعت محدود' تبلیغ محدود' زمانہ محدود مگر صرف ایک نبی یعنی سب سے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنٹرل ویونیورسل نبی و رسول ہیں' یعنی حضور کی نبوت و رسالت پوری کائنات کو محیط ہے۔ (للعالمین نذیرا) اس لیے سارے انبیائے ماقبل اپنی اپنی امت کو آپ کی تشریف آوری' آپ کے مدارج'

مناقب' محامد' کمالات' مقامات وغیرہ سے مطلع کرتے رہے اور خود اپنی حیثیت' اپنے مقام' اپنے دین' اپنی شریعت وغیرہ سے بھی اطلاع دیتے اور منادی کرتے آئے۔ چنانچہ سب سے پچھلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو ہمارے نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لائے' وہ سارے انبیاء کی نمائندگی فرماتے ہوئے بصیغہ جمع یوں ارشاد فرماتے ہیں:

انجیل شریف

ہم لوگوں کا علم ناقص ہے اور ہم لوگوں کی نبوت ناتمام لیکن جب کامل آجائے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔ (کرنتھین: ۱۳-۱۹)

انجیل کی اس مقدس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تک نہ کتاب مکمل ہوئی تھی' نہ شریعت' نہ دین مکمل تھا' نہ نبوت' مگر خبر دی جارہی ہے کہ میرے (مسیح) بعد ایک نبی آئے گا جو کامل ہوگا اور جب وہ آجائے گا تو کتاب دین' شریعت' نبوت' رسالت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی اور سارے ادیان سابقہ منسوخ اور ساری آسمانی کتابیں مرفوع ہو جائیں گی' چنانچہ جب وہ کامل و اکمل تشریف لایا تو آسمانی ندا یوں آئی: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ---الخ"

آسمانی کتابیں دو عہد پر منقسم ہیں: (۱) کتب عہد عتیق (۲) کتب عہد جدید--- چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری دونوں عہد کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے' اجمال و تفصیل دونوں کے ساتھ' اور بعض موقع پر اشتباہ کے طور پر بھی حضور کی بشارت دی گئی ہے۔ جیساکہ ارشاد ہے:

توریت مقدس

اے بنی اسرائیل کے گھرانے! دیکھ میں ایک قوم کو تجھ پر چڑھالاؤں گا' خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے۔ وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا' ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں وہ بہت بہادر ہیں------الخ (یرمیاہ: ۵-۵'۱۶)

اس آیت میں عربوں کی طرف کھلا اشارہ ہے جن کی شجاعت و بہادری' جن کی قدامت ظاہر ہے' جن کی قوت و طاقت کا لوہا دنیا نے مان لیا ہے' جن کی زبان سے یورپ و امریکہ آج بھی ناواقف ہیں' اب چند اور بشارتیں کتب عہد عتیق سے ملاحظہ ہوں۔
آیت ذیل میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرماتا ہے۔

توریت مقدس

(۱) میں ان کے (بنی اسرائیل) کے لیے انہی کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا' وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرے نام سے کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثنا ۱۸-۱۷ تا ۱۹)

انجیل شریف

(۱) اسی آیت کو انجیل شریف نے بھی بنی اسرائیل کو مخاطب کرکے دہرایا ہے: "وَھُوَ ھٰذَا"۔

چنانچہ موسیٰ نے حق فرمایا کہ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ پر ایک نبی پیدا کرے گا' جو کچھ وہ کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کردیا جائے گا' بلکہ سیموئل سے لے کر پچھلیوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں سبھوں نے اس کی خبریں دیں۔(اعمال:۳-۲۲ تا ۲۴)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ایک نبی آئے گا جو نبی کل و نبی عالمی ہوگا' اس پر ایمان لانا فرض ہوگا۔ جو اس پر ایمان نہ لائے گا وہ جہنم واصل ہوگا۔ وہ نبی خود سے نہ بولے گا' بلکہ وحی الٰہی اس کی زبان پر ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر بولے گا(مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی ---الخ)اور سیموئل سے لے کر آج تک جتنے نبی آئے' ان سب نے اس کی بشارت دی۔ چنانچہ چند بشارتیں اور ملاحظہ ہوں:

(۱) توریت

خداوند سینا سے آیا' سعیر سے ان پر آشکار ہوا' وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔(استثناء:۳۳-۲)

اس آیت شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب رسالت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبل فاران سے طلوع فرما کر پوری کائنات کو اپنے جلوؤں سے منور کردے گا۔

(۲) یسعیاہ

اس نے سوار دیکھے جو دو دو آئے تھے' پہلے گھوڑوں' دوسرے گدھوں' تیسرے اونٹوں پر۔(یسعیاہ:۲۱-۷)

اس آیت شریفہ سے بھی ظاہر ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب سے ظاہر ہوں گے اور اونٹ سواری میں ہوگا اس لیے کہ اونٹ عرب کی ملک ہے اور اونٹوں کو عرب سے ایک خاص نسبت ہے۔

(۳) زکریا

دیکھ خداوند کا دن آتا ہے جب تیرا مال لوٹ کر تیرے اندر بانٹا جائے گا۔(زکریا:۱۴-۱)

حضرت سیدنا زکریا و یحیٰی ابن زکریا حضرت مسیح علیہم السلام یہ تینوں ایک ہی گھر کے اور ایک ہی وقت میں تھے۔ اس لیے آیت بالا صریحاً حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ آپ ان حضرات کے بعد تشریف لائے اور میدان جہاد سامنے آگیا۔

(۴) حزقی ایل

میں اسے (بیت المقدس) الٹ دوں گا' پریوں بھی نہ رہے گا اور وہ آئے گا جس کا یہ حق ہے اور یہ میں اسے دے دوں گا۔
(حزقی ایل:۲۱-۲۷)

(۵) حبقوق

خدا تیما سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے (سلاہ) اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور یہ زمین اس کی حمد سے معمور

ہو گئی۔ (حبقوق: ۳-۳)

(٦) حجی
رب الافواج فرماتا ہے کہ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا' اور ساری قوموں کا محبوب آجائے گا اور میں اس کے گھر کو جلال سے معمور کردوں گا۔ (حجی: ۳-۷)

(۷) ملاکی
دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو' ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا' ہاں! عہد کا رسول جس کے تم منتظر ہو آئے گا۔ (ملاکی: ۳-۱)
اس آیت شریفہ میں عہد کے رسول سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی اطاعت کا سارے انبیاء عہد و اقرار کرچکے اور حلف وفاداری اٹھا چکے ہیں۔ "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ---الخ"

(۸) صنفیاہ
تم خداوند کے حضور خاموش رہو کیونکہ خداوند کا دن نزدیک ہے۔ (صنفیاہ: ۱-۷)

سیدنا مسیح علیہ السلام کی بشارت
اسی طرح اگر بشارتوں کی طرف اشارہ کرتا چلا جاؤں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے' اب رہیں کتب عہد جدید کی بشارتیں' اس کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے' انشاء اللہ! انہیں موقع موقع پیش کروں گا۔ سردست اس جگہ کتب عہد جدید سے چند بشارتیں پیش کرتا ہوں۔ خود حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے:
۱۔ یسوع نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔
(متی: ۵-۲۴)
۲۔ ان بارہ حواریوں کو یسوع نے بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی ملک میں داخل نہ ہونا' بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی۔
(متی: ۱-۵ تا ۷)
۳۔ اس وقت یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو' کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی۔ (متی: ۴-۱۷)
۴۔ پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا اور خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی۔ توبہ کرو اور خوشی کو مانو۔ (مرقس: ۱-۱۵)
خود حضرت مسیح نے پیرو مرشد حضرت یحییٰ علیہما السلام کا اعلان ملاحظہ ہو:
۵۔ ان دونوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے۔ (متی: ۳-۱)

خود حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:
٦- اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں کروں گا' کیونکہ اب جہان کا سردار (شاہزادہ عالم) آتا ہے۔ (یوحنا:۱۴-۳۰)

مکہ معظمہ کی نشاندہی

یہ تمام آیتیں جو مذکور ہوئیں اس میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بار بار خبردی گئی ہے کہ لوکل پروفٹ شپ ختم ہوتی ہے اور عالم گیر نبوت آرہی ہے یعنی اب وہ نبی آتا ہے جو عالمین پر فرماں روائی فرمائے گا اور ان کی سلطنت حکومت' نبوت و رسالت سے عالمین میں نہ کوئی ذرہ نہ کوئی قطرہ باہر ہوگا اور اس کے ظہور کا مقام فاران ہے یعنی مکہ معظمہ' پس وہ نبی آخر الزماں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دار السلطنت مکہ معظمہ ہوگا' اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت اسمٰعیل اسی مکہ معظمہ کے ریگستانوں میں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے' جن کے بیٹے قیدار اور پڑپوتے بہت تھے اور یہ اجداد حضور میں ہیں جیسا کہ خود توریت شریف میں ارشاد ہے:

خدا اس لڑکے (اسمٰعیل) کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا اور فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیے بیوی لی۔ (پیدائش:۲۱-۲۰'۲۱)

واضح ہو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام مصر کی رہنے والی اور بادشاہ مصر رقیوں کی بیٹی تھیں۔ ان تمام آیتوں سے مقام کا پتہ صاف مل گیا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور فاران یعنی مکہ معظمہ سے ہوگا۔

آسمانی کتابوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی بھی موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفے غزل الغزلات میں حضور کا نام نامی محمدیم ہے۔ عبرانی زبان میں یم' اظہار تعظیم واحترام کے لیے لگاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو عبرانی زبان میں آلوہیم' اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "محمدیم" کہتے ہیں۔

عصبیت کا برا ہو' پادری صاحبان نے "محمدیم" کا ترجمہ کہیں "عشق انگیز" کہیں "تشفی بخش" لکھا ہے' ان کے تعصب نے اسم معرفہ کا بھی ترجمہ کردیا۔ عبارت غزل الغزلات ملاحظہ ہو۔

غزل الغزلات

میرا محبوب سرخ ہیئت وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ خوبی میں رشک سرو ہے' اس کا منہ ازبس شیریں ہے' ہاں! وہ سراپا عشق انگیز ہے یروشلم کی بیٹیو۔ (غزل الغزلات:۵-۱۰ تا ۱۶)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم شریف انجیل میں احمد ہے مگر اس کا بھی ترجمہ ہوگیا۔

جائے ولادت کا تعین

جائے ولادت کا تعین بھی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام تا مسیح علیہ السلام کوئی نبی مکہ معظمہ میں پیدا ہی نہ ہوا اس لیے مکہ معظمہ کو آسمانی کتابوں نے بانجھ کہہ کے مخاطب کیا ہے مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں لاکر چھوڑی گئی تھیں اور آپ ہی کی نسل میں حضرت نبی آخر الزماں صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوئے'اس لیے آسمانی کتابیں مکہ معظمہ کو مبارک بادیاں پیش کر رہی ہیں۔

یسعیاہ

اے بانجھ! تو بے اولاد تھی' نغمہ سرائی کر تو جس نے ولادت کا درد برداشت نہیں کیا خوشی سے گا' اور زور سے چلا کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے' اپنی خیمہ گاہ کو وسیع کردے' ہاں! اپنے مسکنوں کے پردے پھیلا' دریغ نہ کر' اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر' اس لیے کہ تو داہنے اور بائیں بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی۔۔۔الخ۔ (یسعیاہ: ۵۴-۳ تا ۴)

اس مبارک باد کو تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے ساتھ ملا کر پڑھے تو معنی اور بھی زیادہ واضح ہو جائیں گے۔

ناظرین یقینی آگاہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت دعا فرمائی تھی جو قرآن عظیم میں بھی مذکور ہے اور توریت میں بھی' اس دعا کی قبولیت کی بشارت توریت میں یوں دی گئی ہے۔

توریت

میں نے تیری دعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی' دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بہرہ مند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ شہزادے پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔۔۔الخ۔ (پیدائش: ۱۷-۲۰)

آیات بالا کی مبارک باد میں بے کس چھوڑی ہوئی سے حضرت ہاجرہ مراد ہیں اور شوہر والی سے حضرت سارہ' خیمہ گاہ وسیع کر' مسکنوں کے پردے پھیلا' ڈوریاں لمبی' میخیں مضبوط کر' داہنے اور بائیں بڑھے گی۔ ان تمام باتوں کا مفہوم یہی ہے کہ لوکل پروفٹ شپ یعنی مقامی نبوت ختم ہوگی اور آسمانی بادشاہت کا فرماں روا آ رہا ہے جو پوری کائنات پر حکمران ہوگا (للعالمین نذیرا)
اب ذرا دوسری مبارکباد ملاحظہ ہو۔

یسعیاہ

بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں' سلعے کے بسنے والے گیت گائیں' پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں' وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں۔۔۔الخ۔ (یسعیاہ: ۴۲-۱۱)

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام ہے جو اپنے والد ماجد کے ساتھ فاران یعنی مکہ میں رہتے تھے' توریت نے یہ بھی بشارت دی ہے کہ قیدار اور قیدار کے پوتے بنت کی اولادیں حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خیرمقدم کریں گی اور ایمان لائیں گی۔ آیت ملاحظہ ہو:

توریت

قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔۔۔بناپوت (بنت) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔

(یسعیاہ: ۶۰-۷)

ان تمام آیتوں سے جو اوپر بیان ہوئیں ظاہر ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ معظمہ میں بڑی جاہ و جلال کے ساتھ رونق افروز ہوں گے۔ حضور کے سال ولادت کی خبر صحیفہ حضرت دانیال علیہ السلام میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک بار حضرت دانیال علیہ السلام واقعہ میں بطور مکاشفہ بیت المقدس کی تباہی و بربادی' قتل و قتال دیکھ رہے تھے جو بادشاہ طرطوس اور اس کے باپ کے ساتھ سے ۸۰ھ میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ حضرت دانیال علیہ السلام کو اس مقدس شہر کے حال پر نہایت قلق و صدمہ ہوا۔ مختصراً صحیفہ دانیال میں اس طرح ہے۔

دانیال

ہاں! میں (دانیال) دعا میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ وہی شخص جبرئیل نے مجھے چھوا اور کہا... تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لیے ستر ہفتے مقرر کیے گئے کہ خطاکاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے' بدکرداری کا کفارہ دیا جائے' ابدی راست بازی قائم ہو' رویا اور نبوت پر مہر ہو...... (دانیال:۹-۲۱ تا ۲۴)

ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ دانیال علیہ السلام اپنے شہر کی تباہی و ہلاکت مکاشفے میں دیکھ کر رو دیئے جس پر اللہ تعالٰی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت انہیں خبر دی کہ آج سے ستر ہفتے کے بعد فاتح بیت المقدس پیدا ہوگا جو یہاں کی بداعمالیوں اور خرابیوں کو دور کرے گا۔ راست بازی قائم کرے گا اور اسی پر وحی الٰہی اور نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ واضح ہو کہ توریت و انجیل کے ہفتے سات سال کے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ستر ہفتے کے معنی ۴۹۰ سال ہوئے اور ۸۰ء کا واقعہ ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۸۰ + ۴۹۰ یعنی ۵۷۰ ہوئے اور یہی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریف کا سال ہے اور حضور ﷺ پر وحی الٰہی کا سلسلہ بھی تمام ہوگیا اور نبوت بھی ختم ہوگئی۔

حضور ﷺ کی سیادت کا اعتراف

چونکہ سارے انبیاء علیہم السلام نے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبریں دی تھیں اور چونکہ خود مسیح علیہ السلام کے بعد کفر و شرک عام ہوگیا تھا' حتیٰ کہ بیت المقدس میں تین بت اور بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے۔ چاند' سورج' پانی' پتھر' آگ' درخت' جانور وغیرہ پوجے جانے لگے۔ اس لیے لوگ بہت بے چینی سے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے اور اس وقت کے انبیاء بڑے شد و مد سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبریں دینے لگے' چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

انجیل شریف

میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے' میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔
(مرقس:۱-۷)

انجیل شریف

جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے دل میں یوحنا (یحییٰ) کی بات سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سے

جواب میں کہا...جو مجھ سے زور آور ہے' وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔(لوقا:۳-۱۵'۱۶)

خود حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مرید و مسترشد حضرت مسیح علیہ السلام جنہوں نے یحییٰ علیہ السلام سے بپتسمہ لیا تھا' یوں اس نبی کی خبر دیتے ہیں:

انجیل شریف

اس کے بعد تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار (شہزادہ عالم) آتا ہے۔اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔
(یوحنا:۱۴-۳۰)

مجھ میں اس کا کچھ نہیں' ایک انگریزی محاورے کا لفظی ترجمہ ہے۔جس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے "میں اس کے پاسنگ کے قابل نہیں"۔ آسمانی کتابوں نے بھی حضور کو "سید الانبیاء" لکھا ہے' آیت ملاحظہ ہو:

انجیل شریف

اور جب سردار گلہ بان ظاہر ہو گا تو تم کو جلال کا ایک سہرا ملے گا جو مرجھائے گا نہیں۔(۱-پطرس---۴)

توریت اور انجیل میں بھیڑی سے مراد امت ہے اور گلہ بان سے انبیاء سردار گلہ بان یعنی سید الانبیاء۔

نور کا ذکر

قرآن عظیم و احادیث نبوی میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "نور" مذکور ہیں۔ اگلی آسمانی کتابوں میں بھی حضور نور ہی نور ہیں' آیت ملاحظہ ہو:

انجیل شریف

ایک آدمی یوحنا (حضرت یحییٰ) نام آموجود ہوا۔ جو خداوند کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ یہ گواہی کے لیے آیا تھا کہ نور کی گواہی دے' تاکہ اس کے وسیلے سے ایمان لاویں۔ وہ (یحییٰ) خود تو نور نہ تھا مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا۔ حقیقی نور جو ہر آدمی کو روشن کرتا ہے' دنیا میں آنے کو تھا"۔(یوحنا:۱-۶ تا ۹)

یوحنا یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی ہیں مگر انجیل کہتی ہے کہ وہ خود نور نہیں ہیں' بلکہ آنے والے نور کی جو حقیقی نور ہے گواہی دینے کو آئے تھے (انا من نور اللہ)

زبور مقدس

اپنے نور اور اپنی سچائی کو بھیج' وہی میری رہبری کریں۔(زبور:۴۳-۳)

زبور مقدس

کیونکہ زندگی کا سرچشمہ تیرے پاس ہے' تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے۔(زبور:۳۶-۹)

توریت شریف
کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ (استثنا:۳-۱)

توریت شریف
"شائنڈ" ہے یعنی چمکا اور یہ صرف نور ہی کے لیے کہہ سکتے ہیں۔
آسمانی کتابوں میں بھی حضور سارے عالم کے لیے نبی مذکور ہیں۔ آیت ملاحظہ ہو:

انجیل شریف
اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا' کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ (یوحنا:۱۴-۳۰)

انجیل شریف
جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی بننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا' امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔
(اعمال:۳-۲۳'۲۴)

توریت مقدس
میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں' سے حکم دوں گا' وہی وہ ان سے کہے گا جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا' نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثنا:۱۸-۱۸)

زبور شریف
وہ آ رہا ہے۔ وہ زمین کی عدالت کرنے کو آ رہا ہے۔ وہ صداقت سے جہاں کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔ (زبور:۹۲-۱۳)

زبور شریف
اس کی بجلیوں نے جہاں کو روشن کر دیا' زمین نے دیکھا اور کانپ گئی۔ (زبور:۹۷-۴)

علم غیب کا ذکر
آسمانی کتابوں سے حضور کا علم غیب بھی ظاہر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

انجیل شریف
جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا:۱۶-۱۳)

قرآن عظیم بھی فرماتا ہے:"وما ھو علی الغیب"۔
مثل قرآن عظیم کے انجیل مقدس کا بھی یہی ارشاد ہے کہ میرے حضور عرشی ہیں فرشی نہیں۔"قد جاء کم من اللہِ نُورٌ---الخ"

انجیل شریف

یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوئی ہیں اس میں کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس میں زندگی تھی۔
اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا۔ (یوحنا: ۲-۴)

حیات النبی کا ذکر

آسمانی کتابوں میں حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بڑے شاندار الفاظ میں مذکور ہے۔ آیت ملاحظہ ہو:

انجیل مقدس

اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ دوسرا مددگار (نبی) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (یوحنا: ۱۴-۱۵،۱۶)

انجیل شریف

وہ بیٹا جنی یعنی وہ لڑکا جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا اور اس کا بچہ یکایک خدا اور اس کے تخت کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ (مکاشفہ: ۱۲-۵) (سُبْحَانَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ)

ہجرت کا ذکر

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کا ذکر بھی آسمانی کتابوں میں درج ہے۔ آیتیں ملاحظہ ہوں۔

زبور مقدس

صادق خوشی منائیں۔ وہ خدا کے نزدیک شاداں ہوں۔ دیکھ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔ صحرا کے سوار کے لیے شاہراہ تیار کرو۔ بسن کا پہاڑ' خدا کا پہاڑ' بسن کا پہاڑ' اونچا پہاڑ ہے۔ اے اونچے پہاڑو! تم اس پہاڑ کو کیوں تاکتے ہو جسے خدا نے اپنی سکونت کے لیے پسند کیا ہے۔ بلکہ خداوند اس میں ابد تک رہے گا۔ (زبور: ۶۸-۳ تا ۱۶)
بسن' مدینہ کا ایک پہاڑ ہے جسے باشان بھی کہتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کوئی صادق اس ہجرت میں حضور کا رفیق ہوگا۔ شب ہجرت دشمنوں کا حملہ کرنا دشمنوں کی پسپائی و ناکامی اور حضور کا دشمنوں سے نکل جانا بھی مذکور ہے۔

زبور مقدس

اس سے عداوت رکھنے والے اس کے سامنے سے بھاگ جائیں گے' جیسے دھواں اڑ جاتا ہے ویسے ہی تو ان کو اڑا دے' جیسے موم آگ کے سامنے پگھل جاتا ہے۔(بور:۱-۱'۲)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ پہنچنا' حضور کا استقبال' عورتیں' لڑکیاں ان کا دف لے کر گانا' خوش آمدید کہنا سب مذکور ہے' ملاحظہ ہو:

زبور مقدس

اے خدا! لوگوں نے تیری آمد دیکھی' مقدس میرے خدا' میرے بادشاہ کی آمد۔ گانے والے آگے آگے اور بجانے والے پیچھے پیچھے چلے' دف بجانے والی جوان لڑکیاں بیچ میں۔(زبور:۶۸-۲۴'۲۵)

عورتیں اور لڑکیاں جو نغمہ گا رہی تھیں' ملاحظہ ہو:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ حضور کو ہجرت کے بعد فاتح ہونے کی حیثیت سے دوبارہ مکہ معظمہ میں لاؤں گا اور وہ لوگ جو جنگ کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں گے' انہیں پھر لا کر مکہ میں بسایا جائے گا' آسمانی کتابوں میں مذکور ہے:

زبور مقدس

خداوند نے فرمایا کہ میں ان کو بسن (جبل مدینہ) پر لاؤں گا۔ لوگوں کو سمندر کی تہہ سے نکال لاؤں گا۔(زبور:۲۸-۲۲)

چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ ۸ھ میں فاتح داخل مکہ ہوئے جس کا تین آسمانی کتابوں میں ارشاد ہے: وَهُوَ هٰذَا۔

غزل الغزلات

میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔۔۔ الخ (غزل الغزلات:۵-۱۰'۱۱)

توریت

وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا' اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت ہے۔(استثنا:۳۳-۲)

(۳) نامہ یہوداہ

ان کے بارے میں جنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا' یہ پیش گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔(یہوداہ کا پہلا خط:۱-۴)

ان تینوں کتابوں میں دس ہزار قدوسیوں کی خبر دی گئی ہے' چنانچہ ظاہر ہے کہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے ساتھ گئے ہوئے دس ہزار صحابہ کرام تھے' نہ ایک کم نہ ایک زیادہ پورے دس ہزار۔
آسمانی کتابوں میں یہ بھی خبر ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے پھر بیت المقدس میں بھی نہ بت پرستی ہوگی' نہ بتوں کا نام ونشان باقی رہے گا۔

انجیل مقدس

یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت! میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کروگی' نہ بیت المقدس میں۔ (یوحنا: ۴-۲۱)

انجیل مقدس

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے بتانے کے موافق مجھے معلوم ہے کہ میرے خیمے گرائے جانے کا وقت جلد آنے والا ہے۔ (پطرس کا دوسرا خط: ۱-۱۴)

اعلان طہارت مریم

جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونے لگے' بلکہ ایمان لانے لگے تو یہودیوں نے عیسائیوں پر سختی کرنی شروع کی اور آپ کی والدہ ماجدہ پر بطور طعنہ اتہام باندھنے لگے' چنانچہ ان لوگوں نے یہ بات حضرت مسیح علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ حضرت مسیح نے جواباً فرمایا:

انجیل شریف

جب وہ سچائی کی روح آئے گا... تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور مجھے پاک وصاف باعظمت کردے گا۔ (یوحنا: ۱۶-۱۴)
اس پر یہودیوں نے بھی سختی شروع کی کہ ایسا شخص تو نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت حضرت مسیح نے فرمایا:

انجیل شریف

جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کی روح جو پاک کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا: ۱۵-۲۶)
ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات وہ ہے جس سے حضرت مریم علیہا السلام کے بہتان والزام کا ازالہ ہو جائے گا اور حضور ہی کی گواہی پر رسالت مسیحی موقوف ومنحصر ہوگی اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا بھی کہ قرآن عظیم نے اس پوزیشن کو صاف کردیا اور مسکت جواب دیا۔

قرآن کریم

آسمانی کتابوں میں ہمارے قرآن عظیم کا ذکر بڑی شان سے آیا ہے:

(۱) توریت مقدس

وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر اس کے لیے آتشی شریعت تھی۔ (استثنا: ۳۳-۲)

(۲) زبور پاک

خداوند کی شریعت کامل ہے... خداوند کے قوانین راحت ہیں... خداوند کا حکم بے عیب ہے---الخ۔ (زبور: ۱۹-۷ تا ۹)

(۳) انجیل شریف

اور جو تخت پر بیٹھا تھا۔ میں نے اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔ (مکاشفہ: ۵-۱)

(۴) توریت مقدس

میں ان بنی اسرائیل کے لیے انہیں کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ (استثنا: ۱۸-۱۸)

(۵) زبور شریف

خداوند کا کلام پاک ہے۔ اس چاندی کے مانند جو بھٹی پر تپائی گئی اور سات بار صاف کی گئی ہو' تو ہی اے خداوند! ان کی حفاظت کرے گا۔ تو ہی ان کو اس پشت سے ہمیشہ تک بچائے رکھے گا---الخ (زبور: ۱۲-۶'۷)

(۶) زبور شریف

خداوند کی حمد کرو' خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ اور مقدسوں کے مجمع میں اس کی مدح سرائی کرو۔ (زبور: ۱۴۹-۱)

(۷) یسعیاہ

اے سمندر پر گرنے والو اور اس میں بسنے والو' اے جزیرو اور اس کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ' زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو---الخ (یسعیاہ: ۴۲-۱۰)

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ نبی خاتم الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت آتشیں ہوگی۔ آپ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی زبان ہوگی۔ اس میں ایک لفظ بھی حضور پر نور کا نہ ہوگا۔ جو آیت ہوگی چاندی کی طرح خالص تپائی ہوئی ہوگی۔ اس پر سات مہریں یعنی سات آیتوں والی سورہ فاتحہ ہوگی۔ ہمیشہ مقدسوں کے مجمع یعنی نماز کی ہر رکعت میں قرآن عظیم کی تلاوت اسی میں شروع کی جائے گی۔ وہ کتاب مکمل' اس کا دین کامل' اس کے نبی کی نبوت عالمین پر محیط ہے۔ وہ اک نیا گیت ہے اور حمد سے شروع ہے یعنی وحی الٰہی کے لیے یہ ایک نئی زبان ہوگی۔ (عربی)

فتح شرائع سابقہ

اس کے علاوہ اگلی کل کتابیں ناکمل، کل نبوتیں ناتمام جو ظہور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نزول قرآن کے بعد منسوخ و مرفوع ہیں، جیسا کہ خود انجیل کا ارشاد ہے:

انجیل شریف

ہم لوگوں کا علم ناقص ہے اور ہم لوگوں کی نبوت ناتمام لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔

(کرنتھین: ۱۳-۹،۱۰)

انجیل مقدس

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک نبوتیں ناتمام و شریعتیں ناقص ناکمل تھیں۔ پس جب نبی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" تو دین شریعت قانون، کتاب نبوت، رسالت مکمل ہو کر تمام کو پہنچ گئیں اور اس وقت سارے ادیان منسوخ اور ساری کتابیں مرفوع ہو گئیں اور اب میرے رسول کی ڈیوڑھی کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اس لیے آج ساری دنیا اپنے اپنے مذاہب کی کمی میرے قرآن عظیم سے قوانین لے کر پورا کر رہی ہے مثلاً ۱- مسئلہ طلاق ۲- کثرت ازدواج ۳- مسئلہ انتقام ۴- ترکہ دفتری ۵- عقد بیوگان وغیرہ وغیرہ، میرے قرآن شریف سے لے کر اپنے مذہب میں داخل کر رہی ہے، اس لیے کہ اس کی کتابوں میں ان قوانین کا الٹا ہے اور ان قوانین سے ان کی مذہبی کتابوں کا سخت تصادم اختلاف ہے، مگر چونکہ دنیا بغیر قرآن کے اب جی نہیں سکتی۔ میرا قرآن عظیم ہے، دنیا کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

ملعون رشدی کے تابوت میں آخری کیل

غیر مسلمین کے لیے وید و پران میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آمد کی بشارت

اٹھارہ پرانوں میں سے ایک پران ہے جس میں ویدویاس جی نے اس گفتگو کو جو کاک بھشنڈ جی نے گڑر جی سے بہ زبان سنسکرت کی تھی، نقل کیا ہے اور تلسی داس جی نے ہندی میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بارہویں اسکند چھٹے کانڈ میں ہے کہ:
گڑر جی سنو!

یہاں نا پکچھ بات کچھ راکھوں
وید- پران سنت مت بھاکھوں

تشریح: اس موقع پر میں کسی کی طرف داری قطعی کچھ نہ کروں گا وید پران اور بزرگوں کا جو مذہب ہے وہی بیان کروں گا۔

برس سہس دس سندرم ہوئی
تہ کے بعد نہ پاوے کوئی

تشریح: دس ہزار برس تک ولایت عام میں رہے گی۔ اس کے بعد کوئی نہ پائے گا (مگر وہ جس کے لیے پیشین گوئیاں کی جا رہی ہیں)

دیش عرب بھرک لتا سوہائی
سوتھل بھوم گت سنو کھگرائی

تشریح: ملک عرب جس کی لتا بھرک ستارہ (غالباً زہرہ ستارہ) یعنی سکر کی لتا ہے، پچھم میں خوشی کی اور اچھی زمین ہے، جس میں وہ پیدا ہوں گے۔

سمت بکرم کے دوہ انگا
مہان کوک نس چیز پتنگا

تشریح: "دوہ انگا" سمندر جو سات ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ ساتویں صدی بکرمی میں چار سورج کی روشنی یعنی سورج کی چوگنی روشنی لیے ہوئے (وہ پیدا ہوں گے) اشارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے کی طرف ہے و نیز چار یار کی طرف بھی اشارہ کہا جا سکتا ہے۔

سمجھو ست ناکر ہوئی
سندرم رام ادیس تتھ سوئی

تشریح: جس کی قدرت سے عجائب و غرائب کا ظہور ہو گا اور وہی اللہ کے ولی قائم ہو جائیں گے 'اشارہ اس طرح ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے اور سب کے لیے ہوں گے یعنی خاتم النبین رحمتہ اللعالمین ہوں گے۔

راج نیت بھو پریت دکھاوے
آپن مت سب کا سمجھاوے

تشریح: سیاست یعنی حکومت کی انتظامی صلاحیت اور محبت و خوف یعنی ترغیب و ترہیب سے اپنا مذہب سب کو سمجھائیں گے۔

اسرجتر سندرم ست چاری
تن کر بنس ہوئی بھوبھاری

تشریح: چار سیوک یعنی ان کے چار یار عاقل ولی کامل ہوں گے جن کی بدولت ان کے پیروؤں یعنی مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔

تگم اگم سوئی تیج اپارا
اپنی ابا انمت مجھارا

تشریح: جیسے کمہار آوے میں ایک جگہ آگ لگائے سب کہیں پہنچ جائے یا سمندر ایک جگہ سے بڑھ کر تمام پھیل جاوے 'ویسے ہی ان کا دین تیزی سے ہر طرف پھیل جائے گا۔

تب لگ جوسندم چھے کوئی
بنا محمد پار نہ ہوئی (انما)

تشریح: جب تک ان کا دین جاری رہے گا یعنی ہمیشہ کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وہ اللہ کے ولی قائم کر دیئے جائیں گے یعنی ہمیشہ کے لیے ہوں گے 'کوئی بیڑا ان کے بغیر پار نہ ہو گا' کوئی ان کے بغیر مقبول خدا نہ ہو گا' کامیاب نہ ہو گا۔

تب سے مانس جنت بہکاری
سمرت نام ہو ہیں برت دھاری

تشریح: آدمی' جانور' فقیر' دنیادار' سب ان کا نام رٹتے رٹتے مقبول خدا ہو جائیں گے۔

بن اچار بچار ونیسا
بھجے نام مرنے کلیسا

تشریح: بھید بھاؤ چھوت چھات چھوڑ کر جو ان کا نام رٹے گا۔ اس کے سب دکھ دور ہو جائیں گے۔

سمرتھ کو نہیں دوش گسائیں
رب پاوک سرسر کی نائیں

تشریح: ان کا نام رٹنے والے میں کوئی نجاست اور کوئی عیب نہیں رہے گا جیسے آفتاب۔ آگ دریا پر کوئی نجاست اثر نہیں کرتی۔

سوسا جج مکت نرپاویں
ہردارس کروید بکھانیں

تشریح: ویدبار باریہی سمجھا رہا ہے کہ فنافی البقاہ مرتبہ وہیں سے لوگ پائیں گے۔

تب ہوئی نہک لنگ اوتارا
مہدی کہیں سکل سنسارا

تشریح: پندرہ سو برس کے بعد ایک بزرگ ظاہر ہوں گے جنہیں سب دنیاوالے مہدی کہیں گے۔

ہر سندرم نہ مان نہیں ہوئی
تلشی بچپن ست ست گوئی

تشریح: تلسی داس جی نصیحت کر رہے ہیں کہ اب ان کے بعد کوئی اور نہ آئیں گے یعنی وہ خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین ہوں گے۔

دیپک سم اس جوت اور جارت ادھک
نہیں گرسان سجوت توکت سوکتا میں پڑے دیپک

تشریح: وہ نور چنگاری کی طرح نہ ہو گا کہ خود جلے اور کسی کو روشن نہ کرے۔ وہ نور چراغ کی طرح ہو گا جو خود روشن ہو گا اور سب کو روشن کرے گا۔

ایک سس اور پانچ ست ید منگل بریک
نام دھارن کریں نشچے من کرٹیک

تشریح: ایک ہزار پانچ سو برس تک لوگ دلی یقین اور خوشی کے ساتھ اس کے نام کا وظیفہ کریں گے۔

بشارتوں کی وضاحت

۱- ملک عرب میں ساتویں صدی بکرمی میں پیدا ہوں گے۔
۲- سیاست، محبت، خوف اور چار یار کی بدولت ان کا دین آگ اور پانی کی طرح سب کہیں پھیل جائے گا۔
۳- ان کے بغیر کسی کا بیڑا پار نہ ہو گا، کوئی کامیاب نہ ہو گا، کوئی مقبول خدا نہ ہو گا۔
۴- ان کا نام رٹنے والے لوگ تمام عیبوں سے پاک اور دکھ درد سے محفوظ ہوں گے۔
۵- وہ خاتم النبین ہوں گے۔
۶- وہ رحمتہ اللعالمین ہوں گے۔
۷- پندرہ سو برس تک ان کا مذہب دھوم دھام سے چلتا رہے گا۔ امام مہدی تشریف لے آئیں گے یعنی بہ زبان اسلام قیامت آجائے گی۔

اگر خدائے پاک نے عقل و فہم عطا فرمائی ہے تو بات صاف صاف سمجھ میں آجائے گی کہ ان بشارتوں کے مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

بھوشن اتر پران

وید دیاس جی کے اٹھارہ پرانوں میں سے ایک پران ہے جس میں لکھا ہے کہ کل جگ میں "سرب انما" پیدا ہوں گے جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔ ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے۔ ملک دنیا کے لیے کچھ نہ تلاش کریں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے۔ وہ اللہ کے دوست ہوں گے۔

تشریح: "کل جگ" یعنی اخیر زمانہ "قرب قیامت" "سرب" بہت زیادہ "انما" تعریف کیے گئے یعنی "محمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے یعنی کم سے کم وقت میں کہیں سے کہیں پہنچ جائیں گے' اشارہ اس طرف ہے کہ سفر معراج فرمائیں گے۔

"دوست" جس کو بہر صورت بہر قیمت خوش اور راضی رکھا جائے یعنی "حبیب"۔

بشارتوں کی وضاحت

۱۔ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) نام ہوگا۔ ۲۔ اخیر زمانے میں تشریف لائیں گے۔ ۳۔ خاتم النبین ہوں گے۔ ۴۔ بادل سر پر سایہ کرے گا۔ ۵۔ جسم پاک کا سایہ نہ ہوگا۔ ۶۔ جسم پاک پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ ۷۔ مشرف بہ شرف معراج ہوں گے۔ ۸۔ اپنے لیے دنیا کے سلسلے میں کچھ نہ کریں گے۔ ۹۔ کم خوراک ہوں گے۔ ۱۰۔ اللہ کے حبیب ہوں گے--- سبحان اللہ پڑھتے جائیے' سمجھتے جائیے' پہچانتے جائیے کہ یہی نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

نوٹ: بہ حساب ابجد "انما" اور "محمد" دونوں کے اعداد بانوے (۹۲) ہیں۔ یہ بھی اس بات کی ایک دلیل ہے کہ دونوں اسم ایک ہی مسمی اور ایک ہی ذات گرامی کے ہیں۔ "انما" بہ زبان سنسکرت اور "محمد" بزبان عربی۔

کلکی پران

ہنود کے عقائد کے مطابق اس دنیا میں دنیا اور دنیا والوں کی مدد اور ہدایت کے لیے چوبیس (۲۴) اوتاروں کا تشریف لانا یقینی اور قطعی ہے جو نمونہ خداوندی یا حامل بعض اوصاف خداوندی ہوں گے جن کا ذکر شری مدبھاگوت میں موجود ہے۔ ان میں سے تیئیس اوتار تو اس کتاب کلکی پران کے زمانہ تصنیف تک تشریف لا چکے۔ اب صرف ایک چوبیسویں آخری اوتار کا انتظار ہے جن کا ذکر کئی کتابوں میں ہے اور ان کا نام "کلکی اوتار" یعنی سیاہی دور کرنے والا اوتار بتایا گیا ہے۔ انہیں اوتار کے تذکرے میں ایک وید کو چار وید اور اٹھارہ پران بنانے والے اکیسویں اوتار وید دیاس جی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام کلکی پران رکھا۔ اس کتاب کے صفحہ (۹) پر ہے کہ کلکی پران کا پتا کا نام "وشنویس" اور ماتا کا نام "سوم وتی" ہوگا۔

تشریح: نبی آخرالزماں کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ اس لیے کہ "وشنو" اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بمعنی حاضر و ناظر ہے۔ یعنی اللہ اور "یس" بمعنی عبد یعنی عبداللہ اور "سوم وتی" بمعنی امن و امان والی یعنی آمنہ اور صفحہ (۱۲) پر ہے کہ کلکی اوتار کے تین بھائی ہوں گے۔ ۱۔ کوی ۲۔ سمت ۳۔ پراک۔

تشریح: "کوی" بمعنی بہت بڑی عقل والے یعنی "عقیل" اور "سمت" بمعنی بہت بڑے علم والے یعنی جعفر اور "پراک" بمعنی بہت بڑے مرتبے والے یعنی علی۔ مطلب یہ ہوا کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین بھائی بنام عقیل و جعفر طیار و علی مرتضیٰ ہوں گے اور صفحہ ۱۵ پر ہے کہ پرس رام کلکی اوتار کو گپھا میں لے جا کر تعلیم دیں گے۔

تشریح: "پرس" بمعنی روح اور "رام" اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بمعنی اللہ یعنی روح الحق' روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام "گپھا" بمعنی غار یعنی غار حرا میں جبریل علیہ السلام نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سنائیں گے۔

اور صفحہ (۱۸) پر ہے کہ شیو کلکی اوتار کو ایک گھوڑا دیں گے جو عجیب و غریب ہوگا بمعنی "براق" یعنی حضور براق پر سفر معراج فرمائیں گے۔

نوٹ: شری مدبھاگوت میں اوتاروں کی تصویریں دی گئی ہیں اور ہر اوتار کی تصویر کے سامنے اس کی خاص چیز کی تصویر دی گئی ہے یعنی اسپیشل مارک۔ شری رام چندر جی کی تصویر کے سامنے تیر کمان کی تصویر اور شری کرشن جی کی تصویر کے سامنے سدرشن چکر اور کنس کے سر کی تصویر اور کلکی اوتار کی تصویر کے سامنے دو پروں والے گھوڑے کی تصویر دی گئی ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض پنڈت دو پروں والے گھوڑے کی ایک چھوٹی سی تصویر اندر کی جیب میں سینے کے برابر رکھتے ہیں۔

اور صفحہ ۲۶ پر ہے کہ کلکی اوتار اپنے پہلے آنے والے بزرگوں کی تعریف کریں گے۔

تشریح: نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پہلے تشریف لانے والے پیغمبروں کی تصدیق فرمائیں گے۔

اور صفحہ (۲۶) پر ہے کہ سنگل دیپ کے راجہ کی بیٹی کلکی اوتار کو بیاہ کا پیغام دے گی۔

تشریح: مال دار باعزت و شہرت عورت خدیجہ الکبریٰ اپنی طرف سے شادی کا پیغام دیں گی۔

بشارتوں کی وضاحت

۱- نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ ۲- ان کے تین بھائی بہ نام عقیل و جعفر طیار و علی ہوں گے۔ ۳- جبریل علیہ السلام غار حرا میں وحی الٰہی سنائیں گے۔ ۴- براق پر سفر معراج فرمائیں گے۔ ۵- خدیجتہ الکبریٰ شادی کا پیغام اپنی طرف سے دیں گی۔ ۶- سیاہی دور کرنے والے نور مجسم ہوں گے۔ ۷- خاتم النبین ہوں گے۔ آپ کے بعد کوئی نبی تشریف نہیں لائیں گے۔

کھلی آنکھوں نے دیکھ لیا اور بے تعصب ایمان دار دلوں اور دماغوں نے مان لیا کہ مذکورہ بالا تمام پیش گوئیوں اور بشارتوں کے حامل صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور دوسرا کوئی نہیں۔ ایک ایک پہچان دیکھتے جاؤ اور پہچانتے جاؤ کہ یہی ہیں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مہادیو جی

جب اس زمین کو چھوڑ کر مہادیو جی کیلاش پہاڑ پر تشریف لے جانے لگے' تو اس سے پہلے اس وقت کے شریر لوگوں کو نصیحت فرمائی تھی کہ غلط راستے کو چھوڑ کر سیدھا اور سچا راستہ اختیار کریں اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو "دواپر" کے اخیر زمانے میں قادر مطلق ایک شخص پیدا کرے گا جو زمین پر تمہارا نام و نشان نہ چھوڑے گا۔ یہ نصیحت فرما کر مہادیو جی مع اپنی اہلیہ پاربتی جی کے کیلاش پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ ایک زمانے کے بعد پاربتی جی نے ان باتوں کی تفصیل دریافت کی' تب آپ نے بیان شروع کیا۔

اے پاربتی جی آدم کے چھ ہزار برس بعد "مندرنے" میں جو دریا کے درمیان ہے وہ بڑا قادر ایک عجیب طرح کی مخلوق پیدا کرے گا' وہ آدم کی اولاد میں ہوگا وہ جس پر پیدا ہوں گے وہ شیو کے لائق ہوگی' وہ ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوں گے۔ ہاں! صرف منہ

اور سر پر ہوں گے۔ جو پوجا ان کی قوم کرتی ہوگی' وہ نہ کریں گے سوائے پرم آتما کے کسی طرف رجوع نہ ہوں گے۔ ان کی قوم ان سے جدا ہو جائے گی۔ ان کا سنہ لکھا جائے گا۔

تشریح: "مندر نے" یعنی ملک عرب "شیو کے لائق" بمعنی اللہ کی پسندیدہ زمین مکہ مکرمہ۔

بشارتوں کی وضاحت

۱۔ آدم علیہ السلام کے چھ ہزار برس بعد پیدا ہوں گے۔
۲۔ بے مثال ہوں گے البشر لا کالبشر انسان ہوں گے' انسان کے جیسے نہ ہوں گے۔
۳۔ ملک عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔
۴۔ ختنہ کیے ہوئے ہوں گے۔
۵۔ منہ پر داڑھی اور سر پر بال ہوں گے۔
۶۔ بت پرستی نہ کریں گے۔ خدا کے سوا کسی طرح رخ نہ کریں گے۔
۷۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائیں گے۔
۸۔ ان کا سنہ ہجری لکھا جائے گا۔

ایک ایک بشارت پڑھتے جائیے' سمجھتے جائیے' پہچانتے جائیے کہ یہی ہیں نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ان بشارتوں کا مصداق نہ کوئی آیا ہے' نہ کوئی آئے گا۔ نہ کوئی آسکتا ہے۔

نوٹ: مہادیو جی کی اور پاربتی جی کی اس گفتگو کو شست سن جی نے جو مہادیو جی کے خاص عقیدت مند اور اپنے طبقے کے مانے ہوئے صاحب کرامت اور اسی پہاڑ پر مشغول عبادت تھے' سنا اور سن کر سونگ وسنگ کو جو اپنے طبقے میں مانے ہوئے عالم فاضل تھے سنایا' جس کا ریکارڈ "نیم کمار مصرک" میں موجود ہے۔

بدھ جی

میں ہی پہلا بدھ یعنی روشن ضمیر نہیں ہوں جو اس دنیا میں آیا ہوں' مجھ سے پہلے بہت سے روشن ضمیر یعنی بدھ گزر چکے ہیں اور آیندہ جب بھی ضرورت ہوگی تو آئے گا۔ مگر ابھی اس کا زمانہ بہت دور ہے۔ وہ مقدس ہوگا اور اعلیٰ درجہ کا روشن ضمیر ہوگا۔ اس کو عمل میں حکمت دی گئی ہوگی۔ وہ مبارک ہوگا۔ وہ تم پر انہیں ابدی صداقتوں کا اظہار وانکشاف کرے گا جو میں نے تم کو سکھائی ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی عام دعوت دے گا۔ اس کا مذہب ابتدائیہ میں شاندار ہوگا' تم اس کو ماننا اور اس کی پیروی کرنا۔ ان کے بھائی نے دریافت کیا کہ ہم اس کو کس طرح پہچان سکیں گے؟ فرمایا کہ اس کا لقب "متیا" ہوگا اور ماں کا نام "شانتی" ہوگا۔

تشریح: "متیا" بمعنی رحمت اور "شانتی" بمعنی امن یعنی آمنہ۔

بشارتوں کی وضاحت

۱۔ ابھی ان کے آنے میں بہت دن ہیں۔
۲۔ وہ مقدس ہوں گے۔

۳- اعلیٰ درجے کے روشن ضمیر ہوں گے۔
۴- ان کے ہر حکم اور کام میں حکمت ہوگی۔
۵- وہ مبارک ہوں گے۔
۶- میری ہی تعلیم کو دہرائیں گے۔یاد دلائیں گے۔
۷- ان کی دعوت کسی خاص قوم یا ملک یا جماعت کے لیے نہیں ہوگی' بلکہ دعوت عام ہوگی۔
۸- ان کا مذہب شاندار ہوگا۔
۹- رحمتہ اللعالمین کے لقب سے زمانے بھر میں مشہور ہوں گے۔
۱۰- ماں کا نام آمنہ ہوگا۔

کتنی واضح اور نمایاں شناخت بیان کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

نوٹ: مہاتمابدھ کے سلسلے میں مسٹرپاول پرائس کی لکھی ہوئی کتاب کے باب "تمیا" سے یہ اقوال لیے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مہادیوجی اور بدھ جی نے ان پاکیزہ اقوال کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔

پیغمبر اعظم ﷺ کی عظمت پر غیر مسلمین کے تاثرات

ملعون رشدی کے لیے لمحہ فکریہ

ضدی' ہٹ دھرم' متعصب' تنگ نظر' جاہل' جفا پیشہ' سفاک اور شقی القلب' ازلی ملعونوں اور مردودوں کا ذکر نہیں۔ ورنہ کون ہے جس نے آقائے دو عالم' فخر بنی آدم' سید المرسلین' خاتم النبین' حامی بے کساں' رحمت دو جہاں' حضرت احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت کا خراج اور محبت کا نذرانہ پیش نہ کیا ہو یا جو ایسا کرنا خود اپنے لیے باعث فخر و ناز اور وجہ عزت و افتخار نہ تصور کرتا ہو۔

ازل سے لے کے اب تک ہر فضا میں
درخشاں تھے' درخشاں ہیں محمد
نشان عظمت و شان الٰہی
کمال نوع انساں ہیں محمد

وہ ذات قدسی صفات جو تمام عالم و عالمیان کے لیے رحمت بن کر مبعوث ہوئی ہے' جسے رب العالمین نے اپنی مخلوق کے لیے ہادی' رہبر اور نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہو۔ جس کے دم قدم ہی سے حیات و کائنات کی تمام رعنائیاں و برنائیاں ہیں۔ ابر و باد' ماہ و خورشید اور ارض و سما کی تمام فیاضیاں' اور فیض بخشیاں جس جان رحمت کے اشارۂ ابرو کی محتاج ہیں' اس کی شان و عزت کا اعتراف و اقرار نہ کرنا اور توصیف و ستائش سے روگردانی کرنا محض اپنے ہی جہل' کور چشمی' کوتاہ بینی' سنگدلی اور سب سے بڑھ کر تیرہ بختی کا ثبوت پیش کرنا ہے۔

حلقہ بگوش اسلام ہو کر اپنی گردن میں سیدنا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا مبارک پٹہ ڈال لینے والے تو ان کی حرمت و ناموس پر اپنا تن من' دھن نچھاور کر دینے ہی کو دولت کونین اور نعمت دارین سمجھتے ہیں اور اپنی فکر و عمل کے ہر گوشہ کو اسی کی عقیدت و محبت سے سرشار رکھنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔

مگر ایک بڑی تعداد غیر مسلموں کی بھی ہے جنہوں نے برضا و رغبت اور بطیب خاطر سرکار عربی کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ ان میں شاعر بھی ہیں' ادیب بھی' صحافی بھی ہیں' خطیب بھی' اہل قلم بھی ہیں اور سیاست دان بھی۔ پچھلے چودہ سو برسوں میں غیر مسلم عقیدت مندوں نے آقائے کونین کی شان و عظمت کو جو کچھ خراج عقیدت پیش کیا ہے' اس کو اکٹھا کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھی کافی نہیں ہو سکتے۔

یہ عقیدت مندیاں کسی ایک زبان میں نہیں ادا کی گئیں' بلکہ عربی' فارسی' اردو' ہندی' عبرانی' سرائیکی' انگریزی' فرنچ'

جرمن، روسی، چینی، جاپانی اور انڈونیشی، ملائی، تامل، تیلگو، کنڑ، اڑیسہ، بنگلہ، سنسکرت اور دنیا کی تقریباً تمام زندہ اور بیدار زبانوں کا دامن محبت کے ان سرسبز و شاداب پھولوں سے معمور ہے۔ یہ گہرہائے نایاب نثر و نظم ہر شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان سب کو سمیٹنا اور ایک جگہ جمع کرنا بہت بڑا کام ہے۔ کیوں نہ ہو جس مقدس ہستی کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے (وما اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ) اور جس سے کہلوایا گیا ہے کہ "اے گروہ انسانی میں تم سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" (قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا) اس کی شان میں اگر جناب ستیہ پال اختر رضوانی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں تو اظہار حقیقت ہی کرتے ہیں۔

از خاک عرب تا بہ عجم جانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف و کرم جانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں تیرے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہل حرم جانتے ہیں

سیکڑوں کتابوں کے ہزاروں صفحات میں پھیلے ہوئے غیر مسلم مصنفین اور اہل قلم کی عقیدت مندیوں کے موتیوں میں چند اہم اور آبدار پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

بھگت کبیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نب کا در کھلا نہیں نبی گئے اس پار
جیسے نجھ، نجھ مان نکل جائے اوہ پار

"نب (آسمان) کا دروازہ نہیں کھلا مگر نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پار چلے گئے۔ بالکل اس طرح جیسے نجھ (نگاہ) نجھ (شیشہ) کے پار ہو جاتی ہے"۔

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری، منشی سکھ دیو، پرشاد بسل، منشی مہیش پرشاد سوگ، ٹھاکر یوا سنگھ اثیم، پروفیسر تلوک چند محروم، جناب جگن ناتھ آزاد، پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی، پنڈت پال کمند عرش ملسیانی، پنڈت آنند موہن گلزار، زتشی، منشی شیشور، پرشاد منور لکھنوی، منشی نوبت رائے نظر لکھنوی، منشی پیارے لال، رونق میرٹھی، لالہ ہری چند اختر، پنڈت آنند نرائن ملا وغیرہ سیکڑوں غیر مسلم شعراء کے نعتیہ اشعار پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ صرف یورپ اور ہندوستان کے چند دانشوروں کے خیالات پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ : مشہور فرانسیسی ادیب الفریٹ ڈی لرٹائم اپنی کتاب "ہسٹری لا ٹرکی" میں لکھتے ہیں: عالم الہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، بانی مذہب، آئین ساز، سپہ سالار، واضح اصول اور دینی حکومت کے بانی، یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمت ہیچ ہے۔

۲۔ فرانسیسی جنرل: سرکار دو عالم کو حیرت انگیز معلم قرار دیتے ہوئے نپولین بوناپارٹ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے یہ سب کچھ صرف پندرہ سال ہی میں ہو گیا۔ جبکہ پندرہ سو سال میں بھی حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اپنی امتوں کو صحیح راہ پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ حضرت محمد صاحب عظیم الشان تھے۔

۳- مشہور عیسائی ادیب: بسوارتھ اسمتھ اپنی کتاب "محمد اینڈ محمڈن ازم" میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی بڑی خوش نصیبی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ یک وقت ایک قوم' ایک حکومت' ایک مذہب کے بانی تھے۔

۴- جارج برنارڈ شا: لکھتے ہیں کہ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہستی عظیم تھے اور انسان کے نجات دہندہ۔

۵- سر طامس کارلائل: اپنی کتاب "ہیرو اینڈ ہیرو شپ" میں لکھتے ہیں کہ اس زمین (عرب) کی ریت بارود ثابت ہوئی جس نے دلی سے غرناطہ تک کے آسمانوں کو لپیٹ میں لے لیا۔

۶- ڈاکٹر لین پول: اگر محمد صاحب سچے نبی نہ تھے تو دنیا میں کوئی برحق آیا ہی نہیں۔

۷- میجر آرتھر گلن مورنڈ: وہ صرف ممتاز رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے بھی صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے' ان سب میں ممتاز رتبے کے مالک تھے۔

۸- مسٹر ایڈورڈ مونٹے: آپ نے سوسائٹی کے تزکئے اور اعمال کی تطہیر کے لیے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتا ہے۔

۹- کرنل سائکس: کوئی شخص آپ کے خلوص نیت و سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۱۰- کونٹ ٹالسٹائی: آپ نے انسانی خون ریزی سے منع فرمایا اس کے لیے حقیقی تمدن و ترقی کی راہوں کو کھول دیا۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پاسکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی طاقت ہو اور ایسا شخص عام اکرام و احترام کا مستحق ہے۔

۱۱- مسز اینی بیسنٹ: ایک ممتاز دانشور ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: بعثت سے قبل بھی آپ اندھیرے میں روشنی کے مینار کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمیں آپ کی زندگی اس قدر شریفانہ اور اس قدر سچی نظر آتی ہے کہ ہم فوراً معلوم کر لیتے ہیں کہ کیوں آپ کو گرد و پیش کے لوگوں تک اپنے خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ وہ کون سا نام تھا جس سے مکہ کے تمام مرد' عورتیں اور بچے آپ کو پکارا کرتے تھے "وہ نام امین اور صادق تھا"۔

۱۲- ڈاکٹر برنگھم: انہوں نے اس امر میں رہنمائی کی جو انسانی زندگی میں سب سے اہم ہے۔ یعنی خدا اور بندے کے تعلقات۔

۱۳- مسٹر سار مستشرق: اس کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوئے۔

۱۴- سر ولیم میور: متعصب مورخ "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے کہ اہل تصنیف محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بارے میں ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی' متفق ہیں۔

۱۵- ڈاکٹر ڈی رایٹ: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی ذات اور قوم کے لیے نہیں، بلکہ دنیائے ارض کے لیے رحمت تھے۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقے سے انجام دیا ہو۔

۱۶- گاندھی جی: جبکہ مغرب قعر جہالت میں پڑا ہوا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (۲) میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نے بزور شمشیر سرفرازی و سربلندی حاصل نہیں کی، بلکہ اس کی بنیاد نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خلوص، خودی پر آپ کا غلبہ، وعدوں کا پاس، غلام اور دوست احباب کے ساتھ یکساں محبت، آپ کی جرات اور بے خوفی، اللہ اور خود پر یقین جیسے اوصاف۔

۱۷- سوامی وویکانند: اپنی کتاب "دی گریٹ ٹیچر آف دی ورلڈ" میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر مساوات حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ تم پوچھتے ہو، کیا ان کا مذہب اچھا ہے؟ اگر ان کا مذہب اچھا نہ ہوتا تو پھر وہ زندہ کیسے رہتے۔ صرف اچھے اور نیک انسان ہی کو حیات دوام ملتی ہے۔ برے انسان کی زندگی کبھی طویل نہیں ہوتی۔ نیک انسان لاثانی اس لیے ہے کہ اس میں تقدس اور صداقت کا جوہر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اگر اچھائی نہ ہوتی تو وہ ایک دن بھی قائم نہ رہتا۔ اس مذہب میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مساوات اور انسانی اخوت کے علم بردار ہیں۔

۱۸- لاجپت رائے: جس وقت کہ بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی، اس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہان پرش عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا۔

۱۹- مانگ تونگ: (بدھی پیشوائے اعظم) حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صاحب کا ظہور بنی نوع انسان پر ایک رحمت تھا۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمد سے محبت کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔

۲۰- رابندر ناتھ ٹیگور: نوبل پرائز حاصل کرنے والے سب سے پہلے ہندوستانی اور بنگلہ زبان کے عظیم شاعر ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور رقم طراز ہیں: اسلام دنیا کے مذاہب میں سب سے بڑا مذہب ہے۔ نبی اعظم کا پیغام ساری دنیا کے لیے سراسر رحمت ہے۔ دنیا کو اسی پیغام سے امن و سکون مل سکتا ہے۔

۲۱- مسز سروجنی نائیڈو: انگریزی زبان کی مشہور شاعرہ لکھتی ہیں: میرے مذہب کی بنیاد الہامی کتاب پر نہیں ہے تاہم میں خود کو اس قابل پاتی ہوں کہ اس عالمگیر اخوت کا اعتراف کروں جو حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پاک و پاکیزہ تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

۲۲- ماسٹر تارا سنگھ: پریزیڈنٹ سکھ لیگ، جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صاحب نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا تو مجھے اس کی کم فہمی پر ہنسی آتی ہے۔

۲۳- بھگت راؤ سنگھ ایڈووکیٹ: شری رام چندر جی، مہاراج بھگوان شری کرشن جی، گرو نانک جی، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ سب روحانی بادشاہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی شہنشاہ تھے جن کا مقدس نام "محمد" تھا۔

۲۴- لالہ امیر چند کھنہ: جرنلسٹ ماہر انکم ٹیکس چونا منڈی دہلی۔
شری کرشن نے گیتا میں ایشور کی طرف سے ایک مشہور وعدے کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ فیضی نے فارسی میں کیا ہے

چوں بنیاد دیں سست گردد بسے
نمائیم خود را بہ شکل کسے

(یعنی جب دین کی دیوار و بنیاد بہت کمزور ہونے لگتی ہے تو ہم اپنے کو کسی کے روپ میں ظاہر کر دیتے ہیں) اس وعدے کا ایفاء محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وجود سے کیا گیا ہے۔

۲۵- رائے بہادر پنڈت مٹھن لال: (صدر آریہ سماج اجمیر) مگر خدائے تعالیٰ نے حضرت محمد صاحب کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدائے تعالیٰ واقعی ہے۔

۲۶- پنڈت بہاری لال شاستری: حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صاحب نے مذہبی جنگ کو اخلاق اور ایشوری وشواس سے اور سوشل ریفارم پولٹیکل کام کو تلوار سے کیا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا' آپ کو مہاپرش' دیش بھگت' سنسار کا سنکاری پایا۔ دو گن بڑے مہان تھے ایشور وشواس اور سنگھٹن۔

۲۷- کملا دیوی بی۔اے' بمبئی: عرب کے مہاپرش وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔

۲۸- جان ولیم ڈریپرا: اپنی کتاب "تاریخ ذہنی ارتقائے یورپ" میں لکھتے ہیں:
حضرت محمد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ نسل انسانی پر جتنا اثر آپ نے ڈالا' اتنا کسی اور نے نہیں ڈالا۔ آپ کے اندر وہ اوصاف موجود تھے جن سے سلطنتوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے پیروؤں کی معاشی حالت اور ذہنی کیفیت کو تزکیہ نفس صبر و استقامت روزہ اور نماز کے ذریعہ سنوارا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا۔ آپ نے کردار کی عظمت پر زور دیا اور واضح کیا کہ شرافت کا معیار کردار ہے۔ آپ کئی اقالیم کے پیشوا اور واقعی رسول خدا ہیں۔
ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں انسانی زندگی کی تمام حیثیتیں جمع تھیں۔ ایک انسان' ایک باپ' ایک شوہر' ایک دوست' ایک خانہ دار' ایک تاجر' ایک مدبر' ایک حاکم' ایک منصف' ایک سپہ سالار غرضیکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ بے مثال موسس' ہر معیار' ہر مقیاس کی رو سے عظیم ترین ہیں۔ اکرم ہیں' اعظم ہیں۔

۲۹- جان ڈیون پورٹ: کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" کے افتتاحی الفاظ یہ ہیں: اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام مقننوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی سوانح حیات ان سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔

۳۰- ایم۔ایم۔ پکھتال: ممتاز مترجم و مفسر قرآن حضور سرکار رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حیات طیبہ کا ذکر یوں کرتے ہیں:
دوسرے پیغمبروں کے برخلاف جن کی اصل تصویر عقیدت مندی کے دھندلکے کے باعث ہم سے چھپی ہوئی ہے' محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک روشن اور تاریخی کردار ہیں جن کے طرز عمل اور طریق زندگی کی پوری تفصیلات خود ان کے ہم

عصروں نے ہمارے لیے جمع کر دی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معلم اعظم تھے۔ آپ کی تعلیمات چند چیزوں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں' بلکہ آپ کا دائرہ انتہائی وسیع اور جامع تھا۔ خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی سے' قانون سے متعلق ہو یا اخلاق سے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق ہدایات موجود نہ ہوں۔

۴۱۔ سر ولیم بگنٹ: یہ انگریز مفکر اپنی کتاب "دی فیچر آف اسلام" میں لکھتا ہے:

اسلام کے پاس اولاد کو دینے کے لیے اتنا کچھ ہے کہ وہ بالآخر ساری دنیا کو اپنا بنا لے گا۔

۴۲۔ پروفیسر جرمینس: ہنگری کے یہ پروفیسر "گلوریز آف اسلام" میں رقم طراز ہیں:

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں بے پناہ توانائی ہے اور وہ مسلمانوں کو پھر سے زندہ کر سکتی ہے۔

پیغمبر انسانیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادات و معاملات کے علاوہ اٹھنے' بیٹھنے' کھانے' پینے یہاں تک کہ قضائے حاجت اور طہارت کے طریقے' آداب' تمیز' لباس و کلام کے آداب سکھائے۔

اسلام نے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنے کا حکم دیا۔ غیر مسلموں سے اچھے سلوک سے پیش آنے کی عملی مثالیں پیش کیں۔

۴۳۔ فادر ڈیرک کمٹیا: یہ مستشرق اپنے ایک مضمون "پیغمبر اسلام" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

بانی اسلام کا غیر مسلموں کے ساتھ سلوک بھی مثالی تھا۔ آپ کے ایک صحابی ابو بصرہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ غیر مسلم تھے تو مدینہ میں آپ کے یہاں رہے۔ رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے۔ آپ کا سارا گھرانہ بھوکا رہا مگر آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

ایک اور صحابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کافر آپ کے یہاں مہمان تھا۔ وہ ایک رات میں سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ وہ آزمانا چاہتا تھا' صبح جب اس نے دیکھا کہ آنحضور اسی شفقت سے پیش آ رہے ہیں تو وہ مسلمان ہو گیا۔

غرضیکہ آپ کی زندگی میں ہمیں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ آپ بحیثیت سپاہی' سپہ سالار' شوہر' دوست' منصف' حاکم غرضیکہ ہر حیثیت میں ایک عظیم مثالی انسان تھے جن کی تعلیمات ساری دنیا کے لیے ہیں۔

۴۴۔ ڈاکٹر گستاف: اس ممتاز دانشور نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شخصیت کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی قوم میں روشن مثال تھے۔ آپ کا کردار پاک اور بے داغ تھا۔ لباس اور غذا میں انوکھی سادگی تھی۔ مزاج میں اتنی سادگی تھی کہ اپنے ساتھیوں سے کوئی خاص تعظیم قبول نہیں کرتے تھے اور اپنے غلام سے جنہیں انہوں نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' کوئی ایسی خدمت نہیں لیتے تھے جو خود انجام دے سکتے تھے۔

آپ اس قدر رحم دل تھے کہ آپ نے لوگوں سے انتقام نہیں لیا جنہوں نے آپ پر اس وقت پتھروں کی بارش کی تھی جب آپ انہیں سیدھا راستہ دکھا رہے تھے۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے' آپ پر گندگی پھینکی جاتی تھی۔ آپ کا کئی سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کئی بار آپ کی جان لینے کی کوشش کی۔

۳۵۔ جارج ریواری: اس مستشرق نے پیغمبر انقلاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:
محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک عظیم المرتبت پیغمبر ہی نہیں تھے جنھوں نے اس دنیا کی روحانی تسکین کا سامان کیا' بلکہ وہ ایک ایسے ہمہ گیر و معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی اور معلم تھے جن کی نظیر تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی۔

۳۶۔ ریو سٹیفن: نے کہا' محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین نوع انسانی کے لیے برکت کا موجب' تاریکی سے روشنی اور شر سے خیر کی طرف رجعت کا باعث بنا۔

۳۷۔ ایم۔اے جی لیونارڈ: اپنی کتاب "اسلام اور روحانی اقدار" میں آپ کی عظمت و صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:
حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غایت درجہ کے مخلص' صادق اور عظیم ترین انسان ہیں۔ آپ ایک عظیم قوم کے بانی' ایک عظیم سلطنت کے فاتح و معمار اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم مذہب کے راہنما اعظم ہیں۔
آپ اپنی امت پر "رؤف و رحیم" اپنے آپ پر مہربان اور اپنے پروردگار کے سچے پرستار تھے۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو تاریکی کی پستیوں سے نکال کر نور اور صداقت کی انتہائی اونچی چوٹیوں پر متمکن کیا۔

۳۸۔ آرباس درتھ سمتھ: اپنی کتاب "محمد اینڈ محمڈن ازم" میں لکھتے ہیں:
آپ صحرا میں گلہ بان تھے۔ شام میں تاجر تھے۔ مدینہ میں مہاجر تھے' غار حرا میں معتکف تھے۔ بت پرستوں کے پورے جہان کے مقابلے میں واحد داعی توحید تھے۔ آپ فاتح اقلیم تھے۔ دنیا کی تاریخ میں صرف آپ ہی اس شان کے انسان نظر آتے ہیں کہ آپ بیک وقت ایک امت' ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں۔ آپ کی زندگی میں کئی انقلاب آئے۔ آپ کی عادت آپ کے رہن سہن کے طریق میں یکسانیت ہی نظر آئی۔ حالات بدل گئے مگر آپ نہ بدلے۔

۳۹۔ پروفیسر مارگولیتھ: اپنی کتاب "محمد اینڈ رائزنگ آف اسلام" میں لکھتے ہیں:
حضرت محمد کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جسے ختم کرنا ناممکن ہے' لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کی تعلیم' تدریس' دعوت و تبلیغ سے وہ نتائج برآمد ہوئے جس کا عشر عشیر بھی کسی مفکر' کسی مدبر' کسی مصلح' کسی مذہبی پیشوا کے حصہ میں نہیں آیا۔

۴۰۔ ہملٹن گب: نے کتاب "محمڈن ازم" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پراثر شخصیت اور اخلاقی برتری کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:
"ہمارے نزدیک یہ بات محتاج بیان نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے صحابہ نے اپنے ارادے اور جذبات جس طرح محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مرضی کے تابع کردیئے تھے۔ اس کی تمام تر وجہ آپ کی شخصیت کا اثر تھا۔ اگر یہ اثر نہ ہوتا تو وہ رسول اللہ کے دعاوی کو کبھی اہمیت نہ دیتے۔
آپ کی دینی تعلیمات سے بڑھ کر آپ کی اخلاقی عظمت تھی جس نے اہل مدینہ کو انصار بنا دیا۔

۴۱- منٹگمری واٹ: نے کتاب "پرافٹ اینڈ سٹیٹ مین" میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامیابی پر یوں روشنی ڈالی ہے:
محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سوانح حیات اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں اتنا ہی آپ کی کامیابیوں کی وسعت پر حیرانی ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حالات اتنے سازگار تھے اور انہوں نے آپ کو وہ مواقع مہیا کیے جو بہت کم مشاہیر کو حاصل ہوتے ہیں۔ تاہم یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے ہم پلہ تھے۔ یہ آپ کی حکمت' سیاست اور انتظامی صلاحیتوں کے طفیل ہے کہ انسانیت کی تاریخ کو ایک اہم باب ملا۔

۴۲- ای ڈنشا: اس عیسائی مورخ نے "مسلمانوں کے نبی" کے عنوان سے اپنے مقالہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرشکوہ شخصیت کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۳- ولیم میکنیل: نے "دی رائز آف دی ویسٹ" کے نام سے دنیا کی تاریخ مکمل کی ہے جو علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہوئی۔ موصوف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم انقلابی تحریک کو بھرپور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:
آپ سے پہلے یا بعد کسی بھی نبی کو اتنی جلد اور اتنی عظیم کامیابیاں حاصل نہیں ہوئیں' نہ ہی کسی ایک انسان کے کارناموں سے دنیا کی تاریخ کا رخ اتنی تیز رفتاری سے اور اتنے انقلابی پیمانے پر بدلا۔ اپنے الہامی کلام' اپنی مثالی ذاتی زندگی اور انتظامی ڈھانچہ کے قیام سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ممتاز نئے طرز زندگی کی بنیاد ڈالی جس نے دو صدیوں کے مختصر عرصہ میں نسل انسانی کی کثیر تعداد کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ آج بھی بنی نوع انسانی کا ساتواں حصہ ان کا اطاعت گزار اور نام لیوا ہے۔

۴۴- سر فلپ گبز: "گلوری آف محمد" میں اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسانیت کی ترقی کے لیے عظیم کارنامہ انجام دیا' لکھتے ہیں:
اسلام جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین کہلاتا ہے۔ اس نے انسانی تہذیب اور اخلاقیات کی ترقی اور فروغ کے لیے ان تمام مذاہب سے کہیں زیادہ کام کیا ہے جو انسان کی تخلیق سے لے کر اب تک اس کی روح کو گرمانے کا باعث ہوئے ہیں۔

۴۵- انسائیکلوپیڈیا: کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں سب سے بڑے اور تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب شخص ہیں۔

۴۶- ہرش فیلڈ: اس مستشرق نے اپنی کتاب "نئی تحقیق" میں لکھتا ہے:
دنیا کی کسی قوم نے اتنی جلدی تہذیب حاصل نہیں کی' جیسے کہ عربوں نے واقعی اسلام کی بدولت حاصل کی۔ یہ اس تہذیب کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مہدویت کارفرما تھی جس نے ان گنت انسانوں کو عارف کامل بنادیا اور ایک شاندار کلچر کی بنیاد رکھی۔

۴۷- ڈاکٹر اسٹیفن: لکھتے ہیں پیغمبر اسلام اس ملک میں پیدا ہوئے جہاں سیاسی تنظیم' معقول عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے کوئی شناسا نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی ذہانت سے بیک وقت سیاسی حالت' مغربی عقائد اور ضابطہ اخلاق کی اصلاح کردی۔ انہوں نے مختلف قبائل کی جگہ انہیں ایک قوم بنادیا۔ مختلف دیوتاؤں اور آقاؤں کی جگہ ایک خدا پرست اور ایمان کی تعلیم دی اور بڑی

بڑی معیوب اور قبیح رسومات کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا۔ جوں جوں اسلام اپنے قدم عرب کی سرزمین سے باہر رکھتا گیا' کئی وحشی قومیں اس کی آغوش میں آتی چلی گئیں۔

اسلام نوع انسانی کے لیے برکات کا موجب اور تاریکی سے نور اور شیطان سے خدا کی طرف مراجعت کا باعث ہے۔

۴۸- ہٹی: ممتاز مستشرق ہٹی پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے:

تاریخ میں یہ پہلی کوشش تھی کہ لوگوں کو خون کے بجائے دین کے نام پر ایک مرکز پر جمع کیا گیا اور ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی جس کا حاکم اعلیٰ رب العالمین ہے۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روحانی فرائض کے علاوہ ایسے فرائض بھی انجام دیے۔ جیسے سلطنت کا دستور اور ان کی امت میں سب لوگ قبائلی رشتوں اور علاقائیت سے یکسر منقطع ہو کر حقیقی معنوں میں بھائی بھائی بن گئے۔

۴۹- جیری ایڈی: اس ممتاز مسیح مورخ نے سرکار رسالت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے عظیم صحابہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

مجھے ہمیشہ اس بات نے ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے کہ مٹھی بھر مسلمان جن کا دارالمشورہ اس انداز کا تھا کہ جب بارش ہوتی تھی تو تنکوں کی چھت ٹپک پڑتی اور مٹی کا فرش گارا ہو جاتا۔ اسی گارے پر سجدہ ریز ہو جانے والی قوم کے چند سپاہی جن کی تلواروں کی دھار تیز نہیں ہوتی تھی' جو سواریوں سے بھی تہی دست ہوتے تھے' اس کچی مسجد میں بیٹھ کر جب روما اور ایران کے استبداد کے خلاف مشورے کرتے ہیں تو وہ ان کو کیسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔

۵۰- پروفیسر سیڈیو: نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پرشکوہ شخصیت' آپ کے خلق عظیم اور بے مثل عادل ہونے کا اعتراف ان لفظوں میں کیا:

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید اپنے اور پرائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نزدیک برابر تھے۔ وہ کسی کو ضعیفی یا ناداری کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے اور کسی توانا کو یا بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ سب سے محبت فرماتے اور دشمن و دوست سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔

۵۱- جوزف شاخت: نے "محمد انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس" میں آپ کی کامیابیوں پر یوں روشنی ڈالی:

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی رسالت کی صداقت پر جو پختہ یقین تھا' وہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ آپ کی شخصیت کا جو پہلو نہایت شدت سے ابھرا' وہ آپ کا دینی جذبہ تھا۔ جب اس کا امتزاج آپ کی غیر معمولی سیاسی صلاحیتوں سے ہوا تو آپ کی رسالت دنیا میں ہی کامیابیوں سے ہمکنار ہو گئی۔ مکہ میں آپ کا صبر و استقلال اور مدینہ میں آپ کے مدبرانہ اعمال اور منصوبے یہ سب آپ کی اس نظریاتی جدوجہد کے مظاہر تھے جس کے لیے آپ ساری عمر انتھک کوشش کرتے رہے۔ آپ کی غیر معمولی شخصیت نے جس کے اثر و نفوذ نے آپ کی کامیابی کی راہیں ہموار کیں' اسلام پر اپنے انمٹ اثرات چھوڑے ہیں۔

۵۲- فرانز بوہل: نے "محمد انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں اپنے ہم عصروں کی بعض مبالغہ آرائیوں کو تنقید کا ہدف بناتے ہوئے لکھا:

آج کل کے بعض مصنفین میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سوانح حیات کے ناپسندیدہ واقعات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور آپ کی حقیقی دینی عظمت کو سرے سے نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اگر آپ پر واقعی جنس اتنی غالب ہوتی اور آپ دنیوی معاملات میں واقعی اتنے مشغول ہوتے اور کامیابی کے حصول میں' اصولوں کے بارے میں اتنے غیر محتاط ہوتے تو اسلام کی جس قوت کا ظہور آپ کی ذات سے ہوا اور جو آپ کی وفات کے بعد بھی پھلتا' پھولتا رہا' اس کی کامیابی بغیر کسی سبب کے تسلیم کرنا پڑے گی۔

۵۳- رابرٹ ایل گلک: مغربی مصنفین کے اس نظریے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا' کی پرزور تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

مغربی مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور وہ عرب کی تصویر بناتے ہوئے اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھاتے ہیں' لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے فہم کا قصور ہے۔ کیونکہ اس معاملے میں مجرم مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہیں۔ یہ کہنا کہ مسلمانوں کی دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ جنگیں مذہبی تھیں اور دوسرے مذاہب کو دبانے کے لیے تھیں' غلط اور خارج از بحث ہے۔ کیونکہ یہ بات مادی اور سیاسی دلائل سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔

۵۴- ٹور آندرے: سویڈن کے اس مستشرق نے کتاب "محمد" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتی کامیابیوں کو تحقیق کا موضوع بناتے ہوئے لکھا ہے:

نبوت محمدی کے ابتدائی سالوں میں جب قبول اسلام یہودیوں کے نزدیک راستے کا پتھر تھا اور مشرکین عرب کے نزدیک محض حماقت تھی جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا' ان میں بے حد اہم اور باصلاحیت افراد بھی تھے۔ یہ لوگ اخلاقی احساس ذمہ داری اور صحت مند شعور حقیقت کے مالک تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ باب جس میں آپ کے ان ہم محنت رفیقوں کا ذکر ہے' اہمیت میں کسی طرح کم نہیں۔ جو بات آپ کے اعمال و اقوال سے محض جزوی طور پر ظاہر ہوتی ہے' آپ کی ذات کی قوت اثر وہ اعتماد جو آپ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا' وہ جذبہ جو آپ نے بیدار کیا اور وہ راست بازی جو آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی' یہ سب اس باب میں زندہ الفاظ میں کندہ موجود ہے۔

۵۵- برنارڈ لوئیس: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی اور تاریخی کامیابیوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

وہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بہت بڑی کامیابیوں سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ مغربی عرب کے امیوں کے لیے آپ ایک نیا دین لے کر آئے تھے جو اپنا عقیدہ توحید اور اخلاقی تعلیمات کی بناء پر زمانہ جاہلیت کے ان مذاہب سے کہیں بلند تھا جن کی جگہ یہ دین آیا تھا۔ آپ نے اس دین کو وہ آسمانی کتاب عطا کی جو بعد کی صدیوں میں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے اخلاق و افکار کے لیے راہبر بنی۔ لیکن آپ کی کامیابی صرف یہی نہیں تھی' بلکہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں ایک ملت اور ایک ریاست قائم کر دی تھی جو ہر لحاظ سے منظم بھی تھی اور طاقتور بھی۔

۵۶- رائے سٹن پائک: نے اپنے ایک مقالہ بعنوان "محمد پیغمبر دین اسلام" میں اعتراف کیا ہے۔ غالباً دنیا میں سب سے زیادہ جو ہستی بے بنیاد اتہامات کا نشانہ بنی' وہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔

۵۷- جارج سیل: نے رحمت دو عالم کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:
محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کامل ترین فطری صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ شکل وصورت میں انتہائی حسین وجمیل، فہم و فراست میں دور رس، عقل و دانش والے اور اعلیٰ اور پسندیدہ اخلاق رکھتے تھے۔ غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلے میں صاحب استقلال و شجاعت اور خدا کی حمد وثناء میں مشغول رہنے والے تھے۔

۵۸- بابا گرونانک: نے آپ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے کہا:

الف اکلا اک ہے دوجا پاک رسول
کلمہ پڑھ لے نانکا جو درگہ پویں قبول

۵۹- پنڈت سائیں گوبند رام: اپنے ایک مضمون "ایک نبی ایک انسان" میں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اظہار خیال کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:
مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام ایک بہت بڑے انسان اور ایک بہت بڑے مذہب کے بانی ہیں جن کی زندگی کا ہر پہلو، ہر انسان کے لیے خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، روشنی کا مینار ہے۔

۶۰- سردار گورودت سنگھ دارا: ایک سکھ دانشور نے "رسول عربی" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت و محبت جھلکتی ہے۔ ایک اقتباس درج ذیل ہے:
یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سنتے ہیں جس بشر نے تجھے نظر سے دیکھا اس کا دل تیری نذر ہو رہا۔ جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہ شوق سے دیکھا وہ پھر مشتاق نگاہ غیر نہ رہی۔ کہتے ہیں تیری چھب بڑی موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام، کلام قرآن تھا۔ اے دلدار عرب سنتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی پھر وہ بجھائے نہ بجھی۔ اے تاجدار عرب کہتے ہیں۔

غلام نرگس مست تو تاجدار اند
خراب بادۂ لعل تو ہوشیار اند

اے خسروئے خوبی کرنا ایک نظر ادھر بھی۔ بھلا دیکھ تو تیرے در پر کھڑا دست سوال دراز کیے ہے۔ دے نام عشق کچھ زکوٰۃ حسن اسے بھی۔ مانا کہ تیرا مداح خواں خود کبریا ہے۔ مانا کہ تو حبیب خدا ہے مگر۔

یہ تو میں کیوں کر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

۶۱- سردار دیوان سنگھ مفتون: اپنے ایک مضمون میں "غریبی اور کلمۃ الحق" میں رقم طراز ہیں:
میں سکھ خاندان میں پیدا ہوا اور نسل کے اعتبار سے مجھے سکھ ہی سمجھا جانا چاہیے مگر ذاتی خیالات کے اعتبار سے میں حضرت مسیح اور پیغمبر اسلام کا اتنا ہی معتقد اور بھگت ہوں جتنا کوئی عیسائی یا مسلمان ہو سکتا ہے۔

۶۲- ایم-این-رائے: اس مشہور اشتراکی رہنما نے اپنی تصنیف "اسلام کے تاریخی کارنامے" میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں سب سے بڑے انقلاب آفریں رہنما گزرے ہیں۔

۶۳- سادھوٹی ایل دسوانی: کہتے ہیں:

اور ہندو کیوں یہ اعتراف نہ کرتے جبکہ ہندوؤں کی مشہور کتاب کلکی پران کے بارہویں باب میں درج ہے:

جگت گرو، وشنو بھگت اور سومتی سے پیدا ہوگا۔ اس کی پیدائش ۱۲ بیساکھ پیر کے دن، سورج نکلنے سے دو گھڑی بعد ہوگی۔ اس کا پتا اس کے پیدا ہونے سے پہلے پرلوک سدھار جائے گا۔ اس کی ماتا بھی بعد میں فوت ہو جائے گی۔ جگت گرو کی شانل دیپ (سنسکرت میں مکہ کو کہتے ہیں) کی شہزادی سے شادی ہوگی۔ شادی کے موقع پر اس کا ایک چچا اور تین بھائی موجود ہوں گے۔ ایک غار میں پرس رام (جبرئیل علیہ السلام) اسے تعلیم دے گا اور جس وقت وہ بستی میں آکر تبلیغ کریں گے تو لوگ تکلیف دیں گے۔ شمالی پہاڑوں میں ہجرت کریں گے۔ وہاں سے پھر تلوار لے کر اٹھیں گے۔ ملک فتح ہوگا۔ جگت گرو (حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک گھوڑا ہوگا جو برق سے زیادہ تیز چلے گا۔ آپ ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔

ثبوت علم غیب

رشدی کا علم نبوت سے انکار

۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء کا دن ہے۔ شدید سردی میں ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاں علمی محفل جمی ہوئی ہے۔ شریک محفل ہیں جناب محمد اسلم جیراجپوری' جناب غلام احمد پرویز' قاضی محمد اشرف' جناب سید نذیر نیازی صاحب اور دیگر احباب۔ مختلف علمی' دینی اور عصری مسائل زیر بحث ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے زریں خیالات و افکار سے حاضرین کو مستفیض فرما رہے ہیں۔ باتوں باتوں میں "نبی اور شعور نبوت" کا نازک موضوع چھڑ جاتا ہے۔ حضرت اقبال اپنے اس پسندیدہ اور محبوب موضوع پر اپنے ارشادات عالیہ کو تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔

حاضرین محفل میں سے سید نذیر نیازی صاحب اور غلام احمد پرویز صاحب اسی دن رات کو اس علمی محفل کی مفصل روداد اپنی اپنی ڈائریوں میں قلم بند کر لیتے ہیں۔ نیازی صاحب کی اس دن کی ڈائری ان کی مایہ ناز تالیف "اقبال کے حضور" کے ۳۳ صفحات (صفحہ ۳۶ تا ۶۸) پر پھیلی ہوئی ہے۔ "نبی اور شعور نبوت" کے موضوع پر اس کا ایک اقتباس نیازی صاحب کی ڈائری سے درج ذیل ہے:

شعور نبوت کو تو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں زمانے کی ساری وسعتیں سمٹ کر ایک نقطے پر آ جاتی ہیں۔ ماضی' حال اور مستقبل کا امتیاز قائم نہیں رہتا۔ لہٰذا ہمارے لیے جو بات آنے والی ہوتی ہے' شعور نبوت کو پہلے ہی اس کا علم ہوتا ہے۔ اس طرح جیسے کہ اس کا ظہور ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر حقیقت اور ہر صداقت کو اپنے سامنے عیاں دیکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وحی الٰہی میں ان کے یقین کامل کی۔ لہٰذا جس علم کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے' اس میں یقین ہی یقین ہو گا۔ اس کے برعکس عقل اور فکر کی دنیا کہ ہم اس میں قدم بہ قدم آگے بڑھتے ہیں' اس میں اثبات کے ساتھ نفی اور یقین کے ساتھ ظن کا پہلو قائم رہتا ہے۔ فلسفہ نام ہے انسان کی دماغی کاوشوں کا' لیکن یہ کاوشیں آخر انسانی ہیں۔ ان میں یقین کا رنگ پیدا نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص وہ یقین جسے ہم علم الیقین' حق الیقین اور عین الیقین سے تعبیر کرتے ہیں۔ فکر میں یقین کا رنگ پیدا ہو گا تو وحی الٰہی کی بدولت کہ اس کی رہنمائی میں آگے بڑھے۔

غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی ڈائری میں اس موضوع پر حضرت اقبال کے جو خیالات درج کیے ہیں' وہ سید نذیر نیازی صاحب کی پیش کردہ روایت سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

رسول کی تعریف (DEFINATION) کے متعلق فرمایا کہ ایک رسول میں اللہ کی طرف سے یہ شعور پیدا کر دیا جاتا ہے کہ وہ

امتداد زمانہ (LENGTH OF TIME) کو سمیٹ کر ایک حال کے اندر مرتکز کرے' لہٰذا جو باتیں دوسروں کے نزدیک دو ہزار برس بعد میں آنے والی ہوتی ہیں' وہ رسول کے سامنے زمانہ مستقبل کی نہیں بلکہ حال کی ہوتی ہیں اس لیے وہ اپنی وحی میں اس قدر محکم یقین رکھتا ہے کہ اس کی سچائیاں اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ وہ ان کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے دل میں شک و ریب کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ (ماہنامہ "طلوع اسلام" لاہور اپریل ۵۱ء' ص ۳۲)

دیکھا آپ نے نیازی صاحب اور پرویز صاحب کی روایتیں ایک دوسرے کی تصدیق کر رہی ہیں۔ نبی کی ذات کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بصیرت و قوت عطا ہوتی ہے کہ امتداد زمانہ اس کے سامنے سمٹ کر "حال" کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ نبی کے ہاں ماضی اور مستقبل نہیں بلکہ صرف "حال" ہے۔ ماضی اور مستقبل اسی "حال" میں شامل ہیں یا دوسرے لفظوں میں جو بات آج سے ہزاروں سال پہلے ہو چکی ہے یا ہزاروں سال بعد ہونے والی ہے' نبی کے سامنے وہ اس طرح موجود ہے کہ گویا ابھی ظہور میں آ رہی ہے۔ یعنی وہاں صرف شہادت کی اصطلاح ہی استعمال ہو سکتی ہے "غیب" کا گزر نہیں۔

۲۔ آگے جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم عالم غیب' عالم شہادت کے بارے میں کچھ جان لیں۔ اس موضوع پر ہم نیاز فتح پوری صاحب کی ایک تحریر سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں نبی' نبوت عالم غیب اور عالم شہادت پر بحث کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(الف) لفظ غیب یا غائب معنی میں ہر اس امر کو کہتے ہیں جو مستور ہو۔ آنکھوں سے نظر نہ آئے اور جس کا ہم زمان و مکان متعین نہ کر سکیں۔ چنانچہ جب کوئی آواز کسی ایسے مقام سے آتی ہے جس کا پتہ نہیں چلتا یا نظر نہیں آتا تو عربی زبان میں اس کو اس طرح ادا کرتے ہیں "سَمِعْتُ الصَّلْوَاتِ مِنْ وَّرَآءِ الْغَيْبِ" اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال لغوی معنی سے ہٹ کر تو نہیں ہوا۔ قرآن میں متعدد جگہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سب سے پہلے تو سورۂ بقرہ کی بالکل ابتداء میں "يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" نظر آتا ہے' بعض مفسرین نے اس آیت میں غیب کے جو یہ معنی لکھے ہیں کہ "آنکھ بند کر کے ایمان لاتے ہیں" ان سے مجھے اختلاف ہے اس کا جو مفہوم عبداللہ بن عباس نے ظاہر کیا ہے' وہی درست معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "اَلْغَيْبُ هُوَاللّٰهُ" یعنی غیب سے مراد خدا کی ذات ہے چونکہ خدا کی ذات مستور ہے اور نظر نہیں آتی' اس لیے اس کو لفظ غیب یا غائب سے تعبیر کرنا بالکل لغوی معنی کے لحاظ سے ہے جس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

سورۂ آل عمران میں جناب مریم کو ان کی تطہیر و پاکیزگی کا یقین دلاتے ہوئے اطاعت و عبادت کی ہدایت کی گئی تو اس کے ساتھ ارشاد ہوا "ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ" یعنی غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے بتاتے ہیں۔ یہاں غیب کے معنی خواہ خدا کے لیجیے یا محض عالم مستور کے (جو عالم شہادت کی ضد ہے) کوئی فرق نہیں آتا اور وہی لغوی معنی بدستور قائم رہتے ہیں۔

(ب) دو مقام پر صاف صاف علم غیب کے متعلق اظہار حقیقت کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہوتا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ یعنی خدا کے پاس غیب کے خزانے یا کنجیاں ہیں جن کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔

دوسری جگہ سورۂ جن میں مرقوم ہے:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔	یعنی وہ عالم الغیب (خدا) اپنا بھید کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر اس پر جسے وہ رسالت کے لیے چن لے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ انعام اور سورۂ جن کی آیتیں متعارض ہیں‘ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۂ انعام میں جو حقیقت ظاہر کی گئی ہے‘ وہ اپنی جگہ بالکل درست ہے یعنی یہ کہ رموز غیب کا جاننے والا صرف خدا ہے اور سورۂ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان رموز کو وہ اپنے رسولوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اس طرح سورۂ جن سے گویا یہ امر روشن ہو گیا ہے کہ خدا رسولوں کو علم غیب عطا کرتا ہے۔

(ج) عالم غیب اور عالم شہادت دو عالم مانے جاتے ہیں عالم شہادت تو وہ جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہے یا جس کا ہم کو علم ہو چکا ہے اور عالم غیب وہ جو ہماری نگاہ اور ہمارے حواس و ادراک سے پوشیدہ ہے اور یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ عالم شہادت بہ نسبت عالم غیب کے نہایت مختصر ہے‘ انسانی معلومات کا نقص اور اس کی تنگی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ جو کچھ انسان کو معلوم ہے اور جن کا وہ اپنے آپ کو محقق سمجھتا ہے وہ بھی اسے اچھی طرح معلوم نہیں‘ چہ جائیکہ تمام کائنات اور رموز کائنات و آفرینش سے آگاہ ہو جانا‘ الغرض! انسان کے سامنے جو کچھ ہے وہ عالم غیب کا نہایت ہی حقیر و مختصر سا حصہ ہے۔ جس کا علم اسے حاصل ہو گیا ہے اور جس کو ہم عالم شہادت کہتے ہیں۔ وہ بھی کسی وقت عالم غیب ہی میں شامل تھا۔

علوم حاضرہ کی تمام تحقیقات فنون جدیدہ کی تمام معلومات کسی وقت عالم غیب ہی میں داخل تھیں۔ جو بعد کو عالم شہادت میں داخل ہوئیں علم الکیمیا کے تمام نظریے‘ علم طبقات الارض کے تمام انکشافات‘ طبیعات کے جملہ مسائل‘ الغرض! اس وقت کی تمام معلومات سب عالم غیب سے متعلق تھے جو اب عالم شہادت میں آ گئے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ اور کون سے غیب کے خزانے ہیں جو آئندہ انسان کو عطا ہونے والے ہیں‘ اس لیے یہ کہنا کہ غیب کا علم رسول کو نہیں تھا اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ کلی علم کسی انسان کو حاصل ہی نہیں ہو سکتا‘ لیکن جزئی علم انسان کو حاصل ہے‘ چہ جائیکہ انبیاء و رسول بہرنوع زیادہ مکمل انسان تھے۔

(ماہنامہ نگار لکھنؤ "تنقیح اسلام نمبر" صفحات ۱۳۰-۱۲۹)

(۳) چونکہ نبی و رسول کے لیے امتداد زمانہ سمٹ کر حال بن جاتا ہے اس لیے اس کا ایمان‘ ایمان بالغیب نہیں‘ بلکہ ایمان بالشاہدہ ہوتا ہے۔ امتیوں کے اعمال و افعال ہر وقت اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں‘ وہ ان کے اعمال و افعال کا صرف شاہد ہی نہیں بلکہ حفیظ بھی ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک خط بنام خانخاناں تحریر فرماتے ہیں:

وبا چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم و تاویل دائم و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مرطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفیض و مربی است۔ (اخبار الاخیار‘ حاشیہ ص ۲۰۰)

ترجمہ: علماء میں اس قدر اختلافات و کثرات مذاہب ہے بایں ہمہ کسی ایک کو اس مسئلہ میں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شائبہ مجاز و توہم و تاویل حیات حقیقیہ کے ساتھ دائم و باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت کو اور متوسلان بارگاہ نبوت کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیہ "وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ بر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام

است۔ پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک وبد شمار او اخلاص ونفاق شمارا۔ (تفسیر عزیز' پارہ اول' ص ۵۱۸)

مصنف تفسیر "روح البیان" علامہ حقی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ

وَمَعْنٰى شَهَادَةِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِمْ اِطِّلَاعُهٗ عَلٰى رُتْبَةِ كُلِّ مُتَدَيِّنٍ بِدِيْنِهٖ وَالْحَقِيْقَةُ الَّتِيْ هُوَ عَلَيْهَا مِنْ دِيْنِهٖ وَحِجَابِهِ الَّذِيْ هُوَ بِهٖ مَحْجُوْبٌ عَنْ كَمَالِ دِيْنِهٖ فَهُوَ يَعْرِفُ ذُنُوْبَهُمْ وَحَقِيْقَةَ اِيْمَانِهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّئَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ وَنِفَاقِهِمْ وَغَيْرَ ذٰلِكَ بِنُوْرِهِمْ۔

ان پر رسول گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلع ہیں اپنے دین کے ہر متدین کے رتبہ پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب سے وہ کمال دین سے محجوب ہے' پس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور ان کے اعمال کو اور ان کی نیکیوں اور برائیوں کو اور ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے نبوت کے جو معنی بیان کیے ہیں' وہ صرف اصطلاحاً ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی رو سے صحیح ہیں۔ چند آیات و احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ (آل عمران)

۲۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (تکویر)

یاد رہے کہ علم غیب کلی یا ذاتی صرف ذات باری تعالٰی سے مخصوص ہے۔ رسولوں کو وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے "غیب" کے خزانوں سے نوازتا ہے۔ پھر رسول خاص خاص موقعوں پر اپنے متبعین کو بھی اس علم سے مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا' یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ منبر سے اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا' یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر دی۔ ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے' وہ زیادہ عالم ہے۔ (صحیح مسلم)

(۴) اقبال کا ایمان و عقیدہ تھا کہ "رسول بر اعمال و افعال امت حاضر و ناظر است"۔ وہ اس عقیدہ کے یہاں تک پابند تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو "چشم او بینندۂ ما فی الصدور" اور "رازدان جزو کل" سمجھتے اور مانتے تھے' ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افعال امت کے صرف شاہد ہی نہیں' بلکہ "شاہد صادق" ترین ہیں۔

اے فروغت صبح اعصار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور
پچناں آں راز دان جزو و کل
گرد پائش سرمہ چشم رسل
شاہد حالش نبی انس و جاں
شاہدے صادق ترین شاہداں

چونکہ اقبال کے ایمان کے مطابق ان کا کوئی فعل بلکہ خیال تک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور نبوت سے پوشیدہ نہیں' اس لیے وہ ذات باری تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور دگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اب بھی ان کی صحبت بابرکت سے اسی طرح فیض اٹھایا جاسکتا ہے جس طرح کہ ان کی زندگی میں۔ وہ اپنے ایک عزیز دوست خان نیاز الدین خاں صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے' قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے' اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص و محبت کے ساتھ محض قرات کافی ہے' میرا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہوسکتے ہیں جس طرح صحابہ ہوا کرتے تھے' لیکن اس زمانہ میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا' اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔ (مکاتب اقبال)

(۵) خواجہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور "پاکان امت" کے استغاثے بہت مشہور و مقبول ہیں۔ ان استغاثوں کو حل مشکلات کے لیے اکسیر سمجھا جاتا ہے۔ جب بھی کوئی امتی کسی مالی' جسمانی یا روحانی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ ان استغاثوں کو صدق دل سے اپنے آقا و مولیٰ کے حضور پیش کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے اس کی تکالیف و مصائب دور ہو جاتے ہیں۔ پاک و ہند میں مولانا جامی' مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور ڈاکٹر اقبال کے استغاثے بہت مقبول اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ استغاثہ اسی کے حضور پیش کیا جاتا ہے جس کو شاہد ہونے کے ساتھ ساتھ رؤف و رحیم اور حسی و ابدی بھی سمجھا جائے۔

اقبال جب بھی کسی ذہنی و جسمانی تکلیف میں مبتلا ہوتے تو فوراً بارگاہ رسالت میں اپنی تکلیف کو پیش کرتے۔ ۱۹۲۰ء میں ایک شخص (عرشی امرتسری) نے اپنی تحریر سے اس عاشق رسول کے قلب و جگر کو مجروح کیا تو انہوں نے درد و سوز سے بھرپور استغاثہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا اور طلبگار رحمت و رافت ہوئے۔ چنانچہ خان نیاز الدین خاں صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ایک فارسی قصیدہ لکھنا شروع کیا ہے' خدا کرے کہ یہ جلد ختم ہو جائے۔ عرشی امرتسری نے چند شعر لکھ کر میرے زخم کو چھیڑ دیا۔ ان کا معمولی جواب تو میں نے زمیندار میں شائع کرا دیا تھا جو آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ ابھی چند اشعار ہی لکھے گئے ہیں مگر ان کے لکھتے وقت قلب کی جو حالت ہوئی اس سے پہلے عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ دو شعر لکھتا ہوں۔

بہر نذر آستانت از عجم آوردہ ام
سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سمائے من
تیغ لا در پنجہ ایں کافر دیرینہ دہ
باز بنگر در جہاں ہنگامہ الائے من

۱۹۳۶ء میں اقبال شدید جسمانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دربار رسالت ﷺ میں باسٹھ اشعار پر مشتمل استغاثہ پیش کرتے ہیں۔ چند اشعار:

اے تو ما بیچارگان را ساز و برگ	وارہاں ایں قوم را از ترس و مرگ
ذکر تو سرمایہ ذوق و سرور	قوم را درد بہ فقر اندر غیور
شہسوارا! یک نفس در کش عناں	حرف من آساں نیاید بر زباں
آرزو آید کہ ناید تا بہ لب	می نہ گردد شوق محکوم ادب
گرد تو گردد حریم کائنات	از تو خواہم یک نگاہ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی	کشتی و دریا و طوفانم توئی
نغمہ من در گلوئے من شکست	شعلہ از سینہ ام بیروں نرفت
در نفس سوز جگر باقی نماند	لطف قرآن سحر باقی نماند
نالہ کو نہ گنجد در ضمیر	تا کجا در سینہ ام ماند اسیر
یک فضائے بیکراں می بایدش	وسعت نہ آسماں می بایدش
آں زاں دردے کہ در جان و تن است	گوشہ چشم تو داروئے من است
چوں بصیری از تو می خواہم کشود	تا بمن باز آید آں روزے کہ بود
مہر تو بر عامیاں افزوں تر است	در خطا بخشی چو مہر مادر است

(ماخوذ)

رشدی کا نظریہ باطل

عصمت انبیاء کا ثبوت

گناہ چند طرح کے ہیں: شرک' کفر' کبائر' صغائر۔ پھر صغائر دو قسم کے ہیں۔ بعض وہ جو دناءت اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے چوری' کم تولنا وغیرہ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دو نوعیتیں ہیں۔ عمداً اور سہواً۔ نیز انبیائے کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے نبوت کے بعد۔ انبیائے کرام شرک' کفر' بدعقیدگی' گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً و سہواً ایک آن کے لیے بھی بدعقیدہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔

مدارج اور مواہب میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا پایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس سے آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا اور بغیر استاذ پڑھا لکھا ہونا بھی کہ پیدا ہوتے ہی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا میں اللہ کا بندہ ہوں کہ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور نبی فرمایا۔ نیز فرمایا وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ یعنی مجھے تاحین حیات نماز' زکوٰۃ کا حکم دیا اور اپنی والدہ سے سلوک کرنے والا بھی ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب مسیح بوقت پیدائش ہی حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو بھی جانتے ہیں اور حکمت عملی تہذیب اخلاق و تدبیر منزل سے بھی باخبر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن شریف میں ہی اپنی کافر قوم پر توحید پرستی کی ایسی قوی حجت قائم فرمائی کہ سبحان اللہ۔ آفتاب و چاند تاروں کے ڈوبنے اور ان کے حالات بدلنے کو ان کی مخلوقیت کی دلیل بنایا کہ تاروں کو دیکھ کر فرمایا ھٰذَا رَبِّیْ اے کافرو کیا رب یہ میرا ہوسکتا ہے؟ اور ڈوبتا دیکھ کر فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ بچپن شریف کی اس ساری گفتگوء پاک پر بو علی سینا اور فارابی کی ساری منطق قربان۔ اسی کو منطقی لوگ یوں بیان کرتے ہیں اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَّکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ لٰہذا اَلْعَالَمُ حَادِثٌ پھر یوں کہتے ہیں اَلْعَالَمُ حَادِثٌ وَلَا شَیْءَ مِنَ الْحَادِثِ بِمَعْبُوْدٍ فَالْعَالَمُ لَیْسَ بِمَعْبُوْدٍ پھر اس طرز استدلال کو رب نے پسندیدگی کی سند بخش کر فرمایا وَتِلْکَ حُجَّتُنَا اٰتَیْنٰھَا اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ۔

حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرما کا امت کی شفاعت فرمائی۔ (مدارج و مواہب)
معلوم ہوا وہ رب کو' اپنے کو' اپنے مراتب کو اور اپنے درجات کو' نیز امت مرحومہ کو جانتے پہچانتے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔

بچپن شریف میں بچوں کے کھیل کی رغبت دی تو انہیں وہ جواب دیا کہ جس پر ارسطو و افلاطون کی ساری حکمتیں قربان۔ وہ ہی ایک جواب انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ فرمایا مَا خَلَقْنَا لِهٰذَا ہم اس لیے پیدا نہیں ہوئے۔ رب نے اس کی تائید یوں فرمائی کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ہم اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔

تفسیرات احمدیہ میں لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اِنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهٗ بِاِجْمَاعٍ انبیائے کرام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد کفر سے معصوم ہیں۔

اس مختصری گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا دامن عصمت 'گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہو سکتا۔ رہے گناہ' ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیائے کرام ارادتاً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں! نسیاناً خطا سرزد ہو سکتی ہے مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف سے انہیں متوجہ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دناءت اور چھچھورے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تبلیغ سے تعلق نہیں۔ رہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی بیشی یا چھپانے سے انبیاء معصوم ہیں (یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطاء) یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیائے کرام کے لیے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا' یعنی اظہار نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔

چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیت لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کی تفسیر میں ہے لَا خِلَافَ لِاَحَدٍ فِيْ اَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرْتَكِبْ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً طَرْفَةَ عَيْنٍ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهٗ كَمَا ذَكَرَهٗ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ۔

تفسیر روح البیان آیت مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ کی تفسیر میں ہے يَدُلُّ عَلَيْهِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيْلَ لَهٗ هَلْ عَبَدْتَّ وَثَنًا قَطُّ قَالَ لَا۔ قِيْلَ شَرِبْتَ خَمْرًا قَطُّ قَالَ لَا فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُ اَنَّ الَّذِيْ هُمْ عَلَيْهِ كُفْرٌ۔ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی بت پرستی کی تھی؟ فرمایا: نہیں۔ کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ فرمایا: نہیں۔ ہم تو ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اہل عرب کے یہ عقیدے کفر ہیں۔

عصمت انبیاء قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اجماع امت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے' اس کا انکار وہی کرے گا جس کے پاس دل و دماغ کی آنکھیں نہ ہوں۔

قرآنی آیات: ۱- رب تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ اے ابلیس! میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

۲۔ شیطان نے خود بھی کہا تھا کہ

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ اے مولیٰ! میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام تک شیطان کی پہنچ نہیں اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کرسکے اور نہ بے راہ چلا سکے۔ پھر ان سے گناہ کیوں کر سرزد ہوں۔

تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاء کو معصوم مان کر ان کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانے کے بے دین ان حضرات کو مجرم مانیں' یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔

۳۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ ہم گروہ انبیاء کے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شرک کریں۔

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ

مَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰکُمْ۔ میں اس کا ارادہ بھی نہیں رکھتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں خود کرنے لگوں۔

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام شرک اور گناہ کرنے کا کبھی ارادہ نہیں فرماتے۔ یہ ہی عصمت کی حقیقت ہے۔

۵۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ یہاں یہ نہ کہا کہ میرا نفس برائی کا حکم کرتا ہے' بلکہ یہ فرمایا کہ عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں سوا ان نفوس کے جن پر رب رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نفوس انہیں فریب دیتے ہی نہیں۔

۶۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام سارے جہان سے افضل ہیں اور جہان میں تو ملائکہ معصومین بھی داخل۔ ملائکہ کی صفت یہ ہے کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔ اگر انبیاء گنہگار ہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ جائیں۔

۷۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔

معلوم ہوا کہ فسق و نبوت جمع ہوسکتے ہی نہیں۔ قرآن کریم نے انبیائے کرام علیہم السلام کے اقوال کو نقل فرمایا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اے میری قوم! مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

لٰکِنِّیْ سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور نبوت کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نبوت نور ہے اور گمراہی تاریکی۔ نور و ظلمت کا اجتماع ناممکن ہے۔

احادیث: ۱۔ مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہا جاتا ہے۔ مگر میرا قرین مسلمان ہوگیا۔ لہٰذا اب وہ مجھے نیک مشورہ ہی دیتا ہے۔

۲۔ اسی مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر بچے کو بوقت ولادت شیطان مارتا ہے' مگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش میں چھو بھی نہ

سکا۔

معلوم ہوا کہ یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے بھی محفوظ ہیں۔

۳۔ مشکوۃ کتاب الغسل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا کہ اس میں شیطانی اثر ہے' بلکہ ان کی بی بیاں بھی احتلام سے پاک ہیں۔

۴۔ انبیائے کرام کو جماہی نہیں آتی' کیونکہ یہ بھی شیطانی اثر ہے' اسی لیے اس وقت لاحول پڑھتے ہیں۔

۵۔ مشکوۃ شریف باب علامات نبوت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سینہ مبارک چاک کرکے اس میں سے ایک پارہ گوشت نکال دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ یہ شیطانی حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نفس قدسیہ شیطانی اثر سے پاک ہے اور پھر اسے آب زمزم سے دھویا گیا۔

۶۔ مشکوۃ شریف باب مناقب عمر میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راستہ سے گزرتے' وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن پر پیغمبر کی نظر کرم ہو جائے وہ بھی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ پھر خود ان حضرات کا کیا پوچھنا۔

اقوال علمائے امت: ہمیشہ سے امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عصمت انبیاء پر اجماع رہا۔ سوا فرقہ ملعونہ حشویہ کے' کوئی اس کا منکر نہ ہوا۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی' شرح فقہ اکبر' تفسیرات احمدیہ' تفسیر روح البیان' مدارج النبوۃ' مواہب لدنیہ' شفا شریف' نسیم الریاض وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ تفسیر روح البیان آیت مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ (الایہ) کی تفسیر میں ہے: فَاِنَّ اَهْلَ الْوُصُوْلِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنَّ الرُّسُلَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ قَبْلَ الْوَحْیِ مَعْصُوْمِیْنَ مِنَ الْكَبَائِرِ وَمِنَ الصَّغَائِرِ الْمُوْجِبَةِ لِنَفْرَةِ النَّاسِ عَنْهُمْ قَبْلَ الْبِعْثَتِ وَبَعْدَهَا فَضْلًا عَنِ الْكُفْرِ یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں نبوت سے پہلے معصوم تھے۔ اور بھی چہ جائیکہ کفر۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے: اِنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْیِ وَبَعْدَهٗ بِالْاِجْمَاعِ وَكَذَا عَنْ تَعَمُّدِ الْكَبَائِرِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ انبیائے کرام کفر سے وحی سے پہلے اور بعدہ' بالاتفاق معصوم ہیں۔ ایسے ہی عام علماء کے نزدیک دیدہ و دانستہ گناہ کبیرہ سے بھی معصوم ہیں۔

غرض کہ امت مرحومہ کا اجماع انبیائے کرام کی عصمت پر ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے لیے زیادہ عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلائل: عقل بھی چاہتی ہے کہ انبیائے کرام کفر و فسق سے ہمیشہ معصوم ہیں چند وجوہ سے۔

۱۔ کفر یا تو عقائد کی بے خبری سے ہوتا ہے یا نفس کی سرکشی سے یا شیطان کے اغواء سے۔ اور ہم پہلے ثابت کر چکے کہ انبیائے کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔ نیز ان کے نفوس پاک ہیں اور وہ شیطانی اغوا سے محفوظ ہیں۔ جب یہ تینوں وجہیں نہیں تو اب ان سے کفر اور فسق کیونکر سرزد ہو۔

۲۔ فسق بھی نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہے اور وہ حضرات ان دونوں سے محفوظ ہیں۔

۳۔ فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت فرض کہ بہرحال ان کی فرماں برداری کی جائے۔ اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی اطاعت بھی ضروری ہو اور مخالفت بھی اور یہ اجتماع ضدین ہے۔

۴- فاسق کی بات بلا تحقیق نہ مانی چاہیے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اور نبی کی ہر بات بلا تحقیق مانی فرض ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی بات بلا تحقیق ماننا بھی ضروری اور نہ ماننا بھی۔ اور یہ اجتماع نقیضین ہے۔

۵- گنہگار سے شیطان راضی ہے۔ اسی لیے وہ حزب الشیطان میں داخل ہے اور نیکوکار سے رحمان خوش۔ اسی لیے وہ حزب اللہ میں سے ہے۔ اگر پیغمبر ایک آن کے لیے بھی گنہگار ہوں تو معاذ اللہ وہ شیطانی گروہ میں سے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے۔

۶- فاسق سے متقی افضل۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ اگر نبی کسی وقت گناہ کریں اور اس وقت ان کا امتی نیکی کر رہا ہو تو لازم آئے گا کہ امتی اس گھڑی نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے۔ کوئی امتی ایک آن کے لیے بھی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۷- بدعقیدہ کی تعظیم حرام ہے۔ حدیث میں ہے: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ جس نے بدعقیدہ کی تعظیم کی' اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی اور نبی کی تعظیم واجب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اگر نبی ایک آن کے لیے بے دین ہو تو ان کی تعظیم واجب بھی ہو اور حرام بھی۔

۸- گنہگاروں کی بخشش حضور کے وسیلہ سے ہے۔ رب فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (الآیہ) اس آیت میں عام مجرمین کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اگر خاکش بدہن آپ کا دامن عفت گناہوں سے آلودہ ہو تو بتاؤ پھر آپ کا وسیلہ کون ہو گا؟ اور کس کے ذریعہ آپ کی معافی ہو گی جو سب مجرموں کا وسیلہ مغفرت ہو ضروری ہے کہ وہ خود جرموں سے پاک ہو۔ اگر وہ بھی گنہگار ہو تو پھر ترجیح بلا مرجح کا سوال پیدا ہو گا۔

۹- قیمتی چیز قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے۔ موتی کا ڈبہ بھی قیمتی ہوتا ہے۔ سنہری زیورات کا بکس بھی قیمتی۔ دودھ کا برتن بھی ہر گندگی و ترشی سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دودھ خراب نہ ہو جائے۔ کارخانہ قدرت میں نبوت بڑی ہی انوکھی اور بے بہا نعمت ہے۔ تو چاہیے کہ اس کا ظرف یعنی انبیاء کے دل کفر و فسق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک و صاف ہوں' اسی لیے رب نے فرمایا: اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ اللہ ہی ان نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔

۱۰- فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی قابل اعتماد نہیں۔ اگر انبیاء کرام بھی فاسق ہوتے تو انہیں اپنی ہر خبر پر گواہی پیش کرنا ہوتی۔ حالانکہ ان کا ہر قول صدہا گواہیوں سے بڑھ کر ہے۔

حضرت ابو خزیمہ انصاری نے اونٹ کے متعلق یہ ہی تو کہا تھا کہ یا حبیب اللہ! اونٹ کی تجارت جنت و دوزخ' حشر و نشر سے بڑھ کر نہیں۔ جب ہم آپ سے سن کر ایمان لائے تو اس زبان سے یہ سن کر یہ کیوں نہ مان لیں کہ واقعی آپ نے اونٹ خرید لیا ہے' جس کے انعام میں ان کی ایک گواہی دو کے برابر کر دی۔

عصمت انبیاء قطعی و اجماعی مسئلہ ہے۔ وہ احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر متواتر اور قطعی نہیں' بلکہ مشہور آحاد ہیں۔ وہ سب مردود کوئی بھی قابل اعتبار نہیں۔ اگرچہ صحیح ہی ہوں۔

تفسیر کبیر سورۂ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف عصمت انبیاء ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا' پیغمبر کو گنہگار ماننے سے آسان ہے اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو سب واجب التاویل ہیں' کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے۔ یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطائے نبوت سے پہلے کے تھے۔

تفسیر احمدیہ شریف آیت لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کی تفسیر میں ہے: وَاِذَا تَقَرَّرَ هٰذَا فَمَا نُقِلَ عَنِ الْاَنْبِیَآءِ مِمَّا یُشْعِرُ بِكِذْبٍ اَوْ مَعْصِیَةٍ فَمَا مَنْقُوْلًا بِطَرِیْقِ الْاٰحَادِ فَمَرْدُوْدٌ وَمَا كَانَ مَنْقُوْلًا بِطَرِیْقِ التَّوَاتُرِ فَمَصْرُوْفٌ عَنْ ظَاهِرِهٖ اِنْ اَمْكَنَ وَاِلَّا فَمَحْمُوْلٌ عَلٰی تَرْكِ الْاَوْلٰی اَوْ كَوْنُهٗ قَبْلَ الْبِعْثَةِ بلکہ مدارج النبوۃ شریف جلد اول باب چہارم میں تو فرمایا کہ اس قسم کی آیتیں متشابہات کی مثل ہیں جن میں خاموشی لازم۔

دیکھو رب تعالیٰ کا قدوس، غنی، علیم، قادر مطلق بلکہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونا قطعی اور اجماعی ہے مگر بعض آیتیں ظاہری معنی کے لحاظ سے اس کے بالکل خلاف ہیں۔ رب فرماتا ہے: یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں۔ رب انہیں فرماتا ہے: مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے فرمایا: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جدھر تم منہ کرو ادھر ہی رب کا منہ ہے۔ فرماتا ہے: یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ فرماتا ہے: ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوگیا۔ رب تعالیٰ چہرہ، ہاتھ، برابری مکر اور دھوکا سے پاک و منزہ ہے۔ اور ان آیتوں میں بظاہر یہ ہی ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا واجب ہے، ان میں تاویل کی جائے۔ بلکہ ان کے حقیقی معنی خدا کے سپرد کیے جائیں۔ جو کوئی ان آیتوں کی وجہ سے رب کو عیب دار مانے، وہ بے ایمان ہے۔ ایسے ہی جو کوئی بعض آیتوں کے ظاہری معنی کر کے انبیائے کرام کو فاسق یا مشرک جانے، وہ بے دین ہے۔

حضرت مولانا مفتی شجاعت علی قادری

ثبوت آخری نبی قرآن کی روشنی میں

رشدی کا ختم نبوت سے انکار

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں آخری ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ اعزاز عطا فرمایا گیا جو کسی نبی اور رسول کو نہیں ملا تھا۔ اور یہ اعزاز "ختم نبوت" رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر کمال کو اس وصف ختم نبوت کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ہر وصف اپنے کمال پر نظر آئے گا اور اگر معاذ اللہ اسی وصف کو الگ کر دیا جائے تو آپ کے اوصاف کی کمال حیثیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔

دو قراءتیں

قرآن لفظ اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے اور چونکہ ایک ہی لفظ کئی طرح پڑھا جا سکتا ہے' اس لیے قرآنی الفاظ کے پڑھنے کا صحیح معیار یہ ہے کہ زبان رسالت سے اس لفظ کو کس انداز سے ادا ہوتا ہوا سنا گیا ہے۔ اسی فن کا نام علم قراءت ہے جو صحابہ کرام سے ہم تک پہنچا ہے۔ زیر بحث لفظ کو دو طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا ہے۔

۱- خَاتَمُ یعنی تاء کے فتح سے۔

۲- خَاتِمُ یعنی تاء کے کسرہ سے۔

خَاتَمْ تاء کے فتح کے ساتھ صرف دو قاریوں کی روایت ہے اور ان کے علاوہ تمام قاریوں نے خَاتِمْ بکسر تاء پڑھا ہے اور اسی کو مختار کہا ہے۔ (ابن جریر ص ۱۱' ج ۲۲)

اصل بات یہ ہے کہ عام طور پر ایک لفظ کو ایک سے زائد طریقوں سے پڑھنے کی بھی اجازت اسی وقت دی جاتی تھی جبکہ معنی ایک ہوں۔ چنانچہ اس لفظ کا بھی یہی معاملہ ہے' خواہ آپ اس کو خَاتَمْ پڑھیں یا خَاتِمْ پڑھیں۔ معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی "آخری نبی"۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

.وَالْمَآلُ عَلٰی کُلِّ تَوْجِیْهٍ هُوَالْمَعْنَی الْاٰخِرِ وَلِذَالِکَ فَسَّرَ صَاحِبُ الْمَدَارِکِ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ بِالْاٰخِرِ وَ صَاحِبُ الْبَیْضَاوِیِّ کُلَّ الْقِرَاءَ تَیْنِ بِالْاٰخِرِ-

اور نتیجہ بہر صورت آخر کے معنی کی صورت میں نکلتا ہے اسی لیے صاحب مدارک نے عاصم کی قراء ت (جو فتح سے ہے) کے معنی آخر کیے اور بیضاوی نے دونوں قراء توں کے معنی آخر کے لیے۔

شریعت اسلامیہ کے اصول میں اصل اول قرآن ہے۔ ہم نے اس مضمون میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو قرآنی تصریحات سے پیش کیا ہے۔ خاتم النبین کی آیت کو بنیاد بنا کر دوسری آیت کو بطور تائید پیش کیا ہے۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک آیت مستقلاً دلیل ہے آیت کی لغوی تحقیق مسودہ سے نکال دی گئی ہے' کیونکہ مضمون بہت طویل ہو گیا تھا اگرچہ تمام عربی لغات میں ختم کے وہی معنی ہیں جو شروع سے امت مسلمہ کا عقیدہ رہے ہیں۔

مگر دنیا کا کوئی معقول انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ لغتیں کسی متکلم کی مراد بھی متعین کیا کرتی ہیں۔ پس کلام الٰہی کی مراد کتب لغت سے متعین نہیں کی جائے گی۔ ہاں! صرف اتنا بتانے کے لیے لغوی تحقیق پیش کرنے میں حرج نہیں کہ مراد الٰہی مخالف لغت عرب نہیں ہے۔

مراد الٰہی کے معین کرنے کے دو ذرائع ہیں:

۱- خود قرآن۔

۲- وہ کہ جس کے قلب پاک پر قرآن نازل ہوا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے معلم القرآن ہونے کی سند عطا فرمائی۔ اب ہم پہلے ذریعہ سے مراد الٰہی کا تعین پیش کرتے ہیں۔

آیت کی تفسیر بالقرآن

قرآن کریم کی متعدد آیات بڑی صراحت سے اس آیت کے معنی کو بیان کرتی ہیں۔ چند آیات یہ ہیں:

(۱) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔ (مائدہ: پ٦)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے مکمل فرما دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ پہلی چیز دین ہے۔ دوسری چیز "نعمت" ہے جس کی تفسیر ذات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا نبوت یا وحی سے کی گئی ہے۔ پس اب اسلام کے بعد کوئی نیا دین الٰہی قیامت تک نہ ہو گا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا کلام الٰہی پر اعتبار نہ کرنے کے مترادف ہے جو صراحتاً کفر ہے۔

قادیانیوں کا ایک سفسطہ اور اس کا جواب

ایک مناظرے میں قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا۔۔۔ بتائیے نبوت نعمت ہے یا زحمت؟ میں نے کہا نعمت۔ کہنے لگا بنی اسرائیل پر اللہ کی رحمت مسلسل برستی رہی' ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور اسی طرح پے در پے نبی آتے رہے اور آپ اپنے آپ کو ختم نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے خدا کی نعمت سے محروم کر رہے ہیں۔

میں نے جواب دیا بنی اسرائیل پر اللہ نے اپنی نعمت کو مکمل نہیں فرمایا تھا' بااقساط نازل ہوتی رہی مگر اللہ نے ہم پر اپنی نعمت کو مکمل فرمادیا اور اپنی نعمت کاملہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو عطا فرمادی' اب اگر اس کے بعد بھی ہم اپنی طرف سے نبی بنانے لگے تو یہ قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے' تو گویا ہم نعمت خداوندی سے محرومی کے شکار نہیں بلکہ نعمت کاملہ سے مستفید ہونے کے باعث مسرور و شاداں ہیں۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

(۲) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

اور یاد کیجئے اس واقعہ کو جبکہ اللہ نے (تمام) نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دوں' پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

تقریر مدعا یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب ہر نبی کو ہے کیونکہ اگر بعض کو ہو اور بعض کو نہ ہو تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی پھر اس عقلی دلیل سے قطع نظر قواعد نحو کے مطابق بھی یہی معنی ہیں کیونکہ جمع جب محلی باللام ہو جائے تو مفید عموم ہو جاتی ہے۔ پھر تمام مفسرین سے بھی یہی منقول ہے۔ لہٰذا تین دلائل سے اس کے مخاطب تمام نبی ہیں۔ اب آیئے لفظ ثُمَّ پر' عربی زبان میں لفظ "ثُمَّ" تَرَاخِيْ فِي الزَّمَانِ مَعَ الْمُهْلَةِ کے لیے آتا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ وہ رسول جس کی تائید و نصرت کا عہد تمام انبیاء سے لیا جا رہا ہے' وہ تمام کے بعد آئے گا اور جتنے سچے نبی ہوں گے وہ اس سے پہلے ہو چکے ہوں گے' اب اگر اس کے بعد کوئی نبی بننے کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا۔ کیونکہ سچے نبی کے لیے اس آیت کے نص سے ضروری ہے کہ اس کی نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی مشکل ہے' کیونکہ ان کی نبوت دنیا جانتی ہے کہ نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہے اور ان کا حضور کے بعد آنا یہ آیت کے منافی نہیں' بلکہ درحقیقت یہ اس آیت کی تصدیق ہے کہ ایک نبی جو اپنی نبوت کا اعلان دنیا میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کر چکا ہے۔ قرب قیامت میں وعدۂ الٰہی کی تصدیق کے لیے نازل ہوگا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور ان کی تائید و نصرت کرے گا۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح شب معراج میں تمام رسل کرام و انبیاء عظام علیہم السلام اسی دنیا میں اپنے اجسام حقیقیہ کے ساتھ تشریف لائے اور حضور پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کی اور عہد الٰہی کا ایفاء کیا' ان کم و بیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری سے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے میں فرق نہ آیا تو صرف ایک عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کیوں فرق آنے لگا ہے؟ کیونکہ یہ سب کے سب نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان سے قبل اپنی نبوتوں کا اعلان کر چکے تھے' پس لفظ ثم نے بتا دیا کہ تمام نبیوں کے بعد صرف ایک ہی نبی ہوگا اور ایک سے زائد نہ ہوگا اور یہی ختم نبوت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہاں یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے بعد رسول تو فقط ایک ہی ہوگا مگر مرزا صاحب

رسول نہیں، بلکہ نبی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو رسول اور نبی میں فرق نہیں۔ اگر ہے تو محض اعتباری، ورنہ در حقیقت دونوں مُوحیٰ مِنَ اللّٰہِ ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے صرف نبوت کا نہیں بلکہ رسالت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جو ان کی کتابوں میں جابجا موجود ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء)

۲۔ حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔

(براہین احمدیہ ص ۴۹۸، اربعین ص ۶۷۴ و نزول مسیح ص ۹۹ و حقیقتہ الوحی ص ۱۵۲ و ص ۱۵۷ و انجام آتھم ص ۶۲، و حقیقتہ النبی مرزا محمود، ص ۲۵۹ و ص ۲۱۴)

(۳) قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ — فرمادیجئے لوگو! بلاشبہ تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(۴) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ — مبارک ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کے لیے خدا کا ڈر سنانے والا ہو۔

(۵) وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ (نساء: پ۵) — اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(۶) وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (انعام: پ۷) — اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے، تاکہ میں اس سے تم کو ڈراؤں اور ان کو بھی جن تک یہ پہنچے۔

(۷) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (انبیاء: پ۱۷) — اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

(۸) وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ — اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیے بشارت دیتا اور ڈر سناتا ہوا۔

یہ آیات اور اس قسم کی تمام آیات جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا عام ہونا اور قیامت تک نافذ رہنا معلوم ہوتا ہے بڑی صراحت سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ آپ کی رسالت کا عام ہونا اور اس کا قیامت تک جاری رہنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اب اگر آپ کے بعد بھی نبی بنائے جاتے رہے تو آپ کی یہ خصوصیت جو نصوص قرآنیہ سے ظاہر ہے، معاذ اللہ باطل ہو جاتی ہے۔

(۹) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ (واقعہ: ص۲۷) — اہل جنت گزشتہ لوگوں کی بڑی جماعت ہیں اور آخری لوگوں میں سے تھوڑے ہیں۔

(۱۰) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ (واقعہ: پ۲۷) — دائیں بازو والے (جنتی) پہلوں میں سے بہت ہیں اور آخری امت میں سے بھی بہت ہیں۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ امم سابقہ میں سے بہت لوگ جنت میں جائیں گے اور آخری امت میں سے کم جائیں گے تو یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر شاق گزری، چنانچہ ان کی تسلی کے لیے دوسری آیت نازل

ہوئی جس میں آخری امت کے اہل جنت کو امم سابقہ کے جنتیوں کے برابر قرار دیا گیا۔
(ابن کثیر بروایت مرفوعہ عن عبداللہ بن مسعود ص ۹۸، ج ۷)
خلاصہ یہ کہ یہ امت آخری امت ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے رسول آخری رسول ہیں، مرزائی اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اور اس طرح اس آخری امت کے بعد ایک امت اور تجویز کرتے ہیں۔ قرآن کی رو سے اس نئی امت کا کوئی جواز نہیں۔

(۱۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ (فتح: نمبر ۲۶)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو اعراض کرے گا تو اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔

یہ آیت اور اسی مضمون کی سینکڑوں آیات قرآن عزیز میں موجود ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ آخرت کی کامیابیاں اور جنت کا حصول صرف دو شرطوں سے مشروط ہے۔ ایک اللہ کی اطاعت اور دوسرے اس کے رسول کی اطاعت۔ اب سوال یہ ہے:

امت مرزائیہ کو چیلنج

کہ اگر مرزا غلام احمد اور اسی جیسے دوسرے جھوٹے نبی کا ماننا لازم ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا کہ جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعد میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی اطاعت کرے گا، وہ مستحق جنت ٹھہرے گا، مگر یہاں کوئی ایسی شرط نہیں لگائی گئی ہے۔ اب ہم تمام امت مرزائیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ بتاؤ جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کرے وہ نجات یافتہ ہے یا نہیں؟ اگر کہو نہیں تو خدا کو جھٹلا رہے ہو، پس ایسے لوگ جو خدا ہی کو جھٹلا دیں ان سے ہمارا کیا واسطہ؟ اور اگر کہو کہ وہ نجات یافتہ ہیں تو پھر تم ان نجات یافتہ مسلمانوں کو کیوں بہکاتے ہو؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ایک مرزائی مناظر اس کا یہ جواب تیار کر کے لائے تھے کہ مفتی صاحب! اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو لازم آئے گا کہ صرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا کافی ہے اور آدم سے لے کر عیسیٰ تک کسی نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔
میں نے جواب دیا کہ جناب سمجھ نہ سکے کہ درحقیقت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں پر ایمان لانا یہ بھی اطاعت رسول کے ضمن میں آ گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان سب پر ایمان لائے تھے اور ہمیں ان پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی پارے میں ہے:

(۱۲) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

(متقی وہ ہے) جو ایمان لائے اس پر (کتابوں پر) جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلوں پر نازل کیا گیا۔

اگر ذرا بھی انصاف کا جذبہ ہو تو یہی آیت تمام جھوٹی نبوتوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے، کیونکہ اس آیت میں متقی اور پرہیزگار ان لوگوں کو بتایا گیا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب پر اور آپ سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر ایمان لے آئیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ جو آپ کے بعد نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لائیں۔ اگر بعد میں بھی کسی چیز پر ایمان لانا ضروری ہوتا تو وَمِنْ بَعْدِكَ کا لفظ بھی فرمایا جاتا۔ مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ وحی الٰہی منقطع ہو چکی ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیات قرآن

میں موجود ہیں اور وہ تمام آیات جن میں نزول کتب' یا بعثت انبیاء کا ذکر موجود ہے اور وہ بھی اسی حقیقت کو آشکار کرتی ہیں' مثلاً یہ آیات:

(۱۳) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ۔ (نساء)

اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کی رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر نازل کی اور اس کتاب پر جو پہلے نازل ہوئی۔

اس آیت میں بھی نہ تو مرزا صاحب کا ذکر ہے اور نہ ان کی وحی کا:

(۱۴) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (الایہ۔ بقرہ)

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا' اور ایمان والے' سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔

اس میں بھی ایمان کامل کے لیے صرف اتنا کافی بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے لوگوں پر نازل شدہ کلام الٰہی پر ایمان رکھا جائے اور ان میں تفریق روا نہ رکھی جائے کہ بعض پر ایمان ہو اور بعض پر نہیں اگر کسی کو بعد میں نبوت ملنی تھی اور اس پر کلام الٰہی نازل ہونا تھا تو اس کا ذکر بھی یہاں ضرور ہوتا۔

(۱۵) وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔ (بقرہ)

اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے نازل کی۔ درآنحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے ان کتب کی جو تمہارے پاس ہیں۔

اس میں بھی کتب سابقہ کا ذکر ہے بعد میں کسی چیز کے نزول کا اتہ پتہ نہیں ہے اور نہ اس پر ایمان کا حکم ہے۔

(۱۶) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران)

فرما دیجئے (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور نازل کیا گیا ابراہیم' اسمٰعیل' اسحٰق' یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور سب نبیوں کو دیا گیا ان کے رب کی جانب سے' ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اس آیت میں اجمال اور تفصیل دونوں ہی طریقوں پر واضح کر دیا گیا ہے کہ کون سے نبیوں پر اور کون سی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے' چنانچہ یہ دونوں لفظ قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مَآ اُوْتِیَ جو کچھ بھی دیئے گئے یعنی خواہ کتب ہوں یا صحائف' مگر شرط یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کو دیئے جا چکے ہوں کیونکہ ماضی کے صیغہ کا یہی مفہوم ہے۔

۲۔ النبیون یہاں الف لام استغراق کا ہے اور چونکہ یہ اوتی کا نائب فاعل ہے' اس لیے معنی یہ ہوئے کہ ان تمام چیزوں پر ایمان لازم ہے جو تمام نبیوں کو دی جا چکی ہیں' یعنی جو کچھ دیا جانا تھا وہ دیا جا چکا ہے اور جس کو دیا جانا تھا' وہ بھی اس دنیا میں آ چکا ہے اور اب کسی کے لیے کوئی موقع نہیں' اگر اس قسم کا کوئی امکان ہوتا تو آیت میں اس قسم کا جملہ ضروری تھا کہ

وَمَا سَیُؤْتٰی مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ یعنی اور اس پر بھی جو بعد والوں کو دیا جائے گا۔

(۱۷) كَذٰلِكَ يُوْحِىٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (شوریٰ)

اسی طرح وحی فرماتا ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے ہو گزرے اللہ غالب حکمت والا۔

اگر آپ کے بعد کوئی نبی بنایا جاتا اور اس کی طرف وحی کی جاتی تو اس آیت میں اس کا بھی ذکر ہوتا۔ یعنی من قبلک کے ساتھ و من بعدک کا لفظ بھی ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔

یہ چند آیات وہ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو بیان کرتی ہیں' اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جنہیں جگہ کی قلت کے باعث چھوڑا جاتا ہے۔ اب ان چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو منکرین ختم نبوت مسلمانوں کے دلوں میں شک و شبہ کے لیے پیش کرتے ہیں۔

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء)

اور جو لوگ بھی اطاعت کریں گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ روز قیامت ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ اور یہ سب اچھے رفیق ہیں۔

مرزائی کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان نبی بن سکتا ہے' استدلال اس طرح ہے کہ ہم نمازوں میں دعا کرتے ہیں

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے انعام کیا۔

پھر قرآن کی اس آیت میں اللہ نے خود ہی بتا دیا کہ انعام یافتہ لوگ چار قسم کے ہیں۔

اب یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ کسی بھی بندے کی دعا کو قبول نہ کرے' لہٰذا کسی کی دعا اس طرح قبول ہوتی ہے کہ اسے صالح بنا دیا جاتا ہے' کسی کی اس طرح کہ اسے شہید بنا دیا جاتا ہے اور کسی کی اس طرح کہ اسے صدیق بنا دیا جاتا ہے اور کسی کی اس طرح کہ اسے (معاذ اللہ) نبی بنا دیا جاتا ہے اور مذکورہ آیت میں فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ کا یہی مفہوم ہے۔

اس شبہ کے دو جواب ہیں:

۱- یہ تقریر در حقیقت قرآن میں ایسی تحریف ہے جس سے یہودی بھی شرما جائیں گے۔ اس آیت میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے نبی بن جائیں گے۔ اس میں تو لفظ مع ہے جس کا ترجمہ "ساتھ" ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید آیت کے آخری جملہ سے ہے کہ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا اور یہ سب اچھے رفیق ہیں۔ تو آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کی چاروں منعم علیہم یا ان میں سے بعض کی رفاقت و معیت حاصل ہو جائے گی اور یقیناً یہ بڑا اعزاز ہے۔

ایک قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا کہ مفتی صاحب اگر آپ کی تقریر درست تسلیم کر لی جائے تو معنی یہ نکلیں گے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا' اسی طرح صدیق اور شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتا ہے' بس صرف رفاقت کا اور معیت کا مستحق ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔

میں نے کہا در حقیقت اس آیت میں صرف رفاقت و معیت ہی کا ذکر ہے۔ صدیق شہید اور صالح بننے کا ذکر نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ کوئی شخص اطاعت خدا اور رسول کی بدولت صدیق شہید اور صالح بن سکتا ہے یا نہیں' تو اس کے لیے قرآن میں

بست آیات موجود ہیں جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکتے ہیں' اب آپ کے ذمہ یہ ہے کہ آپ قرآن کی کوئی ایسی آیت پیش فرمائیں جس میں کہا گیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص دعا کرنے یا خدا اور رسول کی اطاعت کرنے سے نبوت ورسالت حاصل کر سکتا ہے۔

۲- اگر کسی کی راہ پر چلنے سے راہ چلنے والا لازمی طور پر وہی بن جاتا ہے جس کی راہ پر وہ چل رہا ہے' تب تو بڑی خرابیاں آئیں گی۔

۱- آپ لوگ مرزا غلام احمد کی راہ پر اتنے عرصے سے چل رہے ہیں تو آپ مرزا جی کیوں نہیں بنے؟ خود ان کے بیٹے اور خلیفے بھی مرزا جی نہ بنے۔

۲- اور مرزا جی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی آخر آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستے پر چل رہے ہیں (صِرَاطَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ) تو خدا ہی کیوں نہیں بن بیٹھتے ہیں۔

۳- کیا کوئی عقلمند آپ کی اس منطق کو مان لے گا کہ انسان وزیر' سفیر یا بادشاہ کی راہ پر چل کر وزیر' سفیر یا بادشاہ بن جائے گا۔

(۲) هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِیْزُالْحَكِیْمُ (جمعہ)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا۔ ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ وہ اس سے پہلے بلاشبہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے اور انہیں میں سے دوسروں کے لیے جو ابھی تک ان سے ملے نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ الخ کے معنی یہ ہیں کہ "اور دوسرے نبی بھی آئیں گے جو ابھی ان سے نہیں ملے"۔

یہ ایک ایسی لغویات ہے جسے عربی سے واقف پہلی ہی نظر میں بھانپ لیتا ہے تاہم چند اشارات پیش کرتا ہوں۔

۱- اگر آخرین سے بجائے لوگوں کے معنی نبی لیے جائیں تب بھی حضور کے بعد نبی بنانے کا کوئی اشارہ نہ ہو گا کیونکہ لفظ بعث ماضی ہے اور بقول مرزائیوں کے اس کا عطف رَسُوْلًا پر ہو گا' اس طرح یہ بَعَثَ کا مفعول ہو گا۔

۲- منھم کی ضمیر امیین کی طرف لوٹتی ہے' یعنی اصل عرب تو بقول مرزائیوں کے اگر آخرین سے مراد نبی ہوں تب ان نبیوں کو اہل عرب سے ہونا پڑے گا اور اس طرح مرزا صاحب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا' کیونکہ وہ منھم نہیں ہیں۔

۳- آخرین جمع ہے تو کیا چودہ سو سال میں صرف ایک ہی آیا۔

غرضیکہ یہ تاویل خرافات کا پلندہ ہے اور تحریف معنوی کا شاہکار ہے۔

آیئے اب اس کے معنی اسی زبان سے سنیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کی پشت در پشت ایسے مرد اور ایسی عورتیں ہوں گی جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گی" پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باقی ماندہ افراد (قیامت تک)

(ابن کثیر' ص ۳۴۹' ۹)

گویا اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے عموم کا بیان ہے جس کا دائرہ آپ کے زمانہ اقدس کے لوگوں اور بعد کے لوگوں تک وسیع ہے۔

(۳) اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ (حج،پ۱۷،ع۱۷)

اور اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے پیغام پہنچانے والوں کو اور لوگوں سے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ اس میں یصطفی فعل مضارع ہے جو حال و استقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے، پس ثابت ہوا کہ آئندہ بھی فعل اصطفاء جاری رہے گا، یعنی اللہ چنتا رہے گا۔ اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ تحقیقی جواب تو یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین یہود اور نصاریٰ کے اس اعتراض کا جواب دے رہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیونکر نبی بن سکتے ہیں۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ انسانوں اور فرشتوں میں سے بعض کو اس شرف و کرامت کے لیے چن لیتا ہے اگر تم خدا کے اختیار و اقتدار کو تسلیم کرتے ہو تو اس کے اس فیصلے کو بھی تسلیم کرو، اب رہی یہ بات کہ مستقبل کے معنی یہاں کیوں نہیں لیے جاتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ختم نبوت کے سلسلے میں جتنی آیات صریحہ نازل ہوئی ہیں وہ ایسا کرنے سے مانع ہیں اور اگر آپ ایسا نہ کریں تو معاذ اللہ قرآن میں تضاد ہوگا جو محال ہے۔

۲۔ دوسرا جواب الزامی ہے اور وہ یہ کہ ہم تمام دنیا کے مرزائیوں سے دریافت کرتے ہیں، تم بھی مانتے ہو کہ تشریعی(۱) نبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کسی تشریعی نبی کا آنا ممکن نہیں ہے مگر آیت مذکورہ میں اگر تمہارے جانیں والے معنی لیے تو شرعی نبوت اور تم نے نبوت کی جتنی قسمیں بتائی ہیں سب کا جاری رہنا ثابت ہو جائے گا جو تمہارے مدعا کے بھی خلاف ہے، اب بولو کہ جواب کیا ہے؟ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے، ظاہر ہے کہ تم جواب میں خاتم النبین والی آیت کو پیش کرو گے بلکہ پیش کرتے چلے آئے ہو اور اس وقت سے تشریعی نبوت کے ختم ہونے پر استدلال کرتے ہوئے کہو گے کہ اس آیت کی بناء پر یصطفی میں استقبال کے معنی تشریعی نبوت کے حق میں نہیں لیے جائیں گے۔ بس بعینہٖ ہمارا یہی جواب ہے کیونکہ جو نبوت خدا کی طرف سے دی جاتی تھی وہ تو تشریعی ہی تھی، ظلی بروزی، حقیقی، مجازی وغیرہ کا ذکر قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو دکھاؤ۔ آج تک دنیائے قادیانیت و مرزائیت اس اعتراض کا جواب نہیں دے سکی ہے اور انشاء اللہ العزیز کبھی نہ دے سکے گی۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

(۴) اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ (انعام)

اور اللہ ہی جانتا ہے اس جگہ کو جہاں وہ رسالت کرتا ہے۔

اس آیت سے بھی مرزائی وہی استدلال کرتے ہیں جو گزرا کہ یجعل فعل مضارع ہے جو حال و استقبال دونوں کے لیے آتا ہے اور اس کا جواب وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

(۵) يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیتوں کی تلاوت کریں تو جو پرہیزگاری

(۱) مرزا صاحب نے فرمایا "کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا"۔ (تجلیات الٰہیہ طبع اول، ص ۲۵، ج۱) اگرچہ خود مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ داغ دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہو گیا...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ (اربعین) حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا کلام تضاد بیانیوں اور تاویل در تاویل کا مجموعہ ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ- (اعراف) — اختیار کرے گا اور اصلاح کرے گا تو اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مرزائی اس آیت پر بڑی اچھل کود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم آدم کی اولاد ہو تو اس میں تمہیں مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم میں رسول آتے رہیں گے' ہاں اگر تم اپنے آپ کو زمرۂ آدمیت سے خارج مان لو تو یہ خطاب بھی تمہاری طرف سے پھر جائے گا۔

جو لوگ علوم قرآنی سے باخبر ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن میں جب خصوصی طور پر امت محمدیہ کو خطاب ہوتا ہے تو اس کے دو طریقے ہیں:

۱- يَا أَيُّهَا النَّاسُ-

۲- اور يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا-

اگر صرف یہودی مخاطب ہوں ان کے لیے يَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ہے اور اگر تمام انسانیت جو آدم سے لے کر قیامت تک ہے مخاطب ہو تو اس کے لیے يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کا خطاب ہے اور آیت مذکورہ میں بھی یہی انداز تخاطب ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ یہ آیت حرف بہ حرف صحیح ہو چکی ہے اور اس کا مصداق دنیا میں آچکا ہے کیونکہ آدم' نوح' موسیٰ' یعقوب' یوسف اور عیسیٰ علیہم وعلیٰ جمیع الانبیاء صلوات اللہ وتسلیماتہ کی امتیں اس آیت کا مخاطب ہیں اور اگر ختم نبوت والی آیات نہ ہوتیں تو اس کا دائرہ کار آگے تک بڑھ جاتا۔

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ فعل مضارع بے شک استقبال کے لیے آتا ہے مگر آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ استقبال موبد کے لیے آتا ہے اور یہ کہ اس کے آگے کوئی حد قائم نہیں ہو سکتی ہے' علاوہ اس تحقیقی جواب کے۔ مرزائی صاحبان! ہم پھر آپ سے سابق سوال کا اعادہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر آیت جریان نبوت پر دال ہے تو مطلق نبوت جاری ہو جائے گی۔ پھر تشریعی نبوت کو کیسے بند کریں گے؟ جس طرح آپ تشریعی نبوت کو بند کریں گے' اسی طرح ہم آپ کی بنائی ہوئی نبوت کو بھی بند کر کے دکھادیں گے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ ہر امت اس خوش عقیدگی میں مبتلا رہی ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر باوجود ان کی خوش اعتقادی کے نبی آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اس خوش فہمی کی تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے یوسف علیہ السلام کی قوم کے بارے میں:

(۶) حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا- (مومن: ۳۵) — یہاں تک کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہا کہ ان کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

مگر ان کے بعد رسول اور نبی آتے رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت ایسا ہی بے بنیاد تھا جیسا کہ قوم یوسف کا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قوم یوسف کی تردید کی اسی طرح امت محمدیہ کی تردید فرمادیتا' مگر ایسا نہ ہوا معاملہ برعکس ہوا اور وہ اس طرح کہ وہاں قوم یوسف نے یوسف کو آخری نبی کہا اور یہاں خود اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی

کہا۔ تو اے مرزائی صاحبان! کیا آپ خدا کے بارے میں بھی یہی کہیں گے کہ خدا خوش عقیدگی میں مبتلا ہے؟ معاذ اللہ! خدارا بندوں کے کلام اور خدا کے کلام میں فرق کیجئے۔ میں نے جب ایک مرزائی مناظر صاحب کو اس طرح سمجھایا تو بوکھلا گئے' پھر سوچ کر کہنے لگے کہ خود اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ آپ کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتی ہے' جیسے پہلی امت کے لوگ اپنے نبیوں کے بارے میں رکھتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۔ (الجن: ۷)

اور بے شک ان لوگوں نے بھی تمہاری طرح گمان کیا کہ اللہ ہرگز کسی کو نہ بھیجے گا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمانوں سے فرمایا کہ ختم نبوت کا عقیدہ رکھنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ عقیدہ اس طرح ہے جس طرح پہلی امتوں نے رکھا تھا۔ مگر ہم نے ان کے عقیدے کے برعکس رسول بھیجے۔

جواب میں مجھے اتنا عرض کرنا ہے کہ اس آیت کی یہ تقریر قادیانیوں کی طرف سے قرآن میں تحریف معنوی کرنے کی کھلی جسارت ہے۔ آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو قادیانی کہتے ہیں۔ یہ آیت سورۂ جن کی ساتویں آیت ہے۔ پچھلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اپنی قوم کو وہ ایمان افروز گفتگو سنا دیجئے جو جنات نے قرآن سننے کے بعد اپنی قوم سے کی تاکہ قوم کی ہدایت کا موجب بنے"۔ چنانچہ یہ آیت جنات کی گفتگو کا ایک حصہ ہے' جنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ پہلے لوگوں کو تمہاری طرح یہ خیال تھا کہ ان کے رسول کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ اب تم بھی یہ خیال کرتے ہو اور اسی خیال کی بنیاد پر تم نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت حق ہے' چونکہ اس کے دلائل و شواہد ہم نے دیکھ لیے۔ پھر تفصیل سے نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

پس یہ آیت تو صرف ان لوگوں کے عقیدے کی تردید کرتی ہے جو حضرت خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کو آخری نبی سمجھتے رہے تھے اور لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کا مقصد صاف واضح ہے کہ غیر خاتم کو خاتم ماننا اسی طرح کفر ہے جس طرح خاتم کو غیر خاتم ماننا کفر ہے اور بعض تفاسیر میں لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ یہ خیال غلط ہے' یہ تفسیر بھی قرآن کے عین مطابق ہے۔

یہ چند آیات کی تشریح ہے ان کے علاوہ بعض آیات جو صراحتاً حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئیں' مرزا صاحب نے ان کو اپنے حق میں کہہ دیا ہے۔ ان کا جواب دینے کی ضرورت نہیں یا انہوں نے اپنے کو محمد اور احمد کہہ دیا' یا اللہ کہہ دیا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو سوائے مالیخولیا کے مریض کے کسی اور سے متصور نہیں' لہٰذا ان کا جواب بے سود ہے۔

رسول محترم کا عدالتی نظام

رشدی کی نظام عادلانہ پر تنقید

عدالت کو عربی زبان میں "قضا" کہتے ہیں اور قضا کے لغوی معنی "کسی چیز کو ختم کرنا' فارغ ہونا' پورا کرنا" اور شریعت میں حکم یعنی ظالم کو کسی حکمت عملی سے ظلم سے روکنے کو قضا کہتے ہیں۔(۱) اور جو فیصلہ کرے اسے "قاضی" (JUDGE) کہتے ہیں اور جس جگہ فیصلہ کیا جائے اسے "دار القضاء" (COURT) کہتے ہیں۔ جس قانون کے تحت فیصلہ کریں' اسے "دستور قضا" کہا جاتا ہے۔

اللہ جل مجدہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں ہر ظلم سے پاک وصاف معاشرہ قائم کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ نے دنیا کو وہ نظام عدل دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی فطرت مبارکہ میں ودیعت رکھی تھیں جس کی تکمیل عہد نبوت میں ہوئی۔ ان فطری صلاحیتوں کی بنا پر آپ نے قبل از نبوت قضاء کے فرائض اعزازی طور پر حلف الفضول میں انجام دیئے۔(۲)

حلف الفضول میں آپ کا نمایاں کردار تھا۔ روض الانف میں سہیلی' طبقات ابن سعد میں ابن سعد اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ:

حلف الفضول میں آپ کا کام ہر مظلوم کو خواہ وہ مقامی ہو یا بیرونی' ہر ایک کی بلا فرق و امتیاز مدد فرمانا اور اس وقت تک چین نہ لینا جب تک مظلوم اپنا حق حاصل نہ کرلیں۔

آنحضرت اس حلف الفضول میں گرم جوشانہ حصہ لیتے تھے۔ بڑے بڑے سرکش اس سے گھبراتے تھے' اس کا کوئی رکن مرنے تک معزول نہیں ہوتا تھا۔ بہرحال! یہ اس زمانہ کا تذکرہ ہے جب کہ عرب میں اسلام کی داغ بیل نہیں پڑی تھی۔

آپ زمانہ نبوت کے آغاز اور تقریباً تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ یہاں پر اس دوران آپ نے دین متین کی تبلیغ کی اور اخلاقی تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ اس کے بعد آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے ملت اسلامیہ کی تشکیل فرمائی اور ایک اسلامی ریاست قائم کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اسلامی ریاست کا سربراہ آپ کو مقرر فرمایا اور "عہدۂ قضا" بھی سپرد کیا گیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ۔ اللہ کے اتارے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلے کریں۔

آئندہ اوراق میں آپ کی رسالت اسلامیہ میں عدلیہ کے انتظام کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

(۱) فتح القدیر' شرح ہدایہ' مطبوعہ المطبعہ الکبریٰ مصر' الطبعہ الاولیٰ' ج ۵ ص ۴۵۳۔

(۲) سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر' ج ۱ ص ۸۵ تا ۸۸' روض الانف للسہیلی ص ۹۰ تا ۹۴' طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۲' مسند امام احمد بن حنبل' ج ۱ ص ۱۹۰۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔

ہم نے زبور میں لکھا تھا ذکر کے بعد (کہ) بے شک اس زمین کے مالک میرے صالحین بندے ہوں گے۔

مومنوں کو حکم ہوا کہ اپنے تنازعات کا فیصلہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے کرائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

اے مومنو! اگر تم کسی بات میں تنازع کرو تو اس کا حل اللہ اور اس کے رسول سے کراؤ۔

یعنی قرآن و حدیث سے کرو۔

پھر جب یہ حکم ہوا' اس کے بعد مومنوں نے ہر تنازعہ کا فیصلہ آپ کی کورٹ سے کرایا اور جیسے آپ نے اس کا فیصلہ فرمایا' اس پر عمل کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے' جسے ترمذی نے کتاب الاحکام ص۲۶ باب مَا جَآءَ فِی الرَّجُلَیْنِ یَکُوْنُ اَحَدُهُمَا اَسْفَلُ مِنَ الْاٰخَرِ میں ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۳۶۳:

ابن شہاب عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ ایک شخص نے (انصار میں سے) زبیر سے جھگڑا کیا جس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کورٹ میں لایا گیا۔ وہ جھگڑا پانی کے متعلق تھا جس سے کھجوروں کے باغ کو سیراب کرتے تھے۔ (جھگڑا اس طرح ہوا کہ انصاری کا باغ زبیر کے باغ کے بعد میں نیچے تھا) تو انصاری نے کہا' پانی کو چھوڑ دو' تاکہ میرے باغ میں بھی آ جائے۔ حضرت زبیر نے انکار کیا۔ یہ مقدمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا: اے زبیر! تم پانی سینچنے کے بعد اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس فیصلہ پر انصاری کو غصہ آیا اور کہا یا رسول اللہ! یہ فیصلہ اس لیے کیا کہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ اس اعتراض پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا۔ پھر فرمایا: اے زبیر! سینچائی کر کے پانی روک لے' یہاں تک کہ باغ کی دیواروں کو جا لگے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت "مجھے تیرے رب کی قسم! یہ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک تجھے اپنا حکم تسلیم نہ کر لیں اپنے جھگڑوں میں اور آپ جو فیصلہ فرمائیں اس کو دل سے قبول کریں' اس میں مایوسی نہ دکھائیں" اسی موقع پر نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ کے فیصلہ کو دل سے نہ تسلیم کرنے والے کو قرآن حکیم نے دائرہ ایمان سے خارج کر دیا۔ فرمایا گیا:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ۔

اے محبوب! تیرے رب کی قسم! ایمان والے نہیں ہیں جب تک تجھے حکم تسلیم نہیں کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے فیصلے کو "سپریم کورٹ" کی حیثیت حاصل ہے اور آپ اس کورٹ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بلکہ اس سے بھی زیادہ حیثیت رکھتے تھے۔

مرکزی نظام

شروع میں جبکہ ریاست کی بنیاد ڈالی گئی' اس وقت تمام عہدے مثلاً سربراہی ریاست' فوجی سپہ سالاری' عدالت آپ

بذات خود انجام دیتے مگر جس وقت اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور انتظامی کام بڑھتے گئے تو آپ نے مدینہ منورہ میں چند قاضی مقرر فرمائے جو فیصلہ کیا کرتے تھے اور مدینہ منورہ کے گرد و نواح کے باشندے مدینہ میں اپنے تنازعات حل کرواتے۔ مدینے کو دار الحکومت کا درجہ حاصل تھا اور پورے ملک کی کورٹوں کے خلاف آپ کے یہاں فیصلے ہوتے۔

صوبائی انتظام

آپ کے زیر نگیں جتنے صوبے تھے آپ نے ان پر اپنا ایک حاکم (گورنر) مقرر کیا تھا اور وہی گورنر صوبائی کورٹ کا قاضی (JUDGE) ہوتا تھا۔ چنانچہ یمن کے قاضی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر کیے گئے۔ جبکہ حاکم (گورنر) یمن بھی اس وقت آپ ہی تھے اور حضرت عتاب بن اسید ابن ابی العیص بن عبد الشمس اموی کو مکہ مکرمہ کا والی (گورنر) اور قاضی مقرر کرکے بھیجا۔ اسی طرح عمرو بن حزم کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ اگر کوئی مسئلہ صوبائی حکومت نے طے کیا لیکن فریقین میں سے کسی کو اس پر اعتراض ہوتا تو "سپریم کورٹ" میں اپیل کی جاتی جو مدینے میں تھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ کو قطعی طور پر حل فرمادیتے۔

دار القضاء

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا مناسب ہے کہ عہد نبوی میں قاضی کے لیے دار القضاء یا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے لیے کوئی خاص علیحدہ جگہ نہیں تھی جہاں فیصلے کرتے۔ بلکہ کورٹ یا سپریم کورٹ مسجد یا منزل ہی ہوتی تھی' جہاں بیٹھ کر ہر طرح کے معاملات طے کیے جاتے تھے اور مسلم و غیر مسلم سب کے لیے انصاف کے دروازے کھلے رہتے تھے۔ ہر ایک کو بلا کسی روک کے حق ملتا تھا۔

ہنگامی عدالت

بسا اوقات کسی خاص مسئلہ کے لیے کوئی خاص عدالت قائم کی جاتی۔ اس کو کلی اختیار ہوتا کہ فیصلہ کی اچھی چھان بین کر کے عدل سے فیصلہ کرے۔ جیسے مبسوط سرخسی میں ہے کہ آپ نے کسی خاص معاملہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہنگامی طور پر قاضی (جج) بنا کر مدینہ منورہ ہی میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو اس پر حضرت عمرو بن العاص نے شرماتے ہوئے عرض کیا' کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ حضور نے فرمایا: ہاں! اس طور پر کہ اجتہاد کرو' اگر صحیح چیز پر پہنچو گے تو دو نیکیوں کا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد میں خطا کرو گے تو ایک نیکی شمار ہوگی۔

فوجی عدالت

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کہیں فوج بھیجتے تو اس فوج کا سپہ سالار فوج کی ہر قسم کی رہنمائی کرتا تھا اور اگر مشکل قسم کے واقعات در پیش آتے تو ان سے نمٹنے کے لیے یا تو ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا جاتا' یا فوجی سالار خود ہی اس قضیہ کو حل کرتا تھا۔ نتیجتاً وہی امام' وہی قاضی اور وہی سپہ سالار ہوتا تھا۔

فل بنچ

سپریم کورٹ کے حاکم اعلیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض اہم معاملات میں فل بنچ کو بٹھاتے اور مل کر مسئلہ کو حل کر دیتے اور فرماتے۔ جیسے مبسوط (للعلامہ شمس الدین السرخسی) میں ہے:

وَكَانَ يُشَاوِرُهُمْ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ شَاوَرَهُمْ فِيْ اُسَرٰى بَدْرٍ وَشَاوَرَ سَعْدَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَوْمَ الْاَحْزَابِ فِيْ صُلْحِ بَنِيْ فَزَارَةَ عَلٰى بَعْضِ ثِمَارِ الْمَدِيْنَةِ وَاَخَذَ بِمَا اَشَارَا بِهٖ۔

آپ مجلس بٹھا کر مشورہ فرماتے تھے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق اصحاب کرام (اہل علم و دانش) سے مشورہ فرمایا اور دونوں سعدوں سے احزاب کے دن مشورہ کیا کہ بنی فزارہ کے ساتھ مدینہ کے بعض ثمار پر صلح کی جائے تو جیسے آپ کو مشورہ میں کہا گیا' آپ نے ویسا ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ حکم بھی ہوا تھا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔

کام میں ان کے ساتھ مشورہ کیجئے۔

یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت آج کل کی فل بنچ جیسی شکل تھی' بلکہ اس کی صورت ایسی تھی کہ اسلامی ریاستیں اور ان کی کورٹیں جو فیصلے کرتی تھیں وہ کسی آئین اور دستور کے تحت تھے۔ دراصل یہ دستور اور آئین ہی ہے جس سے مسلم ریاست کی عدلیہ کو اور عدالتوں سے امتیاز حاصل ہے۔ دنیا کی عدالتیں آج بھی اگر اسلامی دستور کے مطابق فیصلے کریں تو پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ اس لیے کہ اسلامی تعزیرات انسان کی اصلاح کے لیے نفسیاتی علاج ہیں۔ جس قانون کا بانی خود اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہے اور نافذ کرنے والے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں' ہم اقوام عالم کو دعوت دیتے ہیں!

کہ آیئے! دستور اسلامی اپنی عدالتوں میں رائج کر کے سکون کی زندگی بسر کریں۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں یہودیوں' نصرانیوں' مجوسیوں اور دیگر غیر مسلموں کو یقین تھا کہ ہمارے لیے انصاف ملنے اور حق پانے کے لیے نبوی کورٹ ہی ہے۔

اس لیے وہ اپنے مذہب کے سرداروں کو چھوڑ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کورٹ میں مقدمہ لے آتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں حق فیصلہ دیتے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ۔

اگر آپ اے رسول! ان کے درمیان فیصلہ کریں تو اللہ کے اتارے ہوئے (قرآن) کے مطابق کریں۔ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے۔

آئین عدالت

اسلامی عدلیہ کا آئین وہی ہے جس پر عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فیصلے ہوتے رہے اور وہ قرآن' حدیث اور اجتہاد ہے۔

یہاں اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ اسلامی آئین کا چوتھا ماخذ "اجماع امت" ہے۔ عہد نبوت میں اس کی ضرورت اس لیے نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں جو بھی نیا مسئلہ آتا' اس کا وحی کے ذریعہ اللہ

تعالیٰ یا حضور خود حل فرماتے تھے۔

ماخذ اول' قرآن

اسلامی آئین کے پہلے ماخذ' قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔(مائدہ: ۴۴)

جو اللہ کے اتارے ہوئے (قرآن) سے فیصلے نہ کریں گے پس وہ کافر ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ اسلامی ریاست کو اسلامی قانون نافذ کرنا چاہیے۔ اس کی انتظامیہ اور عدلیہ قرآن کے دیے ہوئے احکام کی پابند رہیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ ناانصاف اور بے شکر شمار کیے جائیں گے۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لیے' (انصاف کی) گواہی دینے والے بنے رہو' اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو' وہ امیر ہو' یا غریب ہو۔ اللہ دونوں کا زیادہ مالک ہے۔ سو تم خواہش نفس کی اتباع مت کرنا کہ حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج روی یا روگردانی کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

اس آیت میں انصاف پر رہنے کے لیے حکم دیا گیا۔ ساتھ ساتھ گواہی کو پوری طرح ادا کرنے پر بہت زور دیا گیا۔
ایک جگہ پر قرآن اور حدیث دونوں کی اتباع کرنے اور ہر فیصلہ قرآن اور حدیث کے مطابق کرنے کے متعلق کہا گیا۔

(۳) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

اور اگر تم (اے ایمان والو) کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے آؤ (یعنی اس کا حل قرآن اور حدیث سے طلب کرو)

اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو جس کا صراحتاً ذکر قرآن حکیم میں نہ ملے تو حدیث سے اخذ کرو اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو اجتہاد سے کام لیا جائے۔

ماخذ ثانی' حدیث

(۴) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

فرمایئے اے حبیب! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو' پس میری اتباع کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

(۵) مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

رسول جو تمہیں دیں لے لو اور جس سے روکیں باز آ جاؤ۔

ایک جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

(۶) فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ — اے رسول! لوگوں کے درمیان احکام کے بموجب فیصلہ کرو جو اللہ نے تم پر نازل کیے ہیں۔

اور ایک اور مقام پر مومنوں کو اللہ جل مجدہ نے مخاطب ہو کر فرمایا:

(۷) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ — اے رسول! تمہارے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے باہمی تنازعات میں تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر تم جو فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں کوئی بار محسوس نہ کریں اور تمہارے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔

ماخذ ثالث، اجتہاد

مذکورہ آیات کا مطالعہ کرنے کے بعد بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان اپنی ریاست میں وہ عدالتی نظام رائج و نافذ کرے جو قرآن و حدیث میں ہے۔ مگر بعض نئے مسائل ایسے رونما ہو گئے ہیں جن کے لیے اگر قرآن و حدیث خموش ہوں اس وقت اجتہاد سے کام لینا ہوتا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا اور بھیجتے وقت آپ حضرت معاذ سے امتحان لیتے ہوئے پوچھتے ہیں:

بِمَ تَقْضِيْ يَا مُعَاذُ○(الحدیث) — یعنی اے معاذ! تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟

حضرت معاذ نے جواب دیا اللہ کی کتاب (قرآن) سے۔ پھر فرمایا: اگر وہ مسئلہ قرآن میں نہ پاؤ (تو پھر کیا کرو گے؟) حضرت معاذ نے کہا حدیث سے۔ آپ نے فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ (تو پھر) حضرت معاذ نے کہا: میں عقل سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ — سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو توفیق بخشی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اگر مجتہد صحیح مقصد کو پہنچا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر غلطی کر گیا تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ مجتہد ہو یعنی اجتہاد کی صلاحیت، اور اس کے شرائط و لوازم سے آراستہ ہو۔

اسلامی عدلیہ کے ان تین ماخذ کے علاوہ ایک چوتھا ماخذ بھی ہے جسے "اجماع امت" کہتے ہیں۔ یہ چوتھا ماخذ "اجماع امت" عہد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد وجود میں آیا۔ چونکہ ہمارا مقصود سیدنا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدالتی نظام بیان کرنا ہے۔ لہٰذا اجماع امت کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ اس کی صرف نشاندہی کی گئی ہے۔

چونکہ عہدۂ قضا ایک نہایت اہم فریضہ ہے، اس کو صحیح طور پر اپنا لینے میں ملک و ملت کی بہتری ہے۔ اس لیے اس کی اصلاح پر توجہ دلاتے ہوئے اللہ جل مجدہ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص ہدایات فرمائی ہیں۔ (ماخوذ)

پیغمبر اعظم ﷺ کا دین کامل

ملعون رشدی کے باطل نظریات کا جواب

دین کیا ہے؟

لغت میں دین کے مختلف معانی ہیں۔ کبھی تو جزاء کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" میں دین اسی معنی میں آیا ہے اور دیوان حماسہ کے شعر

فَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَانِ
دَنَاهُمْ كَمَا دَانُوْا

میں دنا دین بمعنی جزاء ہی سے مشتق ہے اور کبھی دین بمعنی فرمانبرداری ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قوم دین (یعنی فرمانبردار لوگ) اور حضرت ورقہ ابن نوفل اسدی نے اپنے شعر

وَلَا سُلَيْمَانَ اِذْ دَانَ الشُّعُوْبُ لَهٗ
وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ تَجْرِیْ بَيْنَهَا الْبُرْدُ

میں دین سے مشتق دان کو فرمانبرداری ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے اور کبھی دین عقیدہ کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی زبان

وَمَآ اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے

میں دین عقیدہ ہی کے معنی میں ہے اور کبھی ملت و شریعت کے معنی میں ہوتا ہے اور ملت و شریعت عقائد اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسی لیے دین عقائد و اعمال کے مجموعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ القاموس المحیط میں دین کا ایک معنی یہ بھی ہے اِسْمٌ لِجَمِيْعِ مَا يَتَعَبَّدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِهٖ کے بھی ہیں (یعنی ان تمام چیزوں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ عزوجل کی عبادت و فرمانبرداری کی جاتی ہے) اور بلاشبہ دین کے اس معنی میں عقائد و اعمال دونوں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام و ایمان کے مجموعہ کو دین کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شرح کرتے ہوئے شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پس اسلام ظاہر اعمال است و ایمان تمام بلطف اعتقاد و دین عبارت از مجموعہ اسلام و ایمان است۔

اور کتاب الایمان کی اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ دین اسلام و ایمان کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ حضرت

جبرئیل علیہ السلام بصورت بشر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اسلام، ایمان، احسان وغیرہ کے بارے میں سوالات کیے اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس کے بعد جب حضرت جبرئیل واپس تشریف لے گئے تو تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا: کہ اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوالات کرنے والے کون ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ''اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: فَاِنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام، ایمان واحسان وغیرہ کی تعلیم کو دین کی تعلیم فرمایا۔ اس لیے حدیث شریف کے مذکورہ ٹکڑے کی شرح کرتے ہوئے شیخ موصوف اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

از اینجا معلوم شد کہ دین عبارت از مجموعہ اسلام و ایمان و احسان است و شریعت نام ایں مجموعہ است و گاہ دین برائے اسلام مخصوصہ نیز اطلاق یافتہ چناں کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔

الغرض! مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ دین عقائد و اعمال کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور دین کامل میں دین سے یہی معنی مراد ہیں۔

چنانچہ دنیا میں بسنے والے مختلف ادیان کے ماننے والے ہیں۔ لہٰذا فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا تمام ادیان برحق ہیں؟ یا ان میں سے کوئی ایک اور پھر جو دین برحق ہے وہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے کافی ہے یا کسی اور دین کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان کی وضاحت کر دی جائے۔

دین برحق

چونکہ دین اختیار کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دین کے عقائد و اصول اور ضابطہ حیات کے تحت زندگی بسر کی جائے، تاکہ قلبی سکون کے بعد خالق کونین کی خوشنودی حاصل ہو اور عالم آخرت میں آرام و راحت نصیب ہو۔ اس لیے یہ مقصد اسی دین سے حاصل ہو سکتا ہے جس کے عقائد طرز عمل، ضابطہ زندگی، مسائل حیات کے حل، مالک حقیقی کی عبادت اور پرستش کے طریقے، نیکی اور خدا ترسی کے تصورات اور فلاح و بہبودی کے وہ ذرائع جنہیں انسان کو اختیار کرنا ہے۔ سب اسی حاکم حقیقی کے بتائے ہوئے ہوں۔ جس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، جو کائنات کا مالک حقیقی ہے، جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا۔ اس لیے کہ اس کے بتائے ہوئے عقائد اور دستور حیات کے مطابق زندگی گزار کر اس کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور عالم آخرت میں اس کی رحمتوں کا امیدوار ہوا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جس دین میں ایسے اصول عقائد اور اعمال ہوں، وہی دین، دین برحق ہے۔ یعنی جو دین اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ پوری کائنات کا صانع ایک ہے، وہی سارے جہان کا پالن ہار ہے۔ وہی منعم حقیقی ہے۔ انسان یا دوسری مخلوق کو جو کچھ ملا ہے، اسی کا دیا ہوا ہے۔ وہی روز جزا کا مالک ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساتھی نہیں ہے، وہ جسم و جسمانیات، زمان و زمانیات اور مکان و مکانیات سے منزہ اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے، نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ وہی قادر مطلق ہے، اسی کی مشیت سے سارا نظام قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اس کے پیغامات و ارشادات برحق ہیں اور یہی ذریعہ نجات ہے۔

تو یقیناً ایسا دین دین برحق ہے اور جو دین ان تمام عقائد کے خلاف یا بعض کے خلاف تعلیم دیتا ہے تو وہ دین باطل ہے۔ مثلاً

عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور خدا کہا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور کے کفار و مشرکین نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر خدا کو صاحب اولاد مانا۔ حالانکہ خداوند قدوس اولاد سے پاک ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ" نہ اس (اللہ) نے (کسی کو) جنا ہے اور نہ اسے (کسی نے) جنا ہے۔ اور خدا کو صاحب اولاد ماننا اس کی مذکورہ صفات سے انکار کرنا ہے۔ اس لیے جو صاحب اولاد ہوگا' وہ بے نیاز اور قادر مطلق نہ ہوگا' بلکہ محتاج ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور قادر مطلق ہے۔ ارشاد ہے: "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" (اللہ بے نیاز ہے) اور "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (بلاشبہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے) اور جو بے نیاز اور قادر مطلق نہیں ہوگا وہ عبادت کا مستحق نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کوئی عبادت کے لائق نہیں (مگر وہی اللہ) اور "قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ" (اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو) اور جو صاحب اولاد ہوگا' وہ جسم جسمانیات' مکان و مکانیات سے منزہ نہیں ہوگا' بلکہ جسم' زمان اور مکان والا ہوگا۔ اور جو صاحب اولاد ہوگا وہ بے مثل نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کا ہمسر اور مثل ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ رب کائنات بے مثل ہے۔ ارشاد ہے: "لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" (اس کا کوئی ہمسر نہیں) اور جو بے مثل نہیں ہوگا اس کا ساجھی اور شریک ضرور ہوگا۔ حالانکہ خلاق کائنات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا ساجھی اور شریک ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

اور فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو جس نے بچہ اختیار نہیں فرمایا اور بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کمزوری سے اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ جس دین میں عقیدۂ توحید کے خلاف تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے اصول و قوانین بندوں کے خود ساختہ ہیں تو یقیناً وہ دین باطل ہے اور جس دین میں عقیدۂ توحید کی تعلیم دی جاتی ہے اور زندگی گزارنے کے طریقے خالق کائنات کی بتائے ہوئے ہیں تو وہی دین' دین برحق ہے اور وہ صرف خدا کا دین ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ مختلف شریعتوں کی شکل میں آغاز انسانیت سے لے کر نزول قرآن تک انسان کی فلاح و بہبود کے لیے آتا رہا ہے۔ ان ظاہری صورتوں اور تفصیلات میں تو جغرافیائی' تمدنی' نسلی اور قومی حالات اور زمانے کے تقاضوں کے اختلاف کی بنا پر فرق ضرور ہے' مگر ان کی روح اور ان کے اصول و مبادی میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ سب نے عقیدۂ توحید اور اطاعت خدا ہی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى۔

تمہارے لیے دین کی راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا۔

اس کی تفسیر میں علامہ قاضی بیضاوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اَيْ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ دِيْنَ نُوْحٍ وَّمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَمَنْ بَيْنَهُمَا مِنْ اَرْبَابِ الشَّرَائِعِ وَهُوَ الْاَصْلُ الْمُشْتَرَكُ فِيْمَا بَيْنَهُمُ الْمُفَسَّرُ "بِقَوْلِهٖ" اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ

مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے آپ تک اے محبوب! جتنے انبیاء پیدا ہوئے ہیں سب کے لیے ہم نے دین کی ایک ہی راہ مقرر کی ہے جس میں وہ سب متفق ہیں اور وہ راہ یہ ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لانا واجب اور ضروری ہے

وَهُوَالْاِیْمَانُ بِمَا یَجِبُ تَصْدِیْقُهٗ وَطَاعَةٌ فِیْ اَحْکَامِ اللّٰهِ۔ ان پر ایمان لانا اور اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضروریات دین پر ایمان لانے اور اطاعت خدا کی تعلیم ہر نبی نے دی ہے مگر شریعتیں قومی حالات اور زمانے کے تقاضوں کے اختلاف کی بنا پر مختلف رہی ہیں۔ چنانچہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور ایک ایک راستہ رکھا۔

یعنی فروغ اعمال ہر ایک کے خاص ہیں اور اصلی دین سب کا ایک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ ایمان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے یہی ہے کہ لاالہ الا اللہ کی شہادت اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار کرنا اور شریعت و طریق ہر امت کا خاص ہے۔

دین موسوی اور دین عیسوی کے احکام جداگانہ تھے۔ دین موسوی کے احکام بہت سخت تھے۔ توبہ میں مجرم کو قتل کیا جاتا تھا۔ ناپاک کپڑا کاٹا جاتا تھا اور جانوروں کی چربی حرام تھی اور یہ سختی اسرائیلیوں کی سرکشی کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ۔ تو یہودیوں کے بڑے ظلم ہی کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں، ان پر حرام فرمادیں۔

اور دین عیسوی میں نہایت نرمی تھی۔ حتیٰ کہ شراب بھی حلال تھی اور کسی پر جہاد فرض نہیں تھا۔ چونکہ یہ احکام حالات کے تحت عارضی طور پر تھے، اسی لیے جب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اسلام لے کر تشریف لائے تو وہ تمام احکام اور شریعتیں جو حالات کے تحت عارضی تھیں، منسوخ ہوگئیں اور چونکہ اسلام دین فطرت ہے، لہٰذا وہ احکام جو فطرت کے مطابق تھے۔ وہ اب بھی دین اور اسلام میں محفوظ ہیں۔ جیسے دین ابراہیم علیہ السلام کے احکام فطرت کے مطابق تھے اور خداوند قدوس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ دین ابراہیم علیہ السلام کو قیامت تک باقی رکھنا تھا۔ اسی لیے حضور کو ملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔

لہٰذا آج بھی وہ احکام دین محمدی میں محفوظ اور موجود ہیں۔

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دین ابراہیم علیہ السلام دین فطرت تھا اور اسے خداوند قدوس کو قیامت تک باقی رکھنا تھا تو ایسی صورت میں دین اسلام کے ساتھ نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں مبعوث فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت عام نہیں تھی۔ آپ ہر قوم، ہر رنگ و نسل کے لیے نبی نہیں تھے اور آپ کا دین اگرچہ دین فطرت تھا مگر کامل دین نہیں تھا۔

دین کامل

دین کے کامل ہونے کے لیے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ دین کے احکام اور اس کی تعلیمات و ہدایات کی ہمہ گیری یعنی دین وہی کامل ہو سکتا ہے جو مکمل ضابطہ زندگی اور دستور حیات ہو۔ جس کے اندر زندگی کے ہر گوشے کے لیے احکام و ہدایات ہوں۔ مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے ہر ہر شعبہ سے

متعلق تعلیمات موجود ہوں' دینی' سیاسی' معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل موجود ہو' تاکہ انسان زندگی کے کسی مرحلے میں اصول و ضوابط اور ہدایات کے سلسلے میں دوسرے کا دست نگر نہ ہو کہ اسے احساس ہو کہ معلوم نہیں کہ یہ مرحلہ زندگی رب کائنات کی مرضی کے مطابق گزر رہا ہے یا نہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ احکام فطرت کے مطابق ہوں' تاکہ ان پر عمل درآمد کے سلسلہ میں انسان مجبور و معذور نہ ہو۔

۲۔ وہ دین ایسے نبی کا لایا ہوا ہو جو خاتم پیغمبراں ہو' اس لیے کہ آخری پیغمبر نہ ہونا اور ان کے بعد کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دین کامل نہیں ہے۔ اگر کامل ہوتا تو دوسرے نبی کو نئی شریعت کے ساتھ مبعوث نہ فرمایا جاتا۔

۳۔ دین لانے والے نبی کی نبوت عام ہو یعنی وہ ہر رنگ و نسل اور ہر قوم و ملک اور زمانہ بعثت سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لیے نبی ہوں۔ اس لیے کہ اگر کسی خاص قوم یا ملک اور کسی خاص زمانہ کے لیے نبی ہوں تو دوسری قوموں اور زمانوں کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت پیش آئے گی۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ دین کامل کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

اور اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء رسل تشریف لائے' ان میں سے کسی کی تعلیمات ہمہ گیر نہ تھیں۔ ان میں کوئی خاتم پیغمبراں نہیں اور نہ ہی کسی کی نبوت عام تھی۔ ہر نبی کسی خاص قوم و ملک اور خاص زمانہ کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف' حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف اور حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی طرف مبعوث ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا (اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو) وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا (اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو) وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۝ (اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو) الغرض ان میں سے کسی نبی کی نبوت عام نہیں تھی مگر سید الانبیاء و المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام میں مذکورہ باتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جنہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

احکام و تعلیمات کی ہمہ گیری

دین اسلام کے احکام و ہدایات زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور فطرت کے مطابق ہیں۔ مہد کی زندگی سے لے کر لحد کے سارے احکام بالتفصیل موجود ہیں۔ مالک حقیقی کی عبادت کے طریقے' کسب حلال کے اصول' سیاست کرنے کے انداز' نزاعات و مقدمات کے فیصلے' قوانین اور وراثت کے احکام' اکل و شرب کے آداب' نشست و برخاست' چلنے پھرنے' سونے اور جاگنے کے طریقے' غرض اعتقاد ہوں کہ عبادات' اخلاق ہوں کہ آداب تمدن' خانگی معاملات ہوں یا لین دین کے کاروبار' انسانوں کے ساتھ معاملہ ہو یا خدا کے ساتھ' سب کے متعلق اسلام میں احکام اور ہدایتیں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ قضائے حاجت' طہارت حاصل کرنے کے طریقے بھی۔ یہی وجہ تھی کہ بعض مشرکین نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذاقاً کہا تھا کہ تمہارے پیغمبر تم کو پاخانہ کرنا بھی سکھاتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! یہ سچ ہے۔ آپ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ایسی حالت میں قبلہ رخ نہ بیٹھیں' نہ اپنے داہنے ہاتھ سے طہارت کریں اور تین ڈھیلوں سے استنجا کریں۔ ان میں کوئی ہڈی اور گوبر نہ ہو۔ (جامع ترمذی)

تعلیمات اسلام کی یہ ہمہ گیری اس کی تکمیل کی دلیل ہے۔

اسلام میں یہ احکام اور تعلیمات اسی طرح موجود ہیں جس طرح صدیوں پیشتر موجود تھیں۔ اسلام آج بھی پست سے پست

اور غیر متمدن سے غیر متمدن اقوام سے لے کر بلند سے بلند اور متمدن سے متمدن قوموں کے لیے یکساں احکام و ہدایات رکھتا ہے۔ دین اسلام میں پست کو بلند اور بلند کو بلند تر بنانے کی برابر کی ہدایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ کے وحشیوں میں اسلام دینی تعلیمات و ہدایات کے ساتھ تنہا جاتا ہے اور ان کو متمدن اور مہذب بنانے کے لیے دوسرے ادیان کی طرح اسلام سے باہر کسی تعلیم کی ان کو ضرورت پیش نہیں آتی۔ مثلاً عیسوی مذہب کو (چند اختلافات چھوڑ کر کہ جن کا ماخذ انجیل ہے) عقائد پادریوں کی کونسلوں سے' عبادات کلیساؤں کے حکمرانوں سے اور تہذیب و تمدن کی تعلیمات یورپ کے بے دینوں' ملحدوں سے حاصل کرنی پڑتی ہے' مگر یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ انسانی زندگی کے کسی مرحلہ اور کسی شعبے کے لیے احکام و ہدایات کے سلسلہ میں دوسرے کا دست نگر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں دین اسلام کو مکمل کرنے کی بشارت ان الفاظ میں دی گئی ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی اے محبوب! آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب مدارک التنزیل نے جو تحریر فرمایا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ امور تکلیفیہ کے احکام قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کسی چیز کے سلسلے میں قرآن و حدیث کا حکم موجود نہیں ہے تو خداوند قدوس نے قیاس کے اصول و قوانین کی معرفت کرادی ہے۔ تاکہ قیاس کے ذریعہ حکم معلوم ہو جائے' اس میں قیاس کے منکرین کا رد بھی ہے۔ حالانکہ قیاس اصول شرع میں سے ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجتے وقت ان سے دریافت فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ اور کس چیز سے کرو گے؟ تو عرض کیا' کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: کہ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ عرض کیا' سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے' فرمایا: اگر سنت رسول اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کیا: اَجْتَهِدُ بِرَائِیْ میں اپنی رائے اور عقل سے اجتہاد کروں گا اور طلب صواب میں کوتاہی نہ کروں گا۔ تو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یَرْضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے رسول خدا کے فرستادہ کو اس کی توفیق عنایت فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش اور راضی ہے۔

(مشکوۃ باب العمل فی القضاء والخوف منہ)

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیاس اور اجتہاد کی شریعت پر دلیل ہے۔ بخلاف اصحاب ظواہر کے جو قیاس کے منکر ہیں۔ الغرض! دین اسلام وہ دین ہے جو احکام اور تعلیمات کے سلسلہ میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَّهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَّکْتُبَ بَعْضَهَا۔

یعنی اے اللہ کے رسول! ہم یہود سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں۔ کیا آپ ان میں سے بعض باتوں کے لکھنے کی اجازت فرماتے ہیں۔

تو سرکار نے زجر و انکار کے طور پر ارشاد فرمایا:

اَمُتَهَوِّکُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَهَوَّکَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی۔

کیا تم لوگ حیرت شک اور شبہ میں ہو جس طرح یہود و نصاریٰ حیرت اور شک و شبہ میں مبتلا ہوئے۔

میں ملت اسلام کو سفید اور روشن و صاف لایا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو انہیں میرا ہی اتباع کرنا ہوتا۔

مشکوۃ المصابیح مرقاۃ اشعۃ اللمعات میں اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى کی شرح یہ بیان کی گئی ہے کہ کیادین اسلام کے کامل اور تمام ہونے کے سلسلہ میں تمہیں حیرت اور رشک وشبہ ہے کہ اپنی کتاب اور نبی کے غیر سے علم حاصل کر رہے ہو جس طرح یہود و نصاریٰ نے حیرت شک و شبہ میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پس پشت ڈال دی اور اپنے راہبوں اور پادریوں کی خواہشات کا اتباع کیا گویا سرکار نے اس بات کی تعلیم فرمائی کہ اسلام دین کامل ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے دین کے احکام کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اقوال واعمال میں میرا ہی اتباع کرتے۔

اور چونکہ اسلام کے احکام فطرت کے مطابق ہیں اس لیے ہر رنگ و نسل اور ہر قوم وملک کے لوگوں کے لیے ان پر عمل کرنا ممکن بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے احکام بتاتے ہوئے اس کے عملی نمونے بھی پیش فرمائے۔ آپ نے خداوند قدوس کی عبادت وپرستش کی تعلیم دی تو سب سے پہلے خود ہی نمونہ بھی پیش فرمایا۔ آپ نے غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی اعانت کی تعلیم دی تو سب سے پہلے آپ نے اعانت فرما کر دکھائی۔ جہاد فی سبیل اللہ کی تعلیم دی تو جہاد فرما کر اس کا نمونہ بھی پیش فرمایا اور عفو و درگزر کی تعلیم دی تو فتح مکہ کے موقع پر مکہ والوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ — یعنی آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ، تم سب کے سب آزاد ہو تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ تعلیمات اسلام ناقابل عمل اور غیر فطری نہیں ہیں۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ثابت ہوا کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام ہمہ گیر اور قابل عمل ہیں۔

ختم نبوت

دین اسلام لانے والے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم پیغمبراں ہیں۔ آپ کے ختم نبوت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

میری مثال اور مجھ سے قبل انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے حسین و جمیل گھر تیار کیا، مگر کسی گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی تو لوگ اس گھر کا طواف کرنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ اس اینٹ کو کیوں نہیں رکھ دیا گیا۔ یعنی یہ جگہ کیوں نہیں پر کردی گئی، تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ میں ہوں وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اور میں خاتم پیغمبراں ہوں۔

آپ کی ختم نبوت سے متعلق بخاری و ترمذی و مشکوۃ المصابیح وغیرہا میں بہت سی احادیث مقدسہ مروی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

آپ کو خاتم النبین نہ ماننا' قرآن و حدیث کا انکار کرنا ہے اور یہ بالاتفاق کفر ہے۔ اور صحابہ سے لے کر آج تک امت اسلامیہ کا اس پر اجماع صریح قائم ہے۔

عموم نبوت و رسالت

اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل جتنے انبیاء و رسل تشریف لائے وہ کسی خاص قوم اور کسی خاص زمانے کے لیے نبی تھے' مگر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی خاص ملک و قوم کے لیے اور کسی خاص زمانے کے لیے نبی نہیں' بلکہ آپ کی نبوت عام ہے۔ آپ ہر رنگ و نسل اور ہر قوم و ملک کے لیے نبی ہیں اور زمانہ بعثت سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لیے نبی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاًۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (ماخوذ)

مولانا اسلم بستوی (بلرامپور)

ملعون رشدی کے باطل نظریات کا جواب

خونِ انسانی کا احترام

انسان "کن" کے امرِ ربی سے وجود میں آنے والی تمام کائنات کے تخلیقی عمل سے بالکل جدا قادرِ مطلق کی ایک علیحدہ اور خصوصی تخلیق ہے۔ اسے دیگر تمام مخلوقات کے مقابلے میں بہترین نقشے پر بنایا گیا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" اور اسے ساری مخلوقات پر بزرگی اور فضیلت بخشی گئی ہے۔

"لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیٓ آدَمَ" یہ شرف و فضیلت اور عظمت انسان کو محض انسان ہونے کی بناء پر حاصل ہے۔ اس میں کالے گورے عربی، عجمی، شرقی، غربی اونچے نیچے کا کوئی امتیاز نہیں کیونکہ سب نفس واحدہ سے پیدا ہوئے۔ "کُلُّکُمْ بَنِیٓ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ"۔

جب یہ بات مسلّم ہوگئی کہ جملہ انسان نفس واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں تو اپنی جگہ پر یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ سارے انسانوں کا خون بھی یکساں ہے اور ان کا رنگ بھی ایک ہے۔ انسان تمام مخلوقات میں سب سے محترم ہے تو اس کا خون بھی محترم ہے۔ لہٰذا قتل، غارت گری یا کسی بھی طریقے سے انسان کا خون بہانا اور اس کی حرمت کو بلاوجہ پامال کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احترام خون انسانیت پر غیر معمولی زور دیا ہے، چنانچہ ایک بار طواف کے دوران خانہ کعبہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"کتنا پاکیزہ ہے تو، اور کیسی خوشگوار ہے تیری فضا، کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام، مگر اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! ایک مسلمان کے جان و مال اور خون کا احترام اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے"۔ (ابن ماجہ)

"لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئیں، ہمیشہ کے لیے ان چیزوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذوالحجہ) کی حرمت اس شہر (مکہ) میں ہے۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور خود کفار کے زمرے میں شامل ہو جاؤ"۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

بعد ازاں آپ نے اپنی اس نصیحت پر عمل کیا اولین مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"زمانہ جاہلیت کے سارے خون اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم کرتا ہوں، میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ

ابن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنی ہذیل نے مار ڈالا' اب میں معاف کرتا ہوں"۔ (بخاری' ابوداؤد' نسائی' مسند احمد)

اسی طرح ایک بار آپ نے انسانی خون بالخصوص خون مسلم کی اہمیت و عظمت کو اس طرح بیان فرمایا:

"کسی مسلمان کے قتل کے مقابلے میں پوری دنیا کا زوال خدا کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا"۔ (مسلم)

پیغمبر اسلام کے نزدیک صرف مسلمان ہی کا خون محترم نہیں' بلکہ خدا کے ہر بندے کا خون محترم ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے اگر کسی ذمی (کافر) کا خون ناحق بالقصد ہو جائے تو اس پر جنت حرام ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

"جس نے کسی ذمی کو قتل کیا' اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی"۔ (نسائی)

"جس نے کسی غیر مسلم کو قتل کیا' وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا"۔ (بخاری)

ایک مرتبہ کسی غزوہ میں مشرکین کے چند بچے زد میں آکر ہلاک ہو گئے۔ آپ کو سخت رنج ہوا۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یہ تو مشرکین کے بچے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو' خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوئی ہے"۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ عہد نبوی میں ایک شخص کی لاش ملی مگر اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کے عالم میں خطبہ ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! کیا بات ہے؟ میرے ہوتے ہوئے آدمی قتل کیا جاتا ہے اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا۔ ایک آدمی کے قتل پر اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی متفق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے گا"۔ (طبرانی)

ایک غزوہ میں ایک عورت ہلاک ہو گئی۔ اس کی لاش دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

"اوہ! یہ تم نے کیا کر ڈالا؟ یہ تو جنگ کرنے والوں میں شامل نہ تھی' جاؤ! خالد سے کہہ دو کہ ذریت (عورتوں اور بچوں) اور معذوروں کو قتل نہ کرو"۔

پیغمبر اسلام کے نزدیک انسانی خون کی حرمت کا اندازہ ہمیں فتح مکہ کے موقع پر عفو عام کے واقعے سے بھی بخوبی ہوتا ہے۔ مکہ حضور کے جانی دشمنوں اور اسلام کے کٹر مخالفوں کا گڑھ تھا۔ یہاں وہ لوگ آباد تھے جنہوں نے قدم قدم پر آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے' آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا' آپ کے قتل کے منصوبے بنائے اور جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مدینہ پر بار بار حملہ آور ہوئے۔ جنگ بدر' جنگ احد اور جنگ احزاب برپا کی' آپ کے متعدد جانثاروں کو شہید کر دیا اور آپ کو بھی زخمی کیا۔ آپ کے جو ساتھی مکہ سے ہجرت کر کے یمن' شام اور حبش گئے' وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے چچا حضرت حمزہ کا قاتل وحشی' ان کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور عکرمہ ابن ابو جہل' صفوان ابن امیہ' کعب بن زہیر اور انہی جیسے سینکڑوں دشمنان اسلام' شہر میں موجود تھے۔ حضور آج ان سے ایک ایک بدی کا بدلہ چکانے پر قادر تھے' لیکن آپ نے قدرت انتقام کے باوجود ان کی جان بخشی کے لیے اسلامی فوج کو حسب ذیل احکام جاری کیے:

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے' اسے قتل نہ کیا جائے۔
۲۔ جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے' اسے قتل نہ کیا جائے۔
۳۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو' اسے قتل نہ کیا جائے۔
۴۔ جو شخص حکیم ابن حزام کے گھر میں پہنچ جائے' اسے قتل نہ کیا جائے۔

۵- جو شخص اپنے گھر میں بیٹھ رہے' اسے قتل نہ کیا جائے۔
۶- بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
۷- زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

فتح مکہ کے بعد جب خانہ کعبہ کے سامنے لوگوں کا اجتماع عام ہوا تو آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:
"جانتے ہو! میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں"۔
مجمع سے آواز آئی "آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔
حضور نے جواباً فرمایا: "تم پر آج کوئی گرفت نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

مکہ میں پیغمبر اسلام نے جو اس رحمت و مہربانی' عفو و احسان کی عظیم مثال قائم کی' وہ بعد کو اسلام کے قانون جنگ کا ایک اہم باب بن گئی اور خلفاء راشدین کے دور میں شام' عراق' مصر' ایران اور روم وغیرہ کی فتوحات میں فتح کے بعد قتل و خونریزی سے اسی طرح گریز کیا گیا۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی نے اپنے اپنے کمانڈروں اور گورنروں کو اس سلسلے میں جو ہدایات جاری کیں' ان کی تفصیلات پر نگاہ ڈالنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان سب پر فتح مکہ کے عفو عام کا گہرا اثر موجود ہے۔

پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انداز فکر تعزیرات اور سزاؤں کے سلسلے میں بالخصوص سزائے موت کے سلسلے میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اس ابتدائی سزا سے حتی الوسع مجرم کو بچانے کی راہ تلاش کی جائے اور اسباب و شواہد سزا کے لیے نہیں' بلکہ برات کے لیے ڈھونڈے جائیں' چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

"جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں کو سزا سے بچاؤ۔ کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو تو انہیں چھوڑ دو۔ یہ بات کہ امام (حاکم) کسی شخص کو چھوڑ دینے میں غلطی کر جائے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اس کو سزا دینے میں غلطی کر جائے"۔ (ترمذی)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:
"جب تک بچانے کی کوئی راہ مل رہی ہو اس وقت تک لوگوں کو سزا سے بچاؤ"۔ (ابن ماجہ)

آپ کے اس انداز فکر کی نمایاں جھلک ہمیں حضرت ماعز بن مالک کے واقعے میں ملتی ہے۔ حضرت ماعز بن مالک زنا کے مرتکب ہوئے تو حضور کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا رسول! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے پاک کر دیجئے' میں نے زنا کیا ہے"۔ ان کی یہ بات سن کر پہلے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا' پھر ارشاد فرمایا:

"ارے چلا جا! اور اللہ سے توبہ استغفار کر"۔ انہوں نے سامنے آکر پھر وہی بات دہرائی اور آپ نے منہ پھیر لیا۔

انہوں نے تیسری بار سامنے آکر وہی بات کہی اور آپ نے منہ پھیر لیا تو حضرت ابوبکر نے انہیں متنبہ کیا "دیکھو! اگر چوتھی بار تم نے اقرار کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہیں رجم (سنگسار) کروا دیں گے"۔ مگر وہ نہ مانے اور اپنی بات پھر دہرائی۔ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے:

"شاید تو نے بوس و کنار کیا ہوگا یا چھیڑ چھاڑ کی ہوگی یا نظر بد ڈالی ہوگی؟"
انہوں نے کہا "نہیں!"
آپ نے پوچھا "کیا اس سے ہم بستر ہوا؟"

انہوں نے کہا "ہاں!"

پھر دریافت فرمایا "کیا تو نے اس سے مباشرت کی؟"

انہوں نے کہا "ہاں!"

بالآخر آپ نے دریافت فرمایا "کیا تو جانتا ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں؟"

انہوں نے کہا "جی ہاں! میں نے اس کے ساتھ حرام طریقے سے وہ کام کیا جو شوہر حلال طریقے سے اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے"۔

آپ نے پوچھا "کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟"

انہوں نے کہا "جی ہاں!"

آپ نے پوچھا "تو نے شراب تو نہیں پی لی ہے؟"

انہوں نے کہا "نہیں!"

ایک شخص نے اٹھ کر ان کا منہ سونگھا اور تصدیق کی۔ پھر آپ نے ان کے محلے والوں سے دریافت کیا "یہ دیوانہ تو نہیں ہے---؟"

محلے والوں نے کہا "ہم نے اس کی عقل میں کوئی خرابی نہیں دیکھی"۔

آپ نے حضرت ہزالی بن نعیم سے (جنہوں نے ماعز بن مالک کی پرورش کی تھی اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائے مغفرت کرانے کا مشورہ دیا تھا) فرمایا: "کاش! تم نے اس کا پردہ ڈھانک لیا ہوتا تو تمہارے لیے اچھا تھا"۔ پھر آپ نے ماعز کو رجم کرنے کا فیصلہ صادر فرمادیا اور انہیں شہر سے باہر لے جا کر سنگسار کر دیا گیا۔ جب پتھر لگنے شروع ہوئے تو ماعز بھاگے اور کہا "لوگو! مجھے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ میرے قبیلہ کے لوگوں نے مجھے مروادیا۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے قتل نہیں کریں گے"۔ مگر پتھر مارنے والوں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ماعز کی آخری خواہش کی اطلاع جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی تو نہایت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا: "تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ (اس کی خواہش کے مطابق) میرے پاس لے آئے ہوتے' شاید! وہ توبہ کرتا اور اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا"۔

اس واقعے میں حضور کا ایک ایک سوال صاف بتا رہا ہے کہ ماعز کو رجم سے بچالینے کی ہر ممکن کوشش فرما رہے تھے۔ ان کے اپنے بیان یا محلے والوں کی شہادت سے شک کا کوئی ایسا پہلو تلاش کر رہے تھے جس کا فائدہ پہنچا کر ماعز کی جان بچائی جا سکے' آپ نے نشہ یا فتور عقل کا شبہ بھی ڈھونڈا' لیکن جب بچاؤ کی کوئی صورت نہ رہی اور جرم کے ثابت ہو جانے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا' تب جا کر فیصلہ صادر فرمایا تاہم ماعز کی جان جانے کا آپ کو قلق بھی ہوا۔

اس واقعے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ صادر کرتے وقت بالخصوص کسی کو سزائے موت کا فیصلہ دیتے وقت معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے کس حد تک تحقیق ضروری ہے۔

اسی سے ملتا جلتا واقعہ غامدیہ نامی ایک عورت کا ہے۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر چار بار زنا کا اقرار کرتے ہوئے کہتی ہے "یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے اور میں حاملہ ہوں' مجھے سنگسار کر کے پاک کر دیجئے!"

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جا! وضع حمل کے بعد (بچہ پیدا ہونے کے بعد) آنا"۔

وہ وضع حمل کے بعد بچے کو گود میں لے کر آتی ہے اور پھر درخواست کرتی ہے "مجھے پاک کر دیجئے"۔

آپ نے ارشاد فرمایا: "جا! اور اس کو دودھ پلا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد آنا"۔

وہ دودھ چھڑانے کے بعد آتی ہے تو ساتھ ہی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی لے آتی ہے۔ اس نے بچے کو روٹی کا ٹکڑا کھلا کر حضور کو دکھایا اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اب اس کا دودھ چھوٹ گیا ہے اور دیکھئے یہ روٹی کھانے لگا ہے"۔ تب آپ نے بچے کو پرورش کے لیے ایک شخص کے حوالے کیا اور اس کے رجم (سنگسار) کا حکم فرمادیا۔

انسانی خون کی حرمت یا تحفظ جان کے سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ اس کا اطلاق کب سے ہوگا؟

دنیا کے عام قوانین تحفظ جان کو بعد از ولادت قابل اطلاق قرار دیتے ہیں لیکن پیغمبر اسلام محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے استقرار حمل سے ہی قابل اطلاق قرار دیا ہے' چنانچہ اسی واقعے میں عورت کے صریح اقرار زنا کے باوجود آپ نے اسے رجم (سنگسار) کی سزا نہیں دی کیونکہ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ حاملہ ہے' اس لیے اسے بچے کی ولادت اور مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد سزا دی گئی۔ اگر یہی سزا فوری طور پر نافذ کردی ہوتی تو بچے کا خون ناحق ہوتا۔ اسی طرح ایام رضاعت میں سزا دی جاتی تو بچے کی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔

فقہاء اسلام نے تحفظ جان کے حق کو استقرار حمل کے ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے بعد قابل معافی قرار دیا ہے کیونکہ اس عرصے میں جنین گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہوکر انسانی شکل وصورت میں ڈھلنے لگتا ہے اور اس پر انسان ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

ہمارے فقہاء کی اس رائے کو اب صدیوں بعد جدید میڈیکل سائنس نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ امریکی سپریم کورٹ نے روبنام ویڈ کے مشہور مقدمہ میں جدید طبی تحقیقات کے حوالے سے فیصلہ دیا ہے کہ رحم مادر میں "انسانی وجود" کو حمل کے تین ماہ بعد قانوناً تسلیم کرلیا جائے گا۔

یہ ہیں پیغمبر اسلام محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے انسانی خون کی حرمت سے متعلق فرامین وفیصلے جنہیں آج مذہب اسلام میں پورے طور پر قانون کا درجہ حاصل ہے اور تحفظ جان کے سلسلے میں چودہ سو سال سے بھی پیشتر اتنا فیصلہ جس کی رو سے انسانی جان کے تحفظ کی ضمانت جو نہ صرف انسان کے اس عالم رنگ وبو میں آنے پر حاصل ہوتی ہے' بلکہ اسے شکم مادری سے حاصل ہوجاتی ہے جسے اس ترقی یافتہ عہد کی جدید میڈیکل سائنس بھی اپنی تمام تر تحقیق کی روشنی میں آج ماننے پر مجبور ہے۔

مولانا احمد القادری بھیروی

ملعون رشدی کی معراج مصطفےٰ ﷺ پر تنقید

سیدنا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے دو عظیم پہلو ہیں:
اول : بندوں سے ملا ہوا اور تقاضائے بشریت کے عین مطابق ہے۔
دوم : خدا سے ملا ہوا اور عقل بشریت سے ماوراء ہے۔

معراج جسمانی اور رویت باری کا تعلق بھی اس دوسرے پہلو سے ہے۔ اعلان نبوت کا بارہواں سال (تفسیر خزائن العرفان' بنی اسرائیل: ۱) اور مکہ کی سرزمین سے کفار و مشرکین کی کثرت اور فدایان جمال مصطفیٰ کی قلت ہے۔ ہر طرف دشمنان اسلام کا دور دورہ ہے۔ نبوت و رسالت سے انکار کی آوازیں چار سو گونج رہی ہیں۔ ایک بشر سے غیب کی باتیں سن کر مذاق اڑایا جارہا ہے اور اپنی ہی طرح بلکہ اس سے بھی کمتر سمجھ کر توہین رسالت کی جارہی ہے۔ غم گسار حضرت خدیجہ اور ابو طالب کا سایہ بھی سر سے اٹھ چکا ہے۔ عین اس ماحول میں رب جلیل و قدیر نے اپنے اس خاص بندے کو جس کے لیے ساری کائنات پیدا کی' اپنے پاس بلا کر رحمت خاصہ سے نوازا۔ انوار و تجلیات سے ہم کنار کیا۔ دیدار ذات سے آپ کی جسمانی آنکھوں کو سرور بخشا اور ایسا قرب تھا کہ دو کمانوں کا فاصلہ بھی نہ رہا۔(۱) کوہ طور پر نہیں خاص عرش عظیم' بلکہ لامکاں کی رفعتوں پر ہمکلامی کا شرف بخشا۔ کیا گفتگو ہوئی' توریت کی طرح بیان کرکے بندوں کو روشناس نہیں کرایا گیا بلکہ "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی" (النجم: ۱۰) پردہ میں پوشیدہ رکھی گئی اور یہ سب تمام سیر مکان و لامکان رات کے ایک مختصر سے حصے میں مکمل کرا دی گئی۔ یہ ایسی انوکھی باتیں ہیں جو انسان نے نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھیں' نہ بعد میں اب تک سنیں اور نہ قیامت تک سن سکے گا۔ اگر اس ماحول میں صاف صاف انہیں بیان کیا گیا ہوتا تو عقل و خرد پر بھروسہ کرنے والا انسان فوراً ہی انکار کر دیتا اور دلیل کا طلب گار ہوتا۔ آسمانی دلائل و براہین پیش کیے جاتے تو اس کی عقل ناقص کی سمجھ سے بالاتر ہوتے۔ اس لیے پروردگار عالم نے عظمت والے قرآن میں وہیں تک سیر کی واضح آیت کریمہ نازل فرمائی جس کے دلائل و براہین منکرین کو آسانی سے خاموش کر دیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ — پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے

---

(۱) اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی- (پارہ ۲۷' النجم: ۸-۹)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ بھی نہ رہا' بلکہ اس سے بھی کم۔ (کنز الایمان)

اَلۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَى الَّذِىۡ بَارَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ۝ (پارہ ۱۵'۱)

مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں پروردگار عالم نے حبیب سبحانی' صاحب معراج جسمانی' ناظر انوار ربانی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رات کے ایک مختصر سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرانے کا خود ذکر فرمایا ہے' تاکہ لوگوں کو رب قدیر کی عظمت و کبریائی اور بارگاہ ذوالجلال میں محبوب کی قدر و منزلت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ قادر قیوم وہ طاقت و قدرت رکھتا ہے کہ اس نے اپنے بندہ خاص کو جب اپنی عظیم نشانیاں دکھانا اور اسے سیر کرانا چاہا رات کے مختصر سے وقت میں سیر کرادی اور ایسی تفصیلی سیر کہ لوگوں نے اس کا امتحان لینا چاہا تو آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منزل ہی نہیں بلکہ راہ منزل کی ہر بات کی تفصیل بتادی اور ایسی تفصیل کہ اگر ہم ہزار بار بھی کسی راہ سے گزریں تو وہ تفصیل نہ پیش کر سکیں۔

آخر کار کفار و مشرکین کو لاجواب ہو کر خاموش ہونا پڑا اور مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔ پھر جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان و لامکان جنت و دوزخ اور بے کیف دیدار الٰہی کا بیان فرمایا تو اہل اسلام نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا کیونکہ ان کے سامنے بیت المقدس کے عینی مشاہدات آئینے کی طرح جلوہ گر ہو چکے تھے جن کے پیش نظر کفار و مشرکین کو بھی سکوت و لاجوابی کے سوا چارہ کار نہ تھا۔

وہ امین صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب سیر لامکان کی تفصیل بیان فرما رہے ہیں' کیونکہ ہر مومن کا دل اس کے سامنے جھک جائے لیکن یہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ کتنے اس امتحان میں ناکام ہوئے اور امن رسالت سے جدا ہو گئے اور بہت سے بندے اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور ایمان کی تازگی و پختگی پائی۔ کسی نے تو اس کامیابی میں اول درجہ حاصل کر کے صدیق کا لقب بھی پالیا۔ غرضیکہ اس زمانہ میں بھی دو گروہ تھے۔ ایک کفار و مشرکین کا جنہوں نے انکار و اختلاف کا کوئی گوشہ باقی نہ چھوڑا اور دوسرا صحابہ و عاشقان رسول کا جنہوں نے اس واقعہ کی عینی حقیقت تسلیم کر کے خداوند کریم کی بارگاہ میں عظیم رتبہ حاصل کیا۔ بعض ایسے بھی نام نہاد مسلمان تھے جو اسرار کا انکار کر کے ضلالت و گمراہی کے غار میں گر گئے۔

ان تمام تاریخی حقائق و مشاہدات کے ہوتے ہوئے اب بھی کوئی معراج مبارک کو خواب و خیال قرار دے تو کتنی بڑی نادانی ہے۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی جس کے دست قدرت میں ساری کائنات ہے۔ اگر معراج جسمانی نہ ہوتی محض منامی یا روحانی ہوتی اور اس کے سارے بیانات و مشاہدات عینی نہ ہوتے تو کفار مشرکین انہیں سن کر ہرگز انکار نہ کرتے اور کچھ افراد اسلام سے پھر کر مرتد و بے دین نہ ہوتے' کیونکہ خواب تو ایسی حقیقت ہے جس سے قریباً ہر انسان دوچار ہوتا ہے۔ خواب کے اندر دور دراز شہروں میں سیر و تفریح کے لیے پہنچ جانا جس کی مسافت مہینوں کی ہو ایسے افعال کا صدور ہو جانا جو سالوں میں بھی نہ ہو سکیں (مثلاً خواب میں لاولد کو کئی اولادوں کا ہو جانا) اگر کوئی خواب دیکھنے والا بیان کرے تو ایسی شدت سے کوئی اس کا منکر نہیں ہوتا۔ معراج کے اتنے منکرین ہو جانا خود اس کے جسمانی ہونے کی دلیل ہے۔ خواب تو اگر کسی محال چیز کا بھی ہو تو اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب نہیں دیکھا تھا؟ مجھے چاند سورج اور گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں۔ ان ستاروں کا کسی انسان کو سجدہ کرنا کیا ممکن ہے۔ خارجی واقعہ ہو تو عقل اس پر بھی اعتراض کر سکتی ہے۔ چاند' سورج اور ستاروں نے یکبارگی سجدہ کیا تھا یا جدا جدا؟ اگر یکبارگی سجدہ کیا اس نیر اعظم کے سامنے انہیں ستارے کیسے نظر آئے اور اگر جدا جدا تو یہ ایک

خواب کا ذکر ہے۔ کب سورج نے کیا، کب چاند نے اور کب ستاروں کو سجدہ کا موقع ملا، کیونکہ ہر ایک کی منزلیں جدا جدا ہیں۔ جس وقت وہ نیر اعظم سجدہ میں مشغول تھا۔ ساکن تھا یا متحرک، اگر ساکن تھا تو سجدہ کے لیے حرکت ضروری ہے اور اگر متحرک تھا جب بھی سجدہ کی حالت میں سکون ضروری ہے، غرضیکہ عقل اس کے انکار کی بہت سی راہیں نکال سکتی ہے لیکن چونکہ وہ خواب ہے اس لیے مان لیا گیا اور عام عادت نے عقل کو باور کرایا کہ خواب میں محالات کا وقوع جائز ہے اور اس پر کسی کا اعتراض نہیں۔

آج تو سیاروں کی خاک چھاننے والوں کے سامنے تھوڑے سے وقت میں آسمان کی سیر قطعاً محال نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ آنے والے دلائل و براہین عقل والوں کے لیے ہیں، اس دریدہ کور کا کوئی علاج نہیں جو عناداً انکاری ہو یا انتہائے بلادت کی وجہ سے اس کے دماغ میں یہ عظیم نشانیاں نہ سما سکتی ہوں۔

خداوند کریم نے بے شمار مخلوق پیدا کی۔ ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ مراتب و درجات رکھے ہیں۔ کوئی مخلوق اپنی حد سے تجاوز کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی مثلاً کنکر، پتھر اگر درختوں کی طرح بڑھنا چاہیں تو نہیں بڑھ سکتے۔ درخت، جانوروں کی طرح چلنا پھرنا چاہیں تو نہیں چل پھر سکتے۔ جانور اگر منطق و فلسفہ پڑھنا چاہیں تو نہیں پڑھ سکتے۔ انسان اگر خداوند کریم کی ذات و صفات کی حقیقت کو سمجھنا چاہے تو یہ اس کے بس سے باہر ہے۔ فرشتے تمام تر خدا کے معصوم بندے ہونے کے باوجود بھی حقیقت ذات کے ادراک سے قاصر ہیں۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ مثنوی میں فرماتے ہیں:

گر بدیدے حس حیواں شاہ را
پس بدیدے گاؤ خر اللہ را

اگر حیوان اپنے احساس سے سرکار کا مرتبہ پہچان لیتا تو بیل اور گدھے بھی خدا کا دیدار کر سکتے۔

اس تمثیل کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی مخلوق اپنی طاقت و قوت کی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے تو یہ اس کے لیے ناممکن ہے۔ اسی طرح عقل انسانی کی بھی ایک حد ہے جہاں سے وہ تجاوز کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی۔ خود انسانوں کے درمیان بھی بڑا امتیاز ہے۔ ایک بات ہزار کوشش کے بعد بھی کسی انسان کی سمجھ میں نہیں آتی اور دوسرا آدمی چشم زدن میں حل کر لیتا ہے۔ ایک جاہل گنوار آج بھی سائنسی ترقیاں دیکھتا یا سنتا ہے تو متحیر رہ جاتا ہے اور اس کے اسباب و علل اس کی سمجھ میں نہیں آتے، جبکہ ایک دوسرا انسان صرف ان کا نکتہ داں ہی نہیں، بلکہ موجد و صانع بھی ہے۔

یوں بھی جہاں حکماء انسان کی عقلوں کی انتہا ہے وہیں سے عقل نبوت کی ابتدا ہے۔ وہ باتیں جو ایک حکیم و فیلسوف عمر خضر لگا کر بھی حل نہیں کر سکتا، ایک نبی برابر ان کی عقدہ کشائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی فرق مراتب کو مولانا رومی نے کتنی عمدہ تشبیہات کے ذریعہ بیان کیا ہے:

ہر دو گوں آب و گیاہ خوردند و آب	زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکناب
ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد	واں خورد آید ہمہ نور احد

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے اور ایک ہی پانی پیتے ہیں مگر اس سے مینگنی اور اس سے خالص مشک پیدا ہوتا ہے۔ ایک آدمی غذا کھاتا ہے تو اس سے بخل و حسد پیدا ہوتا ہے اور دوسرا وہی غذا کھاتا ہے تو اس سے خدائی نور پیدا ہوتا ہے۔

اس لیے ہر فن کے ماہرین کی باتیں اس فن سے نابلد افراد ضرورت کے وقت بلاچون وچرا تسلیم کرتے ہیں مثلاً دواؤں کے خواص مریض کے تجربہ میں اگرچہ نہ آتے ہوں مگر اس کے ماہرین کی باتوں پر اعتماد کر کے استعمال کر لیتا ہے اور قطعاً اس کی پرواہ

نہیں کرتا کہ ممکن ہے طبیب ہو کہ سے زہر کھلا رہا ہو۔ اسی طرح غیرنبی کے لیے ضروری ہے کہ نبی کی بات پر یقین لائے' خواہ اس کے ادراک سے قاصر کیوں نہ ہو' کیونکہ جہاں علم نبی کی ابتدا ہے وہیں تک اس کے فہم و خرد کی انتہا ہے۔

ہم مومن ہیں اپنے نبی کی نبوت کا یقین ہمارے دلوں اور جسم کی رگ رگ میں پیوست ہے۔ ہمارے نزدیک ان کی ہربات مرتبہ یقین و اذعان سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ ان کی ہربات تسلیم ہے' چاہے وہ ہماری عقل ناقص میں آئے یا نہ آئے۔ زمین و آسمان' جنت و دوزخ قبر و برزخ' حشر و نشر' میزان و صراط غرضیکہ کتنی باتیں ہیں جنہیں ہم اپنی عقل کی بنیاد پر سمجھنا چاہیں تو ہرگز نہیں سمجھ سکتے لیکن ہمارے نبی نے فرمادیا اس لیے ہمیں تسلیم ہیں۔

واقعہ معراج بھی چونکہ اقتباس و استنباط اور عقل انسانی کے فہم و ادراک سے ماوراء ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس باب میں بھی دیکھا جائے کہ خدا اور رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں' تاکہ اس پر اعتماد کیا جائے اور اسی کے آگے سر تسلیم خم ہو۔

معراج جسمانی کے دلائل (قرآن و سنت کی روشنی میں)

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ (قرآن کریم' پارہ ۱۵)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (کنزالایمان از امام احمد رضا فاضل بریلوی)

اس آیت کریمہ سے معراج جسمانی ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ "عبد" تنہا روح کے لیے نہیں بولا جاتا' بلکہ روح جسم کے لیے مستعمل ہے۔ قرآن و حدیث یا کلام عرب میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ کسی کو دنیاوی زندگی میں "عبد" کہا گیا ہو اور لفظ "عبد" سے مراد صرف "روح" ہو۔ اس میں کسی اہل زبان کا اختلاف نہیں۔

(اصول الشاشی مطبع محمد کانپور ص ۱۳)

(۲) وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ۔ (پارہ ۱۵' ۶)

اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا مگر لوگوں کی آزمائش۔ (کنزالایمان)

"رویا" لفظ مشترک ہے دیدار عینی اور دیدار منامی دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اسی لیے جو معراج منامی کے قائل ہیں۔ اس آیت کو معراج منامی پر محمول کرتے ہیں اور جو جسمانی کے قائل ہیں وہ اس کو معراج جسمانی پر محمول کرتے ہیں۔

لفظ مشترک کے کسی ایک معنی کی تعیین قیاس (جو قرآن و حدیث یا اجماع امت سے مستنبط ہو) یا نص سے ترجیح کے بغیر ممکن نہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب دلائل سے ایک معنی متعین ہو جائے تو دوسرے کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔

(ترمذی شریف جلد ۲' ص ۱۴۱)

قیاس

"رویا" کے دیدار عینی ہونے کے لیے "فِتْنَۃً" (آزمائش) "لِلنَّاسِ" قرینہ ہے۔ اس طرح کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے ایک مختصر حصہ میں زمین و آسمان کے سیر کرنے کی حقیقت بیان کریں گے تو لوگوں کے امتحان و آزمائش کا باعث ہو گا تو وہ لوگ جو آپ کی ہربات پر سر تسلیم خم کرنے والے ہیں' وہ اسے بھی حقیقت مان کر امتحان میں کامیاب ہو جائیں

گے اور جن کے دلوں میں کجی ہے' اسے امر عادی کے خلاف سمجھ کر منکر بن جائیں گے اور یہ ان کے امتحان میں ناکامی کی دلیل ہوگی--- تاریخ گواہ ہے کہ معراج اقدس کے معاملے میں مکہ ہی میں مصدقین و منکرین کے دو گروہ پیدا ہوئے۔ مصدقین کو کامیاب اور منکرین کو گمراہ کہا گیا--- اگر اس "رویا" کو دیدار عینی کے بجائے خواب پر محمول کیا جائے تو کسی کے لیے امتحان و آزمائش کا باعث نہیں ہوگا کیونکہ دونوں گروہ اسے تسلیم کرلیں گے' اس لیے کہ چند ساعت میں عظیم سیر ناممکن اور خلاف عادت نہیں جس کا کوئی عاقل انکار کر سکے۔

نص

اب دیکھئے اس آیت کی تفسیر میں نصوص کیا ہیں:

سید المفسرین جناب عبداللہ ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ أُرِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً أُسْرِیَ بِهٖ۔

وہ دیدار عینی تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب اسراء دکھایا گیا۔

(بخاری شریف ج۱' ص۵۵۰' ج۲' ص۶۸۶)

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کے بعد جسے سید المحدثین حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے کلام الٰہی کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب میں تخریج فرمایا' دیدار عینی کے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

امام بخاری کے علاوہ امام ترمذی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بعینہ وہی بات لکھی ہے۔

(بخاری ج۱' ص۵۵۰ و ج۲' ص۶۸۶' ترمذی ج۲' ص۵۴۹)

(۳) مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔ (قرآن کریم پارہ ۲۷' ۵)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی' بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (کنز الایمان)

لفظ "بصر" دیدار عینی کے لیے آتا ہے اور رویت بھی جب مطلق ہو تو اس سے دیدار عینی ہی مراد ہوتا ہے خواب نہیں مراد لیا جاسکتا' جب تک کہ قرینہ واضح نہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں:

مَازَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا رَاٰهُ تِلْکَ اللَّیْلَةَ۔

یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ کسی طرف نہ پھری' اس سے جسے شب معراج دیکھا۔

(بخاری شریف ج۱' ص۵۴۹)

قرآن مقدس کی یہ تین آیتیں معراج جسمانی کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔ تاہم چند احادیث بھی درج ذیل کی جارہی ہیں۔

احادیث و سیر میں اس واقعہ کو کثیر صحابہ کرام نے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے ۲۶ اور ۴۵ صحابہ کو نام بنام گنایا ہے۔

صحاح ستہ میں معراج کا واقعہ مذکور ہے۔ بخاری و مسلم نے اس واقعہ کو حضرت ابوذر' حضرت مالک ابن صعصعہ' حضرت انس بن مالک' حضرت عبداللہ ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سات اکابر صحابہ سے روایت کیا ہے۔

احادیث

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ابھی بخاری و ترمذی کے حوالہ سے گزری جس میں فرمایا گیا:
"وہ دیدار عینی تھا جسے شب اسراء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھایا گیا"۔
(بحوالہ حاشیہ نبراس مطبوعہ عبدالحق اکیڈمی پاکستان، ص ۴۶۹)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب اسراء بیت المقدس لایا گیا تھا۔ دو پیالے شراب و دودھ پیش کیے گئے تھے۔ آپ نے دونوں کی طرف دیکھا اور دودھ والا پیالہ اٹھالیا۔
(بخاری شریف جلد ا، ص ۵۴۹)

اس حدیث میں صاف صاف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جانے کا ذکر ہے۔

(۶) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایک سفید چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس پر مجھ کو سوار کیا گیا، پھر مجھے جبرئیل لے کر چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک آئے۔ اس کے بعد واقعہ معراج ہے۔
(بخاری شریف جلد ا، ص ۵۴۹)

اس حدیث مبارک میں جسم مبارک کے سوار کرانے اور لے کر جانے کی صراحت ملتی ہے۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں اپنی آنکھ سے دیکھا۔ یہی مرقاۃ میں بھی ہے۔ (بحوالہ حاشیہ نبراس، مطبوعہ عبدالحق اکیڈمی پاکستان، ص ۴۶۹)

(۸) بخاری و مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مشکوۃ، بیہقی، مسند امام احمد وغیرہ نے کثیر صحابہ سے واقعہ معراج کی روایت کی ہے جس میں اکثر مطلق رویت کا ذکر ملتا ہے اور جب مطلق رویت بولا جائے تو اس سے مراد دیدار عینی ہوتا ہے۔ یہی اہل زبان کی اصطلاح ہے۔

اقوال سلف

(۹) ان احادیث کی روشنی میں امام نووی علیہ الرحمہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے جس پر سلف صالحین کا بڑا حصہ اور عامہ متاخرین میں سے فقہاء اور محدثین و متکلمین سب اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسم کے ساتھ معراج ہوئی اور جو شخص تمام آثار و احادیث کا مطالعہ اور تحقیق کرے گا اس پر یہ حق واضح ہو جائے گا۔
(شرح مسلم از امام نووی، مطبوعہ رشیدیہ دہلی ص ۹۱، ج ا)

(۱۰) حجتہ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔ آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ تک، پھر جہاں تک اللہ نے چاہا۔ یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں واقع ہوا۔
(حجتہ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ)

(۱۱) درس نظامی کی مشہور کتاب عقائد نسفیہ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج بیداری کی حالت میں اپنے جسم کے ساتھ آسمان تک پھر وہاں سے جہاں تک اللہ نے چاہا حق ہے۔
(عقائد نسفی از علامہ ابو الفضل محمد بن محمد نسفی (۶۸۶ھ) ص ۱۰۴)

(۱۲) حاشیہ بخاری میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری فرماتے ہیں۔ اسراء دو بار ہوا۔ ایک مرتبہ روح کے ساتھ خواب

میں اور ایک مرتبہ روح و بدن کے ساتھ بیداری میں۔ اسی پر جمہور سلف اور خلف ہیں کہ اسراء روح و بدن کے ساتھ ہے۔
(حاشیہ بخاری از مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ص ۵۰ ج ۱)

(۱۳) قاضی عیاض علیہ الرحمہ "شفا" میں فرماتے ہیں، بڑے بڑے اسلاف کرام کا یہی قول ہے کہ اسراء جسد کے ساتھ بحالت بیداری واقع ہوا۔ یہی حق ہے اور یہی ابن عباس، جابر، انس، حذیفہ، عمر، ابوہریرہ، مالک بن معصعہ، ابوحبہ بدری، ابن مسعود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ یہی طبری، ابن حنبل اور مسلمانوں کی عظیم جماعت کا مذہب ہے اور یہی اکثر متاخرین فقہاء و محدثین، متکلمین و مفسرین کا ارشاد ہے۔ (شفا از قاضی عیاض علیہ الرحمہ م ۵۴۴ھ)

معراج جسمانی کے دلائل کثیر ہیں لیکن ہم نے ان میں چند پر اکتفا کیا جو بڑے مضبوط، ٹھوس اور ناقابل انکار ہیں۔ قرآن مقدس کی آیتوں کے بارے میں تو کہنا ہی کیا ہے؟ جو احادیث پیش کی گئی ہیں، وہ بھی محدثین کی کسوٹی پر کھری اور بالکل صحیح اترتی ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کی بخاری و مسلم نے تخریج کی جو بالاتفاق کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔ اسلاف میں بھی انہیں کے اقوال پیش کیے گئے ہیں جو مسلمانوں کے سبھی مکاتب خیال کے مسلم پیشوا ہیں۔ اثبات معراج جسمانی کی اتنی گواہیاں گزر جانے کے بعد ناظرین کے لیے فیصلہ کرنا دشوار نہیں رہ جاتا۔ حقیقت پسند اور عناد سے خالی ذہن معراج جسمانی کے اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آج بھی مسلمانوں کے قریبا سبھی فرقے معراج جسمانی کے قائل ہیں، جو منکر ہیں وہ یقیناً اس باب میں درپردہ معتزلہ اور فلاسفہ کے مقلد ہیں۔ اور انہیں کی کمزور و ناقابل اعتماد دلیلوں پر ان کے افکار و خیالات کی بنیاد قائم ہے۔

رویت باری

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج مبارک جسمانی ہونے میں تو جمہور کا اتفاق ہے لیکن اس رات دیدار الٰہی ہونے کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ رویت کے چار مذاہب ہیں۔ (نبراس، شرح عقائد ص ۴۷۵)

پہلا مذہب: مطلق انکار--- یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے اور یہی حضرت ابن مسعود و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ استدلال اس آیت کریمہ سے ہے:

لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ (قرآن کریم پ ۷، ۱۹)	آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرنے والا ہے اور وہی ہے باطن پورا خبردار۔

ان کی قوی تر دلیل یہی ہے کہ باری تعالیٰ کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں۔

اس کا متکلمین اور دوسرے علماء نے یوں جواب دیا ہے کہ ادراک کے معنی احاطہ ہیں، اس طرح کہ دیکھنے میں نگاہیں ہر چہار جانب سے گھیر لیں جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔ اس آیت سے مطلق دیدار کی نفی نہیں ہوتی اور ہم مطلق دیدار ہی کے قائل ہیں احاطہ کے نہیں۔ جیسے چاند یا آسمان ہم دیکھتے ہیں لیکن ہماری نگاہیں ہر چہار جانب سے ان کا احاطہ نہیں کرپاتیں۔
(شرح عقائد نسفی از علامہ سعد الدین تفتازانی م ۷۹۱ھ)

یہ تاویل اس لیے بھی ضروری ہے کہ خود قرآن مقدس میں وارد ہے:

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ۔ کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔
(قرآن کریم پارہ ۲۹' ۷)

یہاں مطلق رویت کا اثبات ہے۔ اگر وہاں مطلق رویت کا سبب مان لیا جائے تو دونوں امتوں کے درمیان تضاد لازم آئے گا اور کلام باری تعالیٰ میں یہ ممکن نہیں۔

حدیث میں بھی اثبات رویت وارد ہے:

عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عَیَانًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَا تَضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ۔
(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ج ۲' ص ۵۰۰)

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو آنکھ سے دیکھو گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا پھر فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو۔ اس کی رویت میں کوئی چیز حائل نہیں ہو گی۔

اس حدیث میں عام مومنین کے لیے آخرت میں رویت باری ثابت ہے۔ تو جس طرح لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ کے ہوتے ہوئے عام مومنین کے لیے رویت باری جائز ہے' اگر دنیا میں جان مومنین حبیب رب العالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کے لیے بصورت معجزہ ہو تو کون سی قباحت ہے؟ اور جو تاویل آخرت میں دیدار باری کی ہو گی وہی تاویل یہاں بھی کی جا سکتی ہے۔

منکرین رویت کی دوسری دلیل

اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہوتا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی "رَبِّ اَرِنِیْ" تو اس کے جواب میں "ہرگز نہ دیکھو گے" نہ فرمایا جاتا۔

اس کے جواب میں شرح مسلم میں امام نووی قاضی عیاض سے نقل فرماتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا رویت کے لیے سوال کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی نبی اس بات سے بے خبر نہیں ہوتا کہ اس کے لیے رب کے لیے کیا ممکن ہے اور کیا محال ہے۔ اس سے دنیا میں رویت باری کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: خداوند کریم نے "لَنْ تَرَانِیْ" کے بعد "وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ" سے استدراک فرمایا' اس میں اپنے دیدار کی شرط استقرار جبل پر رکھی اور استقرار جبل ممکن ہے تو جو اور کسی ممکن سے مشروط ہو یقیناً وہ بھی ممکن ہو گا۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ دنیا میں امکان دیدار الٰہی کی خود دلیل بن گئی۔

دوسرا مذہب: رویت قلبی کا اثبات--- یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ۔
(مسلم شریف ص ۹۸)

عن ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی

حضرت ابن عباس سے "ما کذب الفواد" الآیہ کی

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَیْنِ۔ تفسیر میں مروی ہے انہوں نے کہا سرکار نے اپنے رب کو اپنے دل سے دو بار دیکھا۔ (مسلم ج ا ص ۹۸)

یہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے لیکن ان کا قول اور فتویٰ اس کے خلاف ہے اور انہوں نے رویت عینی کے اثبات کا فتویٰ دیا ہے جو عنقریب مذہب سوم میں آ رہا ہے اور جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو اس کی روایت موول ہو گی کیونکہ فتویٰ بلاوجہ اپنی روایت کے خلاف نہیں ہو سکتا ورنہ راوی ساقط الاعتبار ہو جائے گا اور یہ کسی صحابی کے لیے ممکن نہیں۔

تیسرا مذہب رویت عینی کا اثبات--- یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول اور ان کی روایت مشہورہ ہے۔ اسی پر امام اہلسنت شیخ ابوالحسن اشعری اور شارح مسلم امام نووی وغیرہ ہیں اور یہی جمہور صحابہ اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔

اب ذیل میں قائلین رویت عینی کے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ (قرآن پارہ ۲۷، ۵)

اس کی تفسیر میں صاحب روح المعانی نے لکھا ہے:

اس میں ضمیر منصوب اللہ کی طرف ہے کیونکہ حسن علیہ الرحمہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

احادیث

۲۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

۳۔ ترمذی شریف میں ابن عباس سے مروی، فرمایا: ہم بنی ہاشم (اہل بیت) رسول اللہ کہتے ہیں، بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

۴۔ ابوالفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی نے حضرت کعب کی حکایت بیان کی۔ ابن عباس اور کعب جمع ہوئے تو ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم تو کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا تو حضرت کعب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، یہاں تک کہ پہاڑوں سے آواز بازگشت آئی اور کہا کہ اللہ نے اپنی رویت اور کلام، محمد اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ تو موسیٰ نے اللہ سے کلام کیا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیدار کیا۔

۵۔ طبرانی اور معجم اوسط میں مروی ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: محمد نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ عکرمہ (ان کے شاگرد) کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، کیا نہیں فرماتا ہے "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ"۔ فرمایا: بے شک محمد نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

۶۔ طبرانی معجم اوسط میں راوی ابن عباس نے فرمایا: بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا۔ ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

۷۔ ابن عساکر، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا اور مجھ کو شفاعت کبریٰ و حوض کوثر سے فضیلت بخشی۔

۸- ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا اور تمہیں اے محمد! مواجہہ بخشا (کہ بے پردہ و حجاب تم نے میرا جمال دیکھا)

۹- ابن مردویہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی' کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان کرتے ہوئے سنا...... تو میں نے عرض کی' یا رسول اللہ! حضور نے اس کے پاس کیا دیکھا۔ فرمایا: مجھے اس کے پاس (اپنے رب) کا دیدار ہوا۔

۱۰- ابن اسحاق عبداللہ ابن سلمہ سے راوی کہ عبداللہ بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرا بھیجا' کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں!

۱۱- محمد بن اسحاق کی حدیث میں ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا' کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں! (شفا ج ۱' ص ۱۹۷)

۱۲- امام الائمہ ابن خزیمہ امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ (منبہ المنیہ' ص ۷)

۱۳- عبداللہ بن سقیق سے مروی' کہا میں نے حضرت ابوذر سے' اگر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پاتا تو ان سے پوچھتا۔ فرمایا: کیا پوچھتے؟ تو میں نے کہا' پوچھتا: کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرت ابوذر نے کہا' میں نے حضور سے پوچھا تھا تو فرمایا: ایک نور تھا جسے میں نے دیکھا۔ (ترمذی شریف' ج ۲' ص ۱۶۱)

۱۴- یہ کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کلام سے اور ابراہیم کو خلت سے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رویت سے امتیاز بخشا اور انہوں نے باری تعالیٰ کے ارشاد: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى- وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى سے استدلال فرمایا۔ (شفا ج ۱' ص ۱۹۶)

اقوال اسلاف و ائمہ

شرح مسلم میں امام نووی فرماتے ہیں' دیدار الٰہی دنیا میں ہو سکتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا رویت کے لیے سوال کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے' کیونکہ کوئی نبی اس بات سے بے خبر نہیں ہوتا کہ رب کے لیے کیا ممکن ہے اور کیا محال ہے۔ رویت باری کے ثبوت میں اگرچہ بہت سی دلیلیں ہیں لیکن ہم ان میں قوی ترین دلائل سے استدلال کرتے ہیں جن کی اسناد میں کوئی نقص نہیں۔ (شرح مسلم ج ۱' ص ۹۷)

۱۶- امام نسائی' امام ابن خزیمہ' حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے' کیا ابراہیم کے لیے دوستی اور موسیٰ کے لیے کلام اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہونے میں تمہیں اچنبھا ہے۔ (منبہ المنیہ ص ۷)

۱۷- اخبار التابعین مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ امام حسن بصری قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے' یقیناً محمد نے اپنے رب کو دیکھا۔

۱۸- امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے ہیں) راوی ہیں کہ حضرت عروہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی ہونا مانتے ہیں اور ان پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا ہے۔

۱۹- امام خلال کتاب السنہ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی حضرت امام احمد بن حنبل رویت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل

میں فرماتے کہ نبی کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ (منبہ المنیہ ص ۷)

۲۰- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں' میں حدیث ابن عباس کا معتقد ہوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا۔ دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ امام احمد کی سانس ٹوٹ گئی۔ (شفاج ۱' ص ۱۹۷)

۲۱- حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں' حق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور جمہور صحابہ اسی پر ہیں' ورنہ دل کی آنکھ سے دیدار تو تمام حالتوں میں تھا۔ حالت معراج کے ساتھ خاص نہیں۔ (میزان العقائد ص ۱۰۵)

مذہب چہارم: توقف--- یہ سعید بن رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

فیصلہ

رویت عینی سے متعلق امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نواوی (۶۳۱-۶۷۶ھ) کا قول فیصل اس طرح ہے۔ اصل اس باب میں حضرت ابن عباس کی حدیث ہے جو حبر امت میں اور مشکل مسائل میں مرجع۔ حضرت ابن عمر نے اس مسئلہ میں ان سے گفت و شنید کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا سرکار نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ جب اثبات رویت میں حضرت ابن عباس سے منقول روایتیں درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ہیں تو اثبات رویت کی طرف رجوع لازم ہے کیونکہ یہ ایسی بات نہیں جس کا عقل سے ادراک ہو جائے اور ظن سے اخذ کی جائے تو یہ سماع سے حاصل ہونے والا مسئلہ ہے اور کوئی بھی حضرت عباس کے ساتھ یہ گمان کرنا روا نہ رکھے گا کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ظن و اجتہاد سے کلام لیا ہے۔

حضرت معمر بن راشد کے سامنے حضرت عائشہ و ابن عباس کا اختلاف ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا:

مَاعَائِشَةُ عِنْدَنَا بِاَعْلَمَ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ ہمارے نزدیک عائشہ ابن عباس سے زیادہ علم والی نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس نے ایک ایسے امر کا اثبات کیا ہے جس کی دوسرے نے نفی کی ہے اور اثبات کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے' کیونکہ نافی عدم علم کے باعث نفی کرتا ہے اور مثبت اپنے علم کی وجہ سے اثبات کرتا ہے۔ ہذا کلام صاحب التحریر۔

حاصل یہ ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک رائج یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو شب معراج سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ دلیل حضرت ابن عباس کی مذکورہ احادیث ہیں۔ یقیناً ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر ہی رویت کا اثبات کیا ہے۔ اس میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت علامہ ارشد القادری

محمد عربی ﷺ اور ہمہ گیر انقلاب

ملعون رشدی کے لیے لمحہ فکریہ

ایک صدی نہیں' آدھی صدی نہیں' چوتھائی صدی سے بھی کم' صرف ۲۳ برس کی مدت میں روئے زمین پر اتنا بڑا روحانی اور مذہبی انقلاب برپا ہوا کہ آج تک اس کی برکتیں آسمان کے بادل کی طرح برس رہی ہیں' سورج کی کرنوں کی طرح چمک رہی ہیں اور ہمیشہ شگفتہ رہنے والے پھولوں کی طرح مہک رہی ہیں۔ رسالت محمد کے دریائے ناپیدا کنار سے اٹھنے والی ان نورانی لہروں کو آپ گنتے رہیے۔ قیامت کی صبح ہو جائے اور گنتی پوری نہ ہو۔

عقل حیران ہے کہ مکہ کے تیرہ سال قید و بند اور مصائب و آلام کی صعوبتوں میں گزرے اور مدینہ کے دس سال قتل و خون کے معرکوں میں بسر ہوئے' لیکن انہی چنے گئے ایام میں دنیا کا اتنا بڑا انقلاب برپا ہوا کہ پوری تاریخ انسانی میں اتنا محیط' اتنا جامع اتنا ہمہ گیر اور اتنا ہمہ جہت انقلاب نہ کبھی چشم فلک نے دیکھا ہے اور نہ عقل اس کا تصور کر سکتی ہے۔

ایسا انقلاب جس نے زمین کا جغرافیہ بدل دیا' ریاستوں کے نقشے بدل دیئے' قوموں کا ذہن بدل دیا' اخلاق کی قدریں بدل دیں' مجد و شرف کا معیار بدل کر رکھ دیا' فکر کے زاویے بدل دیئے' دلوں کے تقاضے بدل دیئے' طبیعتوں کی سرشت بدل دی' معاشرے کا ڈھانچہ بدل دیا' زندگی کے قافلوں کی سمتیں بدل دیں' لذت و مسرت اور تکلیف و آرام کے احساسات بدل دیئے' یہاں تک کہ چشم زدن میں صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ اپنے ظاہر سے بھی بدل گئے اور باطن سے بھی۔ وہ اپنے اندر سے بھی بدل گئے اور باہر سے بھی۔ بدلنے والے اس شان سے بدلے کہ جسے دیکھ لیا وہ بھی بدل گیا۔ جسے چھو دیا وہ مٹی تھا تو سونا ہو گیا' قطرہ تھا تو دریا ہو گیا' ذرہ تھا تو سورج کی طرح چمکنے لگا۔ جس آبادی سے گزر گئے وہ ایمان و یقین کی خوشبو سے معطر ہو گئی' جس ویرانے میں قدم رکھ دیا وہ لہلہانے لگی۔

اور انقلاب کی گہرائی میں اترے تو اتنا ہمہ گیر اور رنگا رنگ انقلاب کہ بیک وقت اسے مذہبی انقلاب بھی کہئے اور زرعی انقلاب بھی' اسے خاندانی انقلاب کہئے اور رنگ و نسل کا انقلاب بھی' اسے علم و فکر کا انقلاب بھی کہئے اور آئین و دستور کا انقلاب بھی' اسے تمدنی اور تہذیبی انقلاب بھی کہئے اور انفرادی و اجتماعی انقلاب بھی' اسے علاقائی انقلاب بھی کہئے اور عالمی انقلاب بھی' اسے دنیوی و اخروی انقلاب بھی کہئے اور ابدی و سرمدی انقلاب بھی۔

عقل حیران ہے کہ اتنا بڑا انقلاب جو حیات انسانی کے ہر شعبے پر حاوی ہو تنہا ایک امی انسان کی ذات سے کیونکر وجود میں آ گیا۔ اتنا عظیم انقلاب جو دنیا سے لے کر محشر تک سارے بنی نوع انسان پر ابدی سعادتوں کے دروازے کھولتا ہوا اور جو دنیوی زندگی کی کامرانی کا بھی ضامن ہو اور اخروی نجات کا بھی پروانہ عطا کرتا ہو ایک ایسے یتیم کے ہاتھ سے کیونکر سرانجام پایا' جس کا خدا کے سوا اس دنیا میں نہ کوئی معلم تھا نہ مربی' نہ کوئی محافظ تھا نہ نگہبان۔ سارا خاندان جس سے شاکی' جس کا قبیلہ جس سے منحرف' سارا مکہ جس کے خون کا پیاسا اور سارا عرب جس کا دشمن۔

اور حیرت بالائے حیرت یہ امر ہے کہ ایک مختصر عرصہ میں برپا ہونے والا یہ انقلاب دو چار سال' سو پچاس برس یا دو چار صدی کے لیے نہیں تھا بلکہ چلانے والے نے اس اعلان کا ساتھ اپنا سکہ چلایا تھا کہ وہ ایک ہی نرخ پر قیامت تک چلتا رہے گا۔ دنیا بدلتی رہے گی' نسلیں پھولتی رہیں گی' پھلتی رہیں گی' انسان آتے رہیں گے جاتے رہیں گے' آبادیوں کا نقشہ بنتا رہے گا بگڑتا رہے گا' قوموں کی کشتی ڈوبتی رہے گی ابھرتی رہے گی' لیکن اسلام کا سکہ ہر دور میں چلے گا' ہر ملک میں چلے گا' ہر قوم میں چلے گا' ہر حال میں چلے گا اور ایک ہی نرخ پر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

اور تاریخ کے جھروکے سے عقل کا یہ مشاہدہ بھی جھٹلانے کے قابل نہیں ہے کہ بسانے والے نے اسلام کا گھر اس شان سے بسایا کہ اقوام عالم کے درمیان اسلام کو مذہبی' سیاسی' روحانی' علمی' اخلاقی' معاشی' تمدنی اور فکری بالادستی کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی' اس کا انتظام بھی اسی قلیل مدت میں کر دیا۔

چنانچہ عقل نے جب رسالت محمدی کے دریائے ناپید اکنار سے اٹھتی ہوئی لہروں کا جائزہ لیا جو پیغمبر اعظم کے جلو میں مچل رہی تھیں' تو وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اسلام کو قیامت تک زندہ و پائندہ رکھنے کے لیے اگر ایک طرف کشور کشا مجاہدین کا امنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارض کا کاروبار سنبھالنے والا فرماں رواؤں کا گروہ ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظام حیات کا دستور اور شریعت محمدی کے قوانین مرتب کرنے والے فقہاء و مجتہدین ہیں تو دوسری طرف قانون کا تضاد اور حقوق کا تحفظ کرنے والے قاضیوں کا طبقہ ہے۔ اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی اخلاق و احکام کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری طرف قلوب و ارواح کو تجلیات الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک و احسان کا مقدس گروہ ہے۔

اگر ایک طرف کلمہ اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے اندرونی نظام اعتقاد و عمل کو غیر اسلامی عناصر کی آمیزش سے پاک کرنے والے مجددین کی جماعت ہے۔ اگر ایک طرف باطنی دنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیا' غوث' اقطاب' ابدال' اوتاد' نقباء اور نجباء کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہری احوال کو درست رکھنے والے نائبین رسول کا مقدس گروہ ہے۔ اگر ایک طرف قرآن کریم سینوں کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حفاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف و کلمات کو صحیح تلفظ اور ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے والے قاریوں کا گروہ ہے۔ اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب اور اس کے علوم و معارف سے قلوب و اذہان کو منور کرنے والے مفسرین کرام ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل و براہین کے انوار سے عقول انسانی کو چراغ دکھانے والے محققین کا طبقہ ہے۔

اگر ایک طرف پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو امت کے افراد تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رجال حدیث کے احوال زندگی اور ان کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کا طبقہ ہے۔ اگر ایک طرف حصول روایت و درایت کی کسوٹی پر حدیثوں کو جانچنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام کے تواریخ و واقعات سے دنیا کو باخبر کرنے والے مورخین کی جماعت ہے۔ اگر ایک طرف قرآن کی فقید المثال فصاحت و بلاغت کو ادبی اور فنی بنیادوں پر دنیا

کے سامنے پیش کرنے والے اہل معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے انداز بیان اور محاورات کی تفہیم کے لیے عرب کی قدیم زبان وادب اور لغات واشعار کے ماہرین کا طبقہ ہے۔ اگر ایک طرف رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شمائل و سیر اور معجزات وخصائص کی تفصیلات سے افراد امت کو سرشار کرنے والے اصحاب سیر ہیں تو دوسری طرف قلوب مومنین میں حب رسول کی شمع روشن کرنے والے نعت گو شعراء اور میلاد خوانوں کا گروہ ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس و تدریس ہیں تو دوسری طرف عقل و حکمت کے دلائل سے عقائد اسلام کو مسلح کرنے والے حکماء و متکلمین کا گروہ ہے۔ اگر ایک طرف نبوت کے علوم و معارف کے ذخائر کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث و استدلال کے میدان میں اسلام کی طرف سے دفاع کرنے والے مناظرین کا طبقہ ہے۔ اگر ایک طرف مساجد ہیں اجتماعی نظام عبادت کی قیادت کرنے والے ائمہ کرام کی جماعت ہے تو دوسری طرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دینے والے واعظین کا دستہ ہے۔

عقل حیران ہے کہ ایک جہان نو کی تخلیق کی طرح اسلام کی اشاعت و بقا کے یہ سارے انتظامات اتنی قلیل مدت میں کیونکر وجود میں آگئے۔ سینکڑوں انواع و اصناف کے خانوں میں تقسیم ہونے والے ان طبقات کا گہرا مطالعہ کیجئے تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز و سامان صرف اس لیے وجود میں آیا' تاکہ دنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہے۔

اسباب و علل کی بنیاد پر واقعات کو جانچنے والی عقل کیا اس گتھی کو سلجھا سکتی ہے کہ وہ عرب جو صدیوں سے کفر و شرک' فواحش و منکرات اور طرح طرح کی وحشت و درندگی میں ڈوبا ہوا تھا' وہ پلک جھپکتے اندر سے باہر تک کیونکر بدل گیا۔ اخلاقی برائیوں سے کسی فرد یا جماعت کا تائب ہو جانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے' اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں لیکن یہ معجزہ کی حد تک ضرور حیرت انگیز ہے کہ ملک کا ملک اپنا آبائی مذہب بدل ڈے۔ قبیلے کا قبیلہ اپنی خاندانی روایات سے منحرف ہو جائے۔ قوم کی قوم اپنے اس عقیدے سے تائب ہو جائے جس پر وہ پیدا ہوئی تھی اور جسے اپنے آباء و اجداد سے اس نے ورثے میں پایا تھا--- اور تبدیلی کا رد عمل بھی اس بیکراں جذبے کے ساتھ کہ پرانے دین کا ایک ایک نشان جب تک مٹ نہیں گیا' قرار نہیں ملا۔

اور کیا انسانی تاریخ میں اس واقعہ کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ ایک معصوم پیغمبر لگاتار تیرہ سال تک کفار مکہ کے لرزہ خیز مظالم کا سامنا کرتا ہے یہاں تک کہ ایک دن تنگ آکر وہ مدینے کی طرف ہجرت کر جاتا ہے اور ابھی آٹھ سال بھی نہیں گزرنے پاتے کہ وہی پیغمبر بارہ ہزار کا جرار لشکر اپنے جلو میں لیے ہوئے شاہانہ سطوت و جلال اور فاتحانہ کروفر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتا ہے۔ مکے کے وہی باشندے جو ہجرت کی رات میں ننگی تلواریں لیے ہوئے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر آئے تھے اور جو ساری زندگی اس پر مظالم کے پہاڑ توڑتے رہے' آج اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ایک شرمسار مجرم کی طرح عفو و درگزر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

عقل اس سوال پر دم بخود ہے کہ جانے والا تو مکہ سے اکیلا ہی گیا تھا۔ صرف سات سال میں یہ بارہ ہزار کا لشکر جرار اس کے پاس کہاں سے آگیا۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو توحید کا پرچم اٹھائے ہوئے اس مکہ میں داخل ہو رہے تھے' جہاں لا الہ الا اللہ کہنا سماج کا سب سے بڑا جرم تھا۔ کیا یہ کوئی آسمانی مخلوق تھی جو بادلوں کے راستے سے فرش خاک پر اتر آئی تھی یا زمین نے دفینے کے بجائے آدمیوں کا لشکر اگل دیا تھا--- آخر عشاق کی طرح اشارۂ ابرو پہ کٹ مرنے والے یہ دیوانے کہاں سے آگئے تھے اور

انسانی فطرت کی یہ عجوبہ کاری تو دیکھنے والوں کو انگشت بدنداں کر دیتی ہے کہ وہی مکہ جہاں بتوں کے خلاف وعظ تک برداشت نہیں تھا' آج وہیں بتوں پر ہتھوڑے چل رہے تھے اور سارا مکہ خاموش تماشائی تھا۔ جن لوگوں نے اپنے باطل معبودوں کی حمایت میں مسلمانوں کا خون بہایا تھا' ظلم کے پہاڑ توڑے تھے' پیغمبر کو زخمی کیا تھا' حق پرستوں کو گھر سے بے گھر کیا تھا' آج وہی لوگ خانہ کعبہ کے اندر سے اپنے فرضی خداؤں کی لاش اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے اور اس قصے میں سر دھننے کی بات تو یہ ہے کہ صدیوں تک قلوب و ارواح کی سرزمین پر حکمرانی کرنے والے مرکز عقیدت کو توڑتے ہوئے انہیں ذرا بھی قلق نہیں تھا بلکہ ان کے سینے جوش مسرت سے لبریز تھے کہ آج خدائے وحدہ لاشریک کے حرم کو انہوں نے معبودان باطل کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔

عقل کہتی ہے کہ یہ تلواروں کا برپا کیا ہوا انقلاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ فکر و ذہن کا انقلاب تھا۔ یہ فطرت انسانی کے اندر چھپی ہوئی قوتوں کا انقلاب تھا۔ یہ عقیدۂ توحید کے ساتھ روحوں کی گرویدگی اور دلوں کی نیازمندی کا انقلاب تھا۔

پھر دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ فتح مکہ کے بعد سارے جزیرہ عرب سے بتوں کی مصنوعی ہیبت اور فرضی خدائی کا جنازہ اس دھوم دھام سے اٹھا کہ تلوار اٹھانا تو بڑی بات ہے کوئی آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا۔ اب عرب کے لیے جغرافیہ میں نہ بتوں کے لیے کوئی جگہ رہ گئی تھی اور نہ بتوں کے پرستاروں کے لیے--- سارا عرب نعرۂ توحید کے غلغلے سے گونج رہا تھا۔ قبول حق کے لیے دلوں کے دروازے اس طرح کھل گئے تھے کہ قلب و روح کی پوری بشاشت کے ساتھ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ عہد رسالت کے ۲۳ سال پورے ہو چکنے کے بعد جب پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو نہ صرف یہ کہ سارا جزیرہ عرب کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک ہو چکا تھا' بلکہ کئی لاکھ مربع میل وسعتوں میں پھیلی ہوئی اسلام کی ایک خود مختار اور مستحکم ریاست کا قیام بھی وجود میں آچکا تھا۔ اور اس کے بعد اسلام کا سیل رواں زمین کے طول و عرض میں اس تیزی کے ساتھ پھیلتا گیا کہ خلفائے راشدین کے عہد میمون میں اسلامی اقتدار کا سورج خط نصف النہار پر جگمگانے لگا اور ابھی ایک صدی بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ اس کی دھوپ ایشیا' یورپ اور افریقہ کے صحراؤں' پہاڑوں' ریگ زاروں اور سارے بحر و بر اور خشک و تر پہ پڑنے لگی۔

دل کو پگھلا دینے والی' فکر کو جگا دینے والی اور عقل کو لرزا دینے والی یہی وہ منزل ہے جہاں ہم اپنا قلم روک کر دنیا کے دانشوروں کے سامنے ایک سوال رکھنا چاہتے ہیں' وہ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں کہ کیا دنیا میں اس سے پہلے بھی اس طرح کا کوئی روحانی' اخلاقی اور سیاسی انقلاب انہوں نے دیکھا ہے۔ طاقت کے ذریعے زمینوں' آبادیوں اور ملکوں پر قبضہ کرنے والے ایک سے ایک کشور کشا ہم نے دیکھے' لیکن تاریخ میں ایک بھی ایسا فاتح ہماری نظر سے نہیں گزرا جس نے آبادیوں پر قبضہ کرنے سے پہلے دلوں کی سرزمین فتح کر لی ہو۔ جس نے قلعوں کی فصیلوں اور برجیوں پر اپنا جھنڈا اگاڑنے سے پہلے دلوں کی سرزمین پر اپنا جھنڈا نصب کر دیا ہو۔ جس نے آب و گل کی دنیا میں اپنا سکہ رائج کرنے سے پہلے دلوں کی اقلیم میں اپنی عقیدت و محبت کا سکہ چلا دیا ہو۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے پہلے مکہ میں آنا چاہیے۔ وہاں تلوار پیغمبر کے ہاتھ میں نہیں تھی' کفار مکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں تلواریں بھی چلیں' نیزے بھی اٹھے' تیر بھی برسے اور طاقت بھی استعمال ہوئی لیکن اسلام کو پھیلانے کے لیے نہیں' اسلام کی پیش قدمی روکنے کے لیے' اسلام قبول کرنے والوں کا کلیجہ دہلانے کے لیے' پیغمبر کی آواز کو کچلنے کے لیے اور اپنے بتوں کا نعرہ بلند کر کے توحید کے پرچم کا مذاق

اڑانے کے لیے۔

لیکن اس کے باوجود دنیا نے پہلی بار عشق و عقیدت اور ایمان و یقین کی گرویدگی کا یہ حیرت انگیز تماشا دیکھا کہ لوگ تلواروں کی ضرب سے گھائل ہوتے رہے' پتھروں کی چوٹ پہ چوٹ کھاتے رہے' انگاروں پر لوٹتے رہے' پگھلتے رہے' گرم گرم چٹانوں پر جلتے رہے اور قید و بند کی دردناک آزمائشوں میں سلگتے رہے لیکن کلمہ حق کے ساتھ والہانہ عقیدت کا نشہ تھا کہ اترنے کے بجائے چڑھتا ہی رہا۔

رسالت محمدی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت انسانی فطرت کا یہ تقاضا اگر نظر میں رکھا جائے تو اسلام کی حقانیت کا احساس دوچند ہو جائے گا اور وہ یہ کہ آدمی دل کی رغبت کے ساتھ وہیں قدم رکھتا ہے جہاں کوئی خطرہ نہ ہو یا جہاں آرام اور منفعت کی کوئی امید ہو۔ سب جانتے ہیں کہ مکہ میں آسائش و منفعت کے سارے وسائل صنادید قریش اور مکہ کے ہاتھوں میں تھے۔ رسول کے قریب آنے والوں کے لیے سوائے قید و بند' سوائے دار و رسن اور سوائے اذیت و نقصان کے مادی آسائش و منفعت کی کون سی توقع تھی۔ لوگ رات دن اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھتے کہ جس نے بھی رسول کا کلمہ پڑھا اس کا جینا دوبھر ہو گیا۔ مکہ کی پوری آبادی درپے آزار ہو گئی۔ اب وہ ستایا جا رہا ہے تو کوئی اس کی حمایت میں کھڑا ہونے والا نہیں۔ خون کے رشتہ داروں سے کچھ توقع تھی تو وہ بھی قاتلوں' سفاکوں اور درندوں کی صف میں ہیں۔

اب عقلائے عالم ہی فیصلہ کریں کہ ان حالات میں فطرت انسانی کا تقاضا کیا ہونا چاہیے تھا۔ کیوں ایسا نہیں ہوا کہ لوگ کلمہ پڑھنے والوں کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑتے اور ہرگز ایسے اقدام کا ارادہ نہ کرتے جس کے نتیجے میں ان کی اچھی خاصی زندگی طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کر دی جائے۔ آخر نبی کی آواز میں وہ کون سی کشش تھی جس نے ان کی فطرت کو ہر طرح کے احساس زیاں سے بے نیاز کر دیا اور پھر آخر وہ کون سا جذبہ شوق تھا جس نے پروانوں کی طرح جل مرنے کی آرزو ان کے سینوں میں پیدا کر دی تھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اظہار عشق کا انجام کیا ہو گا' وہ بے محابا اپنے مقتل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ لذت اور آسائش کا مفہوم سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھولوں کی سیج پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی وارفتگان محبت ہیں جنہیں کانٹوں کی نوک سے گھائل ہونے میں مزہ ملتا ہے۔

یہی حال مکہ کے ان فیروز بختوں کا تھا جن کے دلوں میں اچانک یقین کی شمع روشن ہوئی اور وہ آن واحد میں بے حجاب جلوؤں کے تماشائی بن گئے۔ انہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ کونین کی ارجمندی نبی کے قدموں میں مچل رہی ہے۔ والہانہ جذبہ شوق میں اٹھے اور نبی کے قدموں کے نیچے اپنے دل بچھا دیئے۔ نبی کے چہرے میں خدائے ذوالجلال کی تجلیوں کا نظارہ کرنے والوں نے جلتی ہوئی چٹانوں پر اخلاص و وفا کا نقش ثبت کر کے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام تلواروں کا مذہب نہیں عشق و وارفتگی کا مذہب ہے۔ اسلام جارحیت کا مذہب نہیں صبر و ضبط کا مذہب ہے۔ اسلام جبر و اکراہ کا مذہب نہیں محبت و دل ربائی کا مذہب ہے۔ اسلام زر' زن اور زمین کی رشوتوں کا مذہب نہیں' نبی کے اخلاق کی کشش' نبی کے چہرہ پر نور کی طلعت زیبا' نبی کے کردار کی تقدس' سیرت کی پاکیزگی اور نبی کے لائے ہوئے دین کی سچائیوں کا مذہب ہے۔

مکہ کی سرزمین پر شہیدان عشق و وفا کے لہو کا ہر قطرہ پکارتا ہے کہ پیغمبر نے تلوار چلا کر نہیں' قرآن سنا کر اسلام پھیلایا ہے اور مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں پتھروں کی چوٹ سے گھائل ہونے والے مظلوموں کا ہر زخم آواز دیتا ہے کہ قبول کرنے والوں نے خوف سے نہیں' شوق سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل پہلے مومن ہوا' اس کے بعد زبان نے کلمہ پڑھا۔ قہر و جبر سے گردن جھکائی جا سکتی ہے پر دل نہیں جھکائے جا سکتے۔ دل کے جھکانے کے لیے جلوؤں کی کشش چاہیے' شخصیت کی دل ربائی چاہیے اور سیرت

کے تقدس کا جمال چاہیے۔ یہ راز تو وارفتگان شوق ہی بتائیں گے کہ حسن ازل کی کس تجلی سے ان کے قلوب گھائل ہوئے اور آنکھوں کی پتلیوں میں خدائے واحد و قدیر کا کون سا جلوہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک نگاہ بندہ نواز پر متاع زندگی تک انہوں نے نثار کر دیا اور عشق و عقیدت کا نقطہ تو یہ ہے کہ دم نکل رہا ہے لیکن قدموں میں مچلنے کی آرزو پوری بشاشت کے ساتھ زندہ ہے۔

جو لوگ بدر و احد کے معرکوں کو سامنے رکھ کر اسلام پر تلوار اٹھانے کا الزام رکھتے ہیں وہ مکہ کے مقتل کا معائنہ کیوں نہیں کرتے' وہ غار ثور میں جھانک کر حق کی مظلومی کا رقت انگیز منظر کیوں نہیں دیکھتے' وہ شعب ابی طالب قیدیوں کی بے قرار اور سوگوار راتیں کیوں نہیں دیکھتے' وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ مکہ میں اسلام کے پھیلنے کی ابتدا کس طرح ہوئی تھی؟ کس کے قہر و جبر سے لوگ اندھیری راتوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر اسلام قبول کرتے تھے۔

مکہ کے نہتے اور کمزور مسلمانوں نے کس کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دینا گوارا کر لیا لیکن اپنے نبی کو وہ نہیں چھوڑ سکے۔ وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا جب بدر و احد کے معرکے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھے۔ مکہ میں اسلام اس وقت سے پھیل رہا تھا جب تلوار اسلام کے ہاتھ میں نہیں' اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے تاریخ کی اس سچائی کے سامنے ہر شخص کو سر تسلیم خم کر دینا چاہیے کہ اسلام دنیا میں اس لیے پھیلا کہ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے۔ جس نے بھی اسلام قبول کیا اس نے جبر کا نہیں اپنی فطرت کا تقاضا پورا کیا۔۔۔ مکہ میں ہی نہیں دنیا کے جس خطے میں بھی اسلام کی دعوت پہنچی اس کی پذیرائی کے لیے صرف سلیم فطرت کی ضرورت تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک پیاسا پانی پر ٹوٹتا ہے' اسلام کے چشمہ صافی پر بھی سلیم الفطرت انسانوں کی پیاسی روحیں بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ پیاسے کو پانی پینے کے لیے رشوت نہیں دینی پڑتی' جبر نہیں کرنا پڑتا۔ پیاسا ہونا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ جب تک پیاس نہیں بجھے گی وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں رہے گا۔

کچھ اسی طرح کا معاملہ اسلام کے ساتھ بھی پیش آیا۔ سعید روحیں صدیوں سے کسی چشمہ صافی کی تلاش میں تھیں جیسے ہی یہ خبر پھیلی کہ عرب میں رسالت کی سرزمین سے رحمت و نور کا ایک چشمہ پھوٹا ہے تشنگان شوق معرفت بے ساختہ اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ راہ طلب میں دنیا نے بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں لیکن گزرنے والے کانٹوں سے نہیں برچھیوں کی نوک پہ قدم رکھ کر گزر گئے۔ آخر ایک دن فیروز بختیوں کی سحر طلوع ہوئی اور جذبہ طلب اخلاص نے رسول کونین کی جلوہ گاہ میں انہیں پہنچا دیا۔ صدیوں کی پیاسی روح بادۂ توحید سے اس طرح سیراب ہوئی کہ حوض کوثر ہی پر وہ دوسرے جام کی تمنا کرے گی۔

پس درود و سلام کی لگاتار بارش ہو اس جان رحمت پر جس کے تلوؤں کی دھوون سے آب حیات کو حیات جاوداں ملی۔ درود و سلام کے مہکتے ہوئے پھولوں سے معطر رہے خواب گاہ اس زینت کون و مکان کی جس نے اسلام کا گھر اس خوبی سے بسایا کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلے۔ ایک قطرہ اتنا پھیلا کہ دریاؤں کو بہا لے گیا۔ ایک ذرہ اتنا بلند ہوا کہ آسمان کی رفعتوں تک ہو گا۔ ایک پھول کی خوشبو اس طرح پھیلی کہ چمن چمن مہک اٹھے۔

عقل حیران ہے کہ اس پیکر زیبا کے کس کس جلوہ کا تماشا دیکھے اور اس کے فضل و جمال کے کن کن نگار خانوں کا نظارہ کرے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ جدھر دیکھئے اسی کے فیض کے چشمے لہرا رہے ہیں۔ جس طرف نظر اٹھایئے ایک ہی تجلی ہزاروں رنگ میں بکھری ہوئی ہے۔ جہاں جایئے پروانوں کا ہجوم' جس صحرا میں قدم رکھئے دیوانوں کا شور۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین --- سلمان رشدی کی ہمزاد

شیطان کی طرح مشہور "شیطانی آیات" کے مصنف سلمان رشدی کے نام سے اس کی اسلام دشمنی 'اہانت رسول اور فحش و عریاں تحریر کی وجہ سے دنیا کا کون سا شخص ہے جو واقف نہیں۔ جس کی دریدہ دہنیوں اور بکواسوں کا ایک معقول اور متوازن جواب "ایمانی آیات" کے نام سے لکھی گئی کتاب میں آپ صفحات سابقہ میں پڑھ چکے ہیں۔ ابھی سلمان رشدی کی خیانت و نحوست اور اس کی دل آزار کتاب سے عالم اسلام کراہ ہی رہا تھا کہ بنگلہ دیش میں تسلیمہ نسرین نامی ایک عورت کا نام اسلام اور اس کے پاکیزہ و مہذب احکام پر اپنے رکیک و ذلیل حملے 'باغیانہ خیالات اور "لجا" جیسی چند پھوہڑ اور بدنام زمانہ ناولوں کے ذریعہ مسلمانان بنگلہ دیش کی غیرت و خودداری کو چیلنج کرنے کے باعث اخبارات کی سرخیوں میں آنے لگا۔ ہر طرف شور و غوغا بلند ہونے لگا۔ احتجاجات اور مظاہرے ہونے لگے۔ اس کو فنا فی النار کرنے والے کے لیے پچاس ہزار ٹکے کے انعام کا اعلان ہونے لگا اور ایک بار پھر پورا عالم اسلام کراہ اٹھا--- غیرت مند و خوددار مسلمانوں کے ایمانی جذبات بھڑک اٹھے--- ایک طرف تسلیمہ کے اسلام مخالف بیانات سے پوری دنیائے اسلام میں غم و غصہ پایا جا رہا تھا تو دوسری طرف سلمان رشدی ہی کی طرح اہل مغرب تسلیمہ کی حمایت میں آواز بلند کرنے لگے اور بنگلہ دیش کی حکومت پر مغربی ملکوں کے سربراہوں کی طرف سے آزادی رائے پر حملہ قرار دیا جانے لگا۔ اسلام کے خلاف مغرب کے اس رویہ پر ایک اخباری تبصرہ بالکل بجا ہے۔

"یہ کوئی انوکھا اور نیا واقعہ نہیں ہے بلکہ ہر دور میں ایسے واقعات رونما ہوتے چلے آ رہے ہیں اور اسلام مخالف تحریکیں اسے بڑھاوا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی ہیں--- اسی رول کو آج مغرب اور اس کے حلیف ممالک نہایت بھیانک انداز میں ادا کر رہے ہیں۔ اس خطرہ کی بنیاد پر سامراجیت اور عالمی نظام جدید میں رکاوٹ صرف اسلام ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل کے حل سے انحراف کر کے مسلمانوں کے صرف مذہبی مسائل کو پریس میں موجب بحث بنا کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے"۔ (اخبار العالم الاسلامی 'مکتبہ المکرمہ 'اگست ۱۹۹۴)

تسلیمہ نسرین کے نظریات و افکار پوری طرح سلمان رشدی کی طرح اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ تسلیمہ سلمان رشدی کی ہمزاد ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

اسلام کے خلاف مرتدہ تسلیمہ نسرین کے معاندانہ نظریہ کا اصل سبب

کسی انسان کی ذہنی و فکری تعمیر و تشکیل میں فطرت و جبلت کا عمل دخل تو ہوتا ہی ہے اور کچھ ہاتھ بلکہ زیادہ تر ہاتھ سوسائٹی 'ماحول اور تعلیم و تربیت کا ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص کے گھر اور باہر کا ماحول خوشگوار ہے تو اس کو بہتر عمدہ اور مہذب

سوسائٹی مہیا ہے۔ صاف و شفاف طور پر اس کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے تو ایسا شخص مذہب و ملک دونوں کے حق میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ وہ ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتا ہے۔ اس کی گمراہی' ضلالت اور بے راہ روی کا امکان تقریباً مفقود ہوتا ہے لیکن جب کسی کو بری سوسائٹی' برا ماحول ملتا ہے تو اس کا حال وہی ہوتا ہے جو سلمان رشدی یا تسلیمہ نسرین کا ہوا۔۔۔ تسلیمہ نسرین کے اندر اسلام کے خلاف معاندانہ نظریہ جو پیدا ہوا اس کا اصلی سبب یہی تھا۔ چنانچہ تسلیمہ سے متعلق ایک اردو ہفت روزہ نے یوں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے:

"۳۱ سالہ تسلیمہ نسرین ایک عام ڈاکٹر ہے۔ اگرچہ اب اس نے اس مشغلہ کو ترک کر کے عورتوں کی نام نہاد آزادی اور ان کے حقوق کے سلسلے میں لکھنا شروع کر دیا ہے' کالج میں پڑھنے کے زمانے ہی سے وہ اسلام دشمن طبیعت کی مالک رہی ہے۔ اکثر اپنے والدین سے نماز' روزہ اور تلاوت قرآن کریم کے بارے میں مباحثہ بھی کرتی رہتی اور ان سے یہاں تک کہہ دیتی "امی جان! آخر ان عبادات سے فائدہ کیا ہے؟ میں تو نہ اللہ کو مانتی ہوں نہ ہی اس جنت پر ایمان رکھتی ہوں جس کی تم تمنا کرتی ہو"۔ اس کی ماں جواب میں کہتی "بیٹی! یہ تمہارا موقف اسلام کے خلاف معاندانہ ہے۔۔۔" اس کے اس معاندانہ نظریہ کا اصل سبب اس کی آزادانہ تفریح اور اجنبی مردوں کے ساتھ مجلسوں اور محفلوں میں اسلام کے مطالعہ کے بغیر اس پر بحث و تنقید ہے۔ انہی نظریات کی مظہر اس کی تحریریں ہیں"۔ (ہفت روزہ "راشٹریہ سہارا" دہلی ۲۵ ستمبر ۱۹۹۴ء)

قرآن پر تفصیلی نظرثانی کی ضرورت ہے (نعوذ باللہ)

قرآن کریم اللہ عزوجل کا وہ مقدس کلام ہے جس کا ایک ایک حرف لاریب حق و صداقت کا مظہر ہے۔ جو تمام عالم کے لیے بلا کسی زمان و مکان کی قید کے نور ہدایت ہے۔ جس کا ہر قانون دنیا کے تمام قوانین سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ جس میں صبح قیامت تک کوئی تغیر اور تبدیلی غیر ممکن ہے۔ ایک شخص اگر کلمہ گو اور مسلمان ہے تو اس کے لیے قرآن مقدس کو کلام الٰہی ماننا' اس کے احکام و کلمات کو غیر متغیر و متبدل ماننا لازم و ضروری ہے۔ اس پر نظرثانی کی بات کرنا یا اس کے کسی حکم کو لائق ترمیم تسلیم کرنا ہرگز ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔ ایسا باغی شخص باغی اسلام و دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔۔۔ تسلیمہ نسرین کی اشتعال انگیزیوں' ہرزہ سرائیوں اور کفر و ارتداد کی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے مئی ۱۹۹۴ء میں اپنے کلکتہ کے دورے میں ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ بکواس کی کہ "قرآن پر تفصیلی نظرثانی کی ضرورت ہے"۔ تسلیمہ نسرین کا یہ خبیث و مردود خیال اور باطل و فاسد نظریہ اخبارات کے ذریعہ لوگوں کو معلوم ہوا تو کلکتہ کے مسلمانوں نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ جس اخبار کو اس نے انٹرویو دیا تھا' اسی اخبار میں اس نے اپنا یہ وضاحتی خط شائع کرایا کہ "میں قرآن پر نظرثانی نہیں چاہتی بلکہ یہ کہتی ہوں کہ اب قرآن کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب یہ بے عمل اور بے موقع ہو چکا ہے۔۔۔" ظاہر ہے کہ اس کا یہ بیان اور زیادہ اشتعال انگیز ہے کیونکہ مسلمانوں کے لیے قرآن ہر دور میں رہنمائی کرنے والی اللہ کی کتاب ہے۔

کیا تسلیمہ کا نظریہ اس کی فکری آوارگی' اسلام دشمنی اور سستی شہرت حاصل کرنے کے جذبہ پر دال نہیں؟

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔۔۔!

تسلیمہ نسرین کا ناول "لجا" جس میں اس نے بابری مسجد کی شہادت کے بعد بنگلہ دیش میں ایک ہندو خاندان کی پریشانیوں کا احوال لکھا ہے جس میں اس نے مسلمانوں کے کردار اور اسلام کو ہدف تنقید بنایا ہے' کو پڑھ کر اور اس کی دیگر کتابوں کو پڑھ کر

اندازہ ہوتا ہے کہ تسلیمہ کا ادب صحافت سے برائے نام واسطہ ہے۔ اس کا قلم حد درجہ بے ہودہ اور فحش نگار ہے۔ اس کی تحریر نہایت غیر معیاری اور سطحی ہے--- اس کا مقصد صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا' عورتوں کی آزادی اور جنسی بے راہ روی کی وکالت کرنا ہوتا ہے۔ تسلیمہ نسرین کی فکری آوارگی اور تحریر کے غیر معیاری ہونے سے متعلق چند اخباری تراشے ملاحظہ فرمائیں:

"ہندو پاکستان کے ماہر ادیب' اصحاب فکر و نظر اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تسلیمہ جو کچھ بھی لکھتی ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ بے بنیاد افسانہ ہے بلکہ معیار ادب و صحافت کے بھی خلاف ہے' ہاں اس کی تحریریں عورتوں کی طرف جنسی میلان' شہوانیت اور جنسی ہیجان ضرور پیدا کرتی ہیں--- فحاشی' بد اخلاقی اور بے حیائی کی تمام حدود سے متجاوز ہو کر اور اس کی بد کردار اور گھناؤنی تصویر دنیا اور عالم اسلام میں اس وقت ظاہر ہونے لگی جب اسلام کے خلاف اس کا بکواس بدنام زمانہ افسانوی مجموعہ "لجا" منظر عام پر آیا۔ اس کی خوب تشہیر کی گئی۔ جس میں اس نے عورتوں کے لیے پردہ کو باعث حقارت و ذلت اور بعثت و آخرت سے انکار کی حیرت انگیز جرات بھی کی ہے"۔ (ہفت روزہ "نئی دنیا" دہلی' ۳۱ ستمبر ۱۹۹۴ء)

"نسرین کا شمار دراصل ان قلم کاروں میں ہوتا ہے جو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے کسی بھی قسم کی تحریر سے گریز نہیں کرتے جو یہ بالکل نہیں دیکھتے کہ اس کے منفی اور مثبت اثرات کیا مرتب ہوں گے۔ انہیں تو صرف اپنی شہرت سے غرض ہوتی ہے--- نسرین کا کہنا ہے کہ جب وہ ابھی بچی ہی تھی تبھی سے اسے یہ احساس ہونے لگا کہ اس کے والدین بھائیوں کے مقابلے میں اس پر زیادہ پابندی لگاتے ہیں اور اسی سوچ کی وجہ سے اس کی ازدواجی زندگی میں بھی ڈھیر سارے مسائل کھڑے ہو گئے اور بالآخر اسے طلاق لے کر علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ طلاق کے بعد وہ اپنی کہانیوں' مضمونوں اور شاعری کے ذریعہ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتی رہی۔ اب اس ہنگامہ آرائی' توڑ پھوڑ اور بنگلہ دیش میں اس کی حمایت اور مخالفت میں ہونے والے مظاہروں کو دیکھتے ہوئے اس نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ اب وہ اپنے پرانے پیشے یعنی ڈاکٹری کو ترک کر کے مکمل طور پر اخبار سے وابستہ ہو جائے گی' تاکہ اور موثر طور پر عورتوں کے حقوق کی لڑائی لڑ سکے"۔ (ہفت روزہ "نئی دنیا" دہلی' ۳۱ ستمبر ۱۹۹۴ء)

مشہور ادیب ف' س' اعجاز کا تسلیمہ کے متعلق ایک تبصرہ ملاحظہ فرمایئے:

"حقیقت یہی ہے کہ تسلیمہ نسرین ایک ناول نگار کے طور پر ناکام رہی ہے۔ اس کی تحریروں پر ادبی تبصرے کم آتے ہیں۔ اہل فن نے تو اسے ناپختہ قرار دیا ہی ہے۔ ہر روز جو اخباروں کے کالم نگار اس کی بابت لکھ رہے ہیں وہ بھی ایک دو جملوں میں اس کے ناول کو سطحی تحریر ضرور قرار دیتے ہیں۔ "لجا" ناول ۷۴ء سے ۹۲ء تک کے فساد کا روزنامچہ ہے۔ جسے چند فرضی واقعات سے مربوط کر کے تسلیمہ نے بنگالی سینٹی منٹ کو ہوا دی ہے۔ مصنفہ کے الفاظ برتنے کی تمیز یہ ہے کہ اس نے نماز اور دینی شعائر تک کا مذاق اڑایا ہے"۔ (ہفت روزہ "جریدہ ٹائمز" دہلی' ۳۱ مئی ۱۹۹۴ء)

ف' س اعجاز ہی کے قلم سے ایک اور دلچسپ و طنز آلود تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔ اس تبصرہ سے اس نام نہاد ادیبہ کی کچھ اور حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے:

"بابری مسجد کے انہدام نے بنگلہ دیش میں ایک چمکدار دانتوں والی بوائے کٹ ادیبہ کو جنم دیا جس نے "لجا" نامی بنگلہ ناول تحریر کیا۔ ادیبہ ہونے کا دعویٰ کرنے والی تسلیمہ نسرین کے چہرے اور بدن پر جو سمندری نمک اور ہلسا مچھلی کا سا روغن چمکتا ہے۔ وہ ہمارے بنگال کے مچھلی خور غیر اردو صحافیوں کو خاص طور پر للچاتا ہے اور بعض لوگوں میں انوکھی اشتہا پیدا کر دیتا ہے۔ یکے بعد دیگرے تین مردوں کے نکاح سے یہ مچھلی تڑپ کر باہر نکل آئی ہے۔ اب چوتھی شادی کے پیغامات سن کر محظوظ ہوتی ہے۔ چھاتی

میں وہ دم ہے کہ بر سرعام سگریٹ کے لبے لبے کش لگاتی ہے۔ پہلے تو آزادی انسان کی علم برداری کرتی تھی۔ اب آزادی نسواں کا دم بھرتی ہے جو آج کے کل اس سے مکر جاتی ہے۔ "اسٹیٹ مین" اخبار کو انٹرویو میں کہا کہ قرآن بے وقت ہو چکا ہے اسے تبدیل کرنا ضروری ہے۔ قرآن کے ماننے والے برہم ہوگئے تو جھٹ اپنے بیان سے مکر گئی اور بیان دیا میں نے تو قرآن کو بدلنے کی بات نہیں کہی' صرف شریعت کو تبدیل کرنے کی بات کہی تھی' اگلی بار پھر اس نے کہا کہ قرآن کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہیے۔ اس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا۔۔۔ ایک مفتی نذر الاسلام نے اس کے سر پر ایک لاکھ ٹکا کے انعام کا اعلان کر دیا ہے"۔

(ماہنامہ "انشاء" کلکتہ' جولائی۔ اگست ۱۹۹۴ء)

نتیجہ یہ ہے کہ آج یہ نام نہاد ادیبہ اہل ایمان کے انتقامی جذبہ سے خائف ہو کر مغرب کی آغوش میں اسلام دشمنوں اور مغربی آقاؤں کی پناہ ڈھونڈ رہی ہے اور ادھر ادھر ماری ماری پھر رہی ہے۔۔۔ وہ مغرب جو آج اپنی ہی تہذیب سے عاجز و پریشان ہے۔ ناجائز طور پر مرد و زن کے اختلاط کا حامی آج یہ مغربی معاشرہ "ایڈز" کی مہلک اور تباہ کن بیماری کی آگ میں جل رہا ہے لیکن اسلام دشمنی کے جذبہ نے انہیں اندھا و بہرا بنا رکھا ہے۔ انہیں اب بھی خواتین سے متعلق اصول و ضوابط میں کیڑے ہی کیڑے نظر آتے ہیں۔۔۔ وہی اسلام جس نے عورتوں کو قعر مذلت سے نکال کر انہیں عزت کی زندگی عطا کی۔ اس کے دامن میں مسرتوں اور خوشیوں کے پھول بکھیرے' اسے شمع محفل کی بجائے چراغ خانہ بنا کر اس کی عصمت و عفت کا محافظ بنایا۔ آج یہ عورت کو محض تسکین نفس کا ذریعہ اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ جاننے والے اسی اسلام کو حقوق نسواں غاصب قرار دیتے ہیں۔ ایسا بے بنیاد الزام عائد کرتے وقت یہ نام نہاد و حقوق نسواں کے علم بردار یہ بھول جاتے ہیں کہ ابھی روئے زمین میں حس لطیف' ذوق سلیم اور صالح شعور رکھنے والے اشخاص فنا نہیں ہوئے ہیں۔ مشرق و مغرب کے درمیان جو بنیادی فرق ہے اور دونوں تہذیبوں میں زمین و آسمان کی جو نسبت ہے اس کی تسلیم شدہ حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہیں اور پھر یہ کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ موجود ہے قرآن مقدس کی مہذب و مکمل تعلیمات بغیر کسی ترمیم و ردوبدل کے قائم و باقی ہیں۔ ان سب حقائق کی موجودگی میں عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے میں مغربی تہذیب کے ان دیوانوں کو کامیابی حاصل ہو جائے' ایسا غیر ممکن ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو دنیا کی تمام تہذیبوں اور ثقافتوں پر جو برتری اور فوقیت حاصل ہے وہ سلمان رشدی یا اس کی ہمزاد تسلیمہ نسرین کے ضمیر کو خرید کر اس برتری اور فوقیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اہل مغرب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ذہن و دماغ سے اس خوش فہمی کو نکال دینا چاہیے کہ در حقیقت وہی حقوق نسواں کے سب سے بڑے محافظ اور علم بردار ہیں بلکہ ان کا معاشرہ اس بات کا صاف غماز ہے کہ وہ محافظ و علم بردار نہیں ہیں بلکہ خواتین کے حقوق کو پیروں تلے روندنے والے اور ان کے دامن عصمت کو تار تار کر کے ان کی زندگی کے چمن کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔

اسلام اور تعدد ازدواج

یوں تو اسلام پر اہل مغرب کی جانب سے حقوق نسواں کے تحفظ کے نام پر منظم ہو کر اپنے خود ساختہ قوانین مسلم ممالک پر تھوپنا چاہتی ہیں۔ سال گزشتہ چین کی راجدھانی بیجنگ میں منعقدہ زنان عالم کا اجتماع اسی منصوبہ بند سازش کا ایک حصہ تھا۔ اس کانفرنس میں بہت سی مسلم خواتین بھی شامل ہوئیں اور انہوں نے مدلل طور پر حقوق نسواں سے متعلق اسلامی نظریہ کو رکھا لیکن جہاں اسلام دشمنی کا جذبہ کار فرما ہو۔ جس کانفرنس پر یہودی لابی کا تسلط ہو اور جس اجتماع پر مغربی قوتیں اثر انداز ہوں' اس اجتماع میں اسلامی اصول و نظریات پر مبنی کوئی قرارداد پاس ہو جائے بعید از قیاس ہے' چنانچہ اس اجتماع میں بھی جو قراردادیں پاس

کی گئیں وہ سب کی سب اسلامی روح سے خالی تھیں--- اس اجتماع میں شامل ہونے والی خواتین عالم میں سے بیشتر نے عورتوں کو مردوں کے مساوی درجہ دیئے جانے کی وکالت کی ہے۔

یہی وہ نظریہ ہے جس کی وکالت اور تشہیر کا کام بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیمہ نسرین نے بھی شروع کر رکھا ہے--- اس نام نہاد ادیبہ و مرتدہ نے مغرب کی تقلید میں اسلام کے تعدد ازواج کے حکم پر اعتراض کر کے اور اسے عورتوں کی حق تلفی قرار دے کر در حقیقت اپنے ذہنی دیوالیہ پن کا ثبوت ہی دیا ہے--- اسلام نے ایک سے زائد چار تک عورتوں سے شادی کی جو اجازت دی ہے اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں--- کیا یہ اجازت عورت کی حق تلفی ہے؟ کیا اس سے حقوق غصب ہوتے ہیں؟ اس اجازت کے پس پردہ حکیم مطلق کی کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ان سب سوالوں کا جواب آیئے محقق عصر حضرت مولانا محمد احمد مصباحی کے قلم سے ملاحظہ کریں:

"اسلام مرد کے لیے حسب حال ایک سے چار عورتوں تک سے نکاح کی اجازت دیتا ہے--- اور ایک سے نکاح کو بلحاظ حال واجب یا سنت موکدہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور وقت ضرورت ایک سے زائد کی بھی اجازت دیتا ہے لیکن اسے عدل اور سخت قیدوں کے ساتھ مشروط بھی کرتا ہے۔ تعدد ازدواج پر اعتراض کرنے والے یہ فراموش کر جاتے ہیں کہ یہ اجازت ہے جبر نہیں۔ عدل سے مقید ہے' آزاد نہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ دنیا کے بہت سے علاقے جب جنگوں میں بربادی کے باعث مردوں کی کمی اور عورتوں سے زیادتی کے حامل ہوں اور ہوئے تو ان بیواؤں کا علاج کیا ہے؟ آج جب کہ عورتوں کا فیصد ہر سمت بڑھتا ہی جا رہا ہے' ان کی ضرورت کا انتظام اور ان کے دکھ درد کی دوا کیا ہے؟--- افسوس کہ اسلام کے حاسدین نسوانی شرافتوں کو ہزاروں ہوس ناک نگاہوں اور سینکڑوں آوارہ انسانوں کے جذبات کا کھلونا بنانا تو پسند کرتے ہیں' لیکن ایک مرد کے احاطہ عفت میں چار عورتوں کا تحفظ گوارا نہیں کر سکتے--- وہ بھی جب کہ مرد قوت عدل و انصاف اور حسن نظم کا حامل ہو اور عورت اپنی عصمت کو نیلام کرنے کے بجائے حریم عفت میں ثابت قدم رہنا ہی پسند کرتی ہو---" (ماہنامہ "انشاء" کلکتہ' جولائی۔ اگست ۱۹۹۴ء)

تسلیمہ جیسی بعض فاحشہ اور آوارہ مزاج عورتیں اسلام پر یہ کہہ کر بھی عورتوں کا حق غصب کرنے کا الزام لگاتی ہیں کہ وہ مرد کو تو چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت دیتا ہے مگر عورت کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا' یہ سراسر ناانصافی ہے۔ عورت کی حق تلفی ہے' ظلم و زیادتی ہے۔ کیا عورت کو چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہ دینا واقعی ناانصافی ہے؟ یا یہ کہ اس میں بھی قدرت کا کوئی راز مضمر ہے؟ جواب مولانا مصباحی صاحب کے قلم سے ملاحظہ کریں:

"وہ انسانیت اور شرف آدمیت کے دشمن ہیں جو خلاف الہیہ اور امانت ربانیہ کی حیثیت سے ناآشنا بن کر انسانوں کو پست حیوانات کی صف میں اتارنا چاہتے ہیں اور جنسی تسکین کے لیے مرد و زن کو کھلی آزادی دے کر ان کے جسم و روح دونوں کی تباہی کا پورا سامان کرتے ہیں۔ میں نے پست حیوانات اس لیے کہا ہے کہ حیوانات میں بھی جن کو قدرت نے پاکیزہ فطرت کا حامل اور انسانی کمال سے قریب بنایا ہے' وہ اختلاط جنسی میں آزاد نہیں"۔ (رشتہ ازدواج اسلام کی روشنی میں' مولانا محمد احمد مصباحی' ص ۷۸)

کتیا کا تعلق دس کتوں سے ہو سکتا ہے' لیکن کبوتری ایک ہی کبوتر کے ساتھ اپنی فطری زندگی بسر کرتی ہے اور اولاد کے تحفظ اور تربیت میں دونوں ہی شریک ہوتے ہیں۔ سوزاک اور آتشک کی مہلک بیماریوں کے بعد اب ایڈز کے جراثیم کے تباہ کن اثرات نے دنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں اور اب امریکہ و یورپ کو متفقہ طور پر یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ نوع انسانی کے لیے حیوانی آزادی نہیں' بلکہ قرآنی پابندی ہی میں سلامتی و بلندی ہے۔ فطرت پاکیزہ سے بغاوت جہاں انسان کو اس کی منزل بلند سے گرا کر اس کی شرافت کو چکنا چور کر دیتی ہے' وہیں اسے جسمانی امراض اور قلبی و ذہنی بیماریوں کا جہنم بھی بنا دیتی ہے۔ رشتہ

ازدواج اور پابندی نکاح' قدرت کا وہ عطیہ ہے جو بقائے نوع کے ساتھ تربیت نسل اور کمالات انسانی کے فروغ کا ضامن ہے اور یہ پابندی صرف چودہ سو سال سے ہی نہیں بلکہ پہلے انسانی جوڑے سے ہی ہے۔ ایک مربوط حکیمانہ نظم کے ساتھ عائد و نافذ رہی ہے۔ جس پر شرف انسانی سے بہرہ ور فطرتیں اور خدا کی مقبول شخصیتیں ہمیشہ کاربند رہی ہیں۔ انسانی تمرد اور شیطانی غلامی کی بات الگ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (رعد: ۶) — بے شک ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا اور ان کو بیویوں اور نسلوں سے نوازا۔

مندرجہ بالا اقتباس پڑھ کر فطرت سلیمہ کے مالک پر واضح ہو جانا چاہیے کہ ایک عورت کو چار مردوں سے شادی کی اجازت کیوں نہیں اور اسلام کی طرف سے ناجائز طور پر جنسی آزادی پر بندش کیوں عائد کی گئی ہے۔

کیا اسلام نے طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں دے کر ناانصافی کی ہے؟

عرصہ دراز سے اسلام پر اہل مغرب کی طرف سے یہ الزام بھی عائد کیا جا رہا ہے کہ اس نے طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں دے کر عورت کے ساتھ سراسر ناانصافی کی ہے۔ اس پر انسانیت سوز ظلم کیا ہے۔ اس کے بنیادی حق کو سلب کیا ہے۔ اس قانون سے عورت کی عزت نفس پر کاری ضرب لگتی ہے۔ تسلیمہ نسرین نے بھی اہل مغرب کی آواز میں آواز ملا کر اپنی جہالت اور یتیم العقلی کا ثبوت دیا ہے لیکن چونکہ محض اتنا کہہ دینا ہی اس کے الزام کا جواب نہیں بلکہ اس الزام کا ایک مدلل و معقول جواب درکار ہے' تاکہ تسلیمہ اور اس جیسی دیگر عورتیں حقائق کے آئینے میں دیکھ سکیں کہ--- ان کے الزامات بالکل ہی بے بنیاد اور محض ان کے ذہن کی اپج ہیں--- اسلام نے بے شک اور لاریب مرد ہی کو طلاق کا حق دیا ہے۔ اس میں بھی خدائے قدیر و حکیم کی بہت سی حکمتیں کار فرما ہیں--- اس سلسلے میں مولانا مصباحی صاحب ہی کی محنت و کاوش آپ تک پہنچاتا ہوں۔

مندرجہ ذیل اقتباس سے کھل کر یہ بات سامنے آجائے کہ اللہ عزوجل نے طلاق کا حق مرد ہی کے ہاتھ میں کیوں دیا ہے اور عورت کو اس حق سے محروم کیوں رکھا ہے اور یہ امر کہ واقعی عورت کے حق ناروا و نامناسب اور اس کے حق کی پامالی ہے؟ اس کا بھی جواب مل جائے گا:

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں دے کر عورت کو مجبور محض بنا دیا ہے۔ وہ نکاح کے مقاصد ہی سے غافل ہیں۔ رشتہ ازدواج کوئی اجارہ یا ملازمت کا معاملہ نہیں' جس میں اجیر و متاجر دونوں کو یکساں طور پر چھوڑنے چھڑانے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ تو ایک باہمی خوشگوار اور پر محبت زندگی گزارنے کا عہد و پیمان ہے جس کا مقصد جنسی میلانات اور شہوانی ہیجانات کے فتنہ انگیز سیلاب کا رخ ایک محفوظ سمت اور ایک محدود دائرہ میں پھیر کر اسے افادیت سے لبریز اور نتائج خیز بناتا ہے۔ جب تک پوری زندگی ایک ساتھ بسر کرنے کا تصور کار فرما نہ ہو' نوع انسانی کی بقاء اور ایک صالح نسل کے وجود کا تصور ہی نہ ہو سکے گا اور نکاح صرف وقتی تسکین کا سامان ہو کر رہ جائے گا۔ جب کہ اسلام زوجین کی پر عزم زندگی انسانی معاشرے کے لیے کسی کار آمد رکن اور دین و ملت کے لیے کسی سرگرم ممبر کی افزائش' نشوونما' پرورش و پرداخت اور حکیمانہ تربیت کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ نکاح کا مقصد طلاق نہیں کہ اس میں زوجین کی شرکت ضروری ہو۔ نکاح تو ایک ایسا رشتہ ہے جو دو نفسوں کو پوری عمر کے لیے پیمان حیات و بقاء اور عہد مہر و وفا میں باندھ دیتا ہے' تاکہ ان دونوں کے وہ جذبات و قویٰ جو انفرادی زندگی کی صورت میں خود ان دونوں اور ان کے معاشرے کے لیے ضرر رساں یا کم از کم بے سود ہوتے' وہ مضرت سے خالی ہو کر افادیت سے لبریز اور نتیجہ خیز بن جائیں--- عورت اگر بالغ ہے تو خود اسے

اور نابالغ ہے تو اس کے ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ تحقیق و تفتیش، غور و خوض، عاقبت بینی اور دور اندیشی کے ساتھ کسی مرد کا انتخاب کرے اور اسے اپنی زندگی کو مضرت و ہلاکت سے بچانے کے لیے یہ انتخاب کرتا ہے اور اس تصور کے ساتھ کہ پوری زندگی اس کی رفاقت میں بسر ہوگی--- لیکن تجربات شاہد ہیں کہ ایسا بھی وقت آجاتا ہے کہ یہ رشتہ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے اور دونوں کی فرقت و جدائی اگلی زندگی کی خوشگواری کی راہ میں ضروری ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت حال کے لیے طلاق و تفریق کا جواز ایک ہمہ گیر، لافانی اور جامع دستور میں ہونا ضروری ہے، ورنہ زندگی نمونہ جہنم یا بے ثمر اور بے مقصد ہونے کے باوجود اور علیحدگی پر باہمی رضامندی کے باوجود تفریق ناممکن ہوگی اور دو وجود جو الگ ہونے کے بعد کسی اور سے شرعی طور پر منسلک ہو کر خوشگوار و مفید زندگی سے ہم کنار ہو سکتے تھے، بے ثمر، بے مقصد اور پر الم ہی رہ جاتے۔ مسیحی قانون، طلاق پر یکلخت پابندی کا ۱۸۵۷ء تک طویل و ہولناک تجربہ کر چکا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

اب طلاق جو مقاصد نکاح سے ہم آہنگ نہیں جس کا جواز محض سنگین ضرورت اور نازک حالت کے پیش نظر ہے، جو مباح تو ہوا--- مگر ابغض المباحات (جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ) ہو کر اس کا دائرہ تنگ ہونا ہی قرین حکمت ہے۔ اس لیے یہ حق صرف مرد کو دیا گیا اور عورت کو بھی خلع کا حق حاصل ہے۔ شوہر اگر ظلم و تعدی ہی پر آمادہ ہو تو اسلامی شریعت اور حکومت کے سر اس پر دباؤ اور اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے--- اب رہا یہ سوال کہ معاملہ طلاق میں عورت بااختیار اور مرد کو بے اختیار کیوں نہ رکھا گیا۔ اس کا جواب واضح ہے کہ اس نازک معاملہ کا اختیار اسی کو ملنا چاہیے جو فہم و تدبر، عقل و دانش، ثبات و استقامت، قوت و طاقت اور ضبط و تحمل میں دوسرے سے فائق ہو، عورت کی زود رنجی--- کیفیت ہیجانی اور مخصوص ایام میں لازمی طور پر فکری قوت کی کمی معلوم ہوتے ہوئے قانون ساز اسے اختیار طلاق تفویض کر دے تو یہ کسی مجنون کے ہاتھ میں شمشیر بے نیام دینے کے مترادف ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہوگا کہ خاوند گھر سے غائب ہو جائے اور عورت اسے طلاق دے کر رخصت ہو جائے اور گھر لاوارث ہو کر لٹیروں کی نذر ہو جائے یا عورت خود ہی سارا اثاثہ لوٹ لے جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں کسی غیر نے اس سے رغبت کا اظہار کیا اس نے اپنے شوہر کو طلاق دی اور دوسرے سے منسلک ہو گئی۔ دوسرے سے ابھی ثمرہ نکاح حاصل نہ ہوا کہ اسے چھوڑ کر تیسرے سے رشتہ لطف و لذت جوڑ لیا۔ کیا یہ حالت زناکاری کی بے ثمر اور ہلاکت خیز حالت سے کچھ کم فتنہ انگیز ہوگی؟ پھر کون شوہر ہوگا جو اپنی عورت پر اپنے مکان و جائیداد و اموال و املاک کے سلسلے میں ایک لمحہ بھی پر اعتماد ہو سکے گا--- اور کسی نسل کی پرورش اور تربیت کے لیے اسے مفید تصور کر سکے۔ اور اس کے نفقہ و سکونت کی ذمہ داری کا حامل بھی بنے۔ مرد اپنی اولاد اور اموال کے حق میں عورت پر اسی لیے تو اعتماد کرتا اور مطمئن رہتا ہے کہ اس کا رشتہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوتا یا دونوں کو اختیار طلاق ہوتا تو نکاح و ازدواج کے حکیمانہ فوائد و مقاصد کا حصول ناممکن ہوتا اور اس کی حیثیت وقتی جسم فروشی اور محل شہوت کے عارضی اجارہ سے زیادہ نہ ہوتی---

غور کیجیے صرف شوہر ہی کو اختیار طلاق اور بیوی کو محض حق خلع دینے میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مردوں میں بھی کچھ کم عقل، جذبات غیظ و غضب سے بے قابو، علم و حکمت سے نابلد افراد پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ایک سانس میں طلاقوں کی ایک قطار کھڑی کر دیتے ہیں۔ پھر اپنی سفاہت پر بڑی بے شرمی سے ماتم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ ان مردوں کا قصور ہے، قانون کا قصور نہیں۔ قانون نے تو سنگین حالات میں رفاقت کو فرقت کو عقل و حکمت کی میزان میں اچھی طرح تول کر فرقت کا پلہ بھاری ہونے کی صورت میں طلاق کو گوارا کیا تھا۔ لیکن صاحب عقل بھی عقل سے کام نہ لے تو قانون حکمت کا کیا قصور"۔ (رشتہ ازدواج اسلام کی روشنی میں، مولانا محمد احمد مصباحی، ص ۵۷۶)

شوہر کو صدارت کیوں تفویض کی گئی

اللہ عزوجل نے مردوں کو عورتوں پر افسر مقرر کیا ہے۔ اس قانون خداوندی پر بھی تسلیمہ اور اس جیسی دیگر زنان عالم معترض ہیں۔ انہیں اس حکم میں عورت کی تذلیل و تحقیر نظر آتی ہے۔ مرد و زن مساوات کے نعرے کی ظاہر چمک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور اس طرح کی بے تکی باتیں کر کے اپنی ناقص العقلی اور کج فہمی کا ثبوت فراہم کر رہی ہے--- اس طرح کی بکواسوں' دریدہ دہنیوں اور ہرزہ سرائیوں کی طرف متوجہ ہونا ہر چند کہ تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں' لیکن محض یہ سوچ کر اگر اس طرح کے بے بنیاد' جاہلانہ اور احمقانہ اعتراضات کا نوٹس نہ لیا گیا اور ان کا کوئی معقول' مدلل اور عالمانہ جواب نہ دیا گیا تو اس سے نام نہاد' روشن خیال اور آوارہ مزاج طبقے کو یہ غلط اشارہ مل سکتا ہے کہ اسلام پسندوں کے پاس ہمارے اعتراضات کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اس طبقے کو کوئی ایسا اشارہ نہ ملے اور ان کی جاہلانہ سوچ کو استحکام نصیب نہ ہو۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا اعتراض کا جواب بھی دے دیا جائے مردوں کو عورتوں پر جو حاکمیت تفویض کی گئی اور اس میں رب کائنات کی جو حکمت و مصلحت مضمر ہے اس سے علامہ مصباحی صاحب کے قلم نے بڑی نفاست اور خوبصورتی کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے' لہٰذا اس اعتراض کا جواب بھی انہیں کی زبان قلم سے سماعت فرمائیں:

"کارواں کے لیے امیر کارواں کو بھی ہونا چاہیے ورنہ سفر سخت دشوار' ہر منزل کٹھن' ہر کام مشکل اور ہر ساعت ہنگامہ اختلاف و فراق بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ امارت کا حق اسی کو ملنا چاہیے جو قوت و سطوت' شجاعت و جرات اور فہم و عقل میں دوسروں پر امتیاز کا حامل ہو۔ زن و شوہر دو نفری قافلے میں مرد کا امتیاز مسلم اور عیاں ہے۔ جدید تحقیقات سے بھی یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ سے مرد کے حواس خمسہ کمزور ہوتے ہیں۔ سائیکلوجیا سے ثابت ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۃً اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط عورت کے بھیجے سے سو گرام زیادہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے المراۃ المسلمہ فرید وجدی) قرآن حکیم نے اس حکمت کی نشاندہی فرمائی ہے' ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (نساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر افسر ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے۔

اس آیت میں مردوں کی صدارت کی دو وجہیں بتائی گئی ہیں: ایک فطری وہبی ہے جس کی طرف بما فضل الله بعضهم سے اشارہ ہے--- دوسری کسبی ہے جس کی طرف "بما انفقوا" سے نشاندہی کی گئی ہے۔ مرد کا فطری امتیاز یہ ہے کہ عقل و فہم' قوت و جرات میں عورت پر فوقیت حاصل ہے اور کسبی امتیاز یہ ہے کہ مہر و نفقہ اور نظم مسکن کا بار اسی کے سر پر ہے۔ عورت کی دائمی کمزوری' اس کا دماغی اور جسمانی ضعف اور جرات و استقامت کی کمی ہے اور مخصوص ایام میں اس کی عارضی کمزوریاں اس پر مستزاد ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دائرہ اسلام ایک ملک کو محیط ہو' یا ایک گھر میں محدود ہو--- بہر حال ہر کام میں مشاورت ممکن نہیں اور امارت و حاکمیت کسی کے حوالے نہ ہو تو معاملات اور ضروریات رونما ہوتی رہیں گی اور دوسرے کا منہ تکتے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ جب ایک حاکم و امیر ہوگا تو اپنے فرض منصبی کے تحت ہر انتظام کے لیے پیش قدمی کرے گا اور حسب مصلحت مشاورت کر سکے گا اور بصورت اختلاف یا بحالت تنگی یا بحالت عجلت تنہا اس کا حکم بھی کافی ہوگا"۔

(رشتہ ازدواج اسلام کی روشنی میں' مولانا محمد احمد مصباحی' ص ۱۴ تا ۱۶)

اسلام‘ پردہ اور ترقی

اسلام وہ مذہب مہذب اور دین فطرت ہے جس نے عورتوں کے جائز اور بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ انہیں سماج میں باعزت مقام عطا کیا ہے اور خوشگوار‘ اطمینان بخش اور پروقار زندگی بسر کرنے کے لیے عورت اور مردوں دونوں کو حقوق و حدود کا پابند بنایا ہے۔ ”قرآن کریم کی متعدد آیات میں جن کا بہت ہی تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے--- وہ عورت جو زمانہ جاہلیت میں پیر کی جوتی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی‘ معاشرے میں جس کو کوئی باعزت مقام حاصل نہیں تھا۔ انہیں زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ بیوہ ہونے کے بعد یا توانہیں جینے کے حقوق سے محروم کردیا جاتا تھا--- یا انہیں بالکل ہی اچھوت بنادیا جاتا تھا۔ علم کا دروازہ یکسران پر بند تھا‘ لیکن جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے عورت کو وہ مقام بلند عطا کیا کہ جو آج بھی عورت کو کسی اور مذہب میں حاصل نہیں--- علم کا دروازہ اس کے لیے کھولا گیا۔ بیوہ ہونے کے بعد بھی انہیں باوقار زندگی عطا کی گئی--- پردہ کے ذریعہ ان کی عصمت و عفت کو تحفظ و تقدس فراہم کیا گیا۔ خاوند کو بیوی کا لباس اور بیوی کو خاوند کا لباس قرار دیا گیا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے لیے باعث تسکین و راحت فرمایا گیا۔ گروہ نسواں پر ان احسانات کے باوجود اہل مغرب‘ تسلیمہ اور اس جیسی دیگر آوارہ فکر اور نام نہاد عورتیں بس یہی راگ الاپ رہی ہیں کہ اسلام نے پردہ میں رکھ کر عورتوں کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ پردہ سے عورت کا بنیادی حق سلب ہوتا ہے۔ پردہ ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے---اوغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان سرپھری عورتوں کو پتہ نہیں کہ اگر اسلام نہ آتا‘ انسانی معاشرے کو قرآن کریم جیسی مقدس کتاب نہ ملتی اور پیغمبر انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آکر اگر انسانیت کے تمام طبقات کو ان کے دائرہ عمل اور حقوق و فرائض سے آگاہ نہ کیا ہوتا اور ہر ایک کو رائی اور جواب دہ نہ بنایا ہوتا تو شاید آج کا انسانی معاشرہ بھی اسی دور جاہلیت کا عکاس ہوتا۔ انسان تہذیب سے ناآشنا ہوتا۔ ہر طرف ظلم و زیادتی اور ناانصافی کی حکمرانی ہوتی--- لیکن اسلام نے انسانیت و آدمیت پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ جس کے بار عظیم سے عالم انسانیت کا سر ہمیشہ جھکا رہے گا--- لیکن تسلیمہ نسرین جیسی عورتوں کی بکواس و دریدہ دہنیوں کی روک تھام کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس اعتراض کا بھی جواب مدلل طور پر دے دیا جائے کہ پردہ ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ یہ اعتراض اگرچہ بڑا ہی نامعقول اور سراسر ناقابل اعتنا ہے پھر بھی اس اعتراض کا جواب قرآن و احادیث اور ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں دیا جا رہا ہے تاکہ ان آوارہ فکر اور کج فہم عورتوں کے لیے اپنی بے راہ روی‘ فحش نگاری‘ عریانیت‘ حرام کاری اور شنیع و قبیح حرکات و سکنات کے لیے مبہم سے مبہم جواز کی کوئی صورت باقی نہ رہے--- اس سلسلے میں ملتان پاکستان کی ایک باصلاحیت اور تعلیم یافتہ پردہ نشین خاتون محترمہ پروین رضوی صاحبہ کا ایک مقالہ نقل کیا جارہا ہے۔ اس مقالہ کا عنوان ہے ”کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے“۔ یہ مقالہ پردہ کی اہمیت و افادیت کو کماحقہ‘ اجاگر کرنے کے اعتبار سے بڑا ہی پرمغز‘ وقیع اور قابل قدر ہے--- اس مقالہ کو پڑھ کر ترقی کا اصل مفہوم بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے اور جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال اشخاص کے ذہن و دماغ پر پردہ ترقی کے تعلق سے چھائی ہوئی دھند بھی چھٹ جانے کی توقع کی جاسکتی ہے--- تو پیش ہے محترمہ پروین صاحبہ کا معقولیت سے لبریز مقالہ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ (القرآن)

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔

تحفظِ عقائدِ اہلِ سُنّت

مع

ایمانی آیات

بجواب

شیطانی خرافات

مُرتّب

مولانا علامہ محمد ظہیر الدین قادری مدظلہ العالی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور